مجموعۂ کلام

حضرت سید احمد علی عشرت مرحوم رئیس گیا (بہار)

مرتبہ

سید حسن امام

مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

وما توفیق الّا باللّٰہ

حضرت اُستاد مغفور کے اِس انمول مجموعۂ کلام شمیمِ عشرت کو

کتب خانہ ہندستانی اکیڈیمی ۔ الہ آباد

۲۲۶

کی خدمت میں نذر کرنے کی عزّت حاصل کرتا ہوں ؎

صائبؔ دو چیز می شکند قدرِ شعر را
تحسینِ ناشناس و سکوتِ سُخن شناس

سید حسن امام
حسین منزل
گیا (صوبۂ بہار)

تاریخ ۱۹۴۲ء

معروضات ضروری
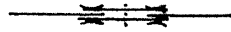
حضرت عشرتؔ نے دہم صفر ۱۳۳۷؁ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۱۸؁ء جمعہ کا دن گذر کر شب کو داعی اجل کو لبیک کہا تھا، دو ہی چار دنوں کے بعد بمعیت منشی سید وصی احمد صاحب وصیؔ یکے از شاگرداں حضرت مبرور میں اس گھر میں پہونچا جو "باغ پاتو" میں گلی در گلی جا کر ملا جہاں آخری قیام استاد مغفور کا تھا۔ محل ثانیہ کے ساتھ حضرت رہتے تھے۔ اندر سے ایک دیوان اور ایک بیاض مجھے بھیجی گئی اور پیام آیا کہ "مرنے والے نے" وصیت کی ہے کہ "خود رکھیں۔ کسی کو دیں نہیں"۔ طباعت و اشاعت کے بارے میں گفتگو کا موقع کئی بار آ چکا تھا۔ اس لئے مجھے کچھ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس گرانبہا عطیہ کو لیکر مزار عشرتؔ پر حاضر ہوا۔ فاتحہ پڑھی اور چلا آیا۔

اب صفر ۱۳۶۱؁ھ میں دیوان چھپکر شایع ہو رہا ہے۔ اللہ اللہ ایک صدی کی چوتھائی گذر گئی، انقلاب سے انقلاب آئے مگر نہو سکی تو وہی بات جو دل سے لگی تھی۔ عرفت ربی بفسخ العزائم و سر لطف یہ ہے جبتک ما دّی

حیثیت سے میں ہر طرح اس کام کو اپنے حسب منشا انجام دینے کی صلاحیت رکھتا تھا تو میرے بنائے کچھ بن نہ آیا۔ بخلاف اس کے اب اقتصادی حالت میری کسی شمار میں نہیں ہے۔ چونکہ میں کل املاک وجائداد کو اپنے سے منتزع کر کے حق بحقدار کو تملیک و ہبہ کر چکا تو محض اپنے قوت بازو حسین آمام سلمہ رب‌ہ کی خندہ پیشانی امداد سے کام نکلا۔ خدا ان کو اس کی جزائے خیر دے۔ آمین

کاش کسی اہل کے ہاتھوں دیوان شایع ہوتا تو وہ اس کے لئے اس کے لایق دیباچہ لکھتا۔ صاحب دیوان کو اتنا اچھالتا اور اس بلندی پر پہونچاتا جہاں سے وہ بمشکل درخور شناخت رہ سکتے اور دیباچہ نویس کا حق صاحب دیوان کو اور صاحب دیوان کا حق دیباچہ نویس کو بخش دیتا۔ میری عدم صلاحیت ضامن ہے کہ اس کے ساتھ خلط مبحث کی گنجائش ہی نہیں ع بے حقیقت نہیں ہے میرا نقص!

علمی لحاظ سے اپنا بے بضاعت ہونا واضح کر دینے کے بعد متنِ دیوان کی بعض خصوصیات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ مجھے اپنی رائے کے مختتم ہونے کی غلط فہمی ہے۔ بلکہ مقصود یہ ظاہر کر دینا ہے کہ جہاں اور طرح کی رائے قائم کرنے کا دوسروں کو حق ہے بجنبسہ مجھے بھی حق ہے کہ اپنی سی سنا دوں ع لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں۔

امید ہے کہ سطور ذیل ٹھنڈے دل سے بامعان نظر ملاحظہ فرمائی جائیں :-

(۱) اکثر مصرع اور بعض اشعار ممکن ہیں بیاض یا دیوان سے مختلف

نظر آئیں تو یہ نہ سمجھا جائے کہ میری طرف سے کسی بیجا جرأت کا ارتکاب ہوا ہی
بلکہ وہ اشعار یا مصرعے حضرت استاد کی تحریر ہی میں کہیں نہ کہیں پائے گئے ہیں
مثال کے طور پر یہ عرض ہے صفحہ ۲۵ سطر ہفتم کا مصرعہ اولی بیاض میں یوں
درج تھا "تاثیر نہیں صاف مزاجوں پہ بروں کی" مجھے یہ مصرع پسند نہیں آیا
حضرت عشرت کے خلف الصدق مولوی سید انوار الحق صاحب سے تذکرہ آیا تو
ممدوح نے مسودہ کی دو بوسیدہ کاپیاں اور کچھ ردی پرزے مرحمت فرمائے جس
سے دو مصرعے ملے۔ اول ع رہتی ہی نہیں صاف طبیعت میں کدورت۔ یہ مصرعہ
بہت صاف تھا مگر مجھے دوسرا مصرعہ پسند آیا جس کو میں نے داخل دیوان کیا
یہ مصرعہ ایک ردی پرزے کے مڑے ہوئے گوشہ میں ملا اور بمشکل پڑھا جا سکا۔

(۲) صفحہ ۷۷ پر سطر پنجم سے جو قطعہ شروع ہوتا ہے اس میں اسم
"شرف الدین" میں سکون "را" ممکن ہے کہ محل نظر بتایا جائے اولاً تو اسم ہونے
کی حیثیت سے اسکا تلفظ جو مروج ہے وہی لیا جانا چاہیئے۔ ثقات کی زبان بھی اسی
کی عادی ہے، مگر اعتراض کی لت بری ہوتی ہے اس لئے عرض ہے کہ بڑے
بڑوں سے ہوتی چلی آئی ہے کہ اس موقع پر ضرورت شعری کی آڑ لیجاتی ہے۔ مشتے
نمونہ از خروارے۔ ظہیر فاریابی کے اِن دونوں شعروں پر غور فرما لیا جاوے ۔

از اثر جذب خنجر بے جادہ رنگِ اوست
در آخور حجرہ اگر پارہ کہ است

واں یار نازنیں کہ سر انگشت می گزد
در محنتے است ورنہ طپید نش از کجاست

(۳) صفحہ ۱۵ سطر ششم میں لفظ "کلمہ" بسکون ثانی نظم ہوا ہے حالانکہ صحت اس کی مکسور الثانی ہے لیکن معروضات نمبر ۲ کے علاوہ اسیر کا شعر ملاحظہ ہو ؎

ہے یہ سر سبز گلستاں سخن آرائی کا
کلمہ پڑھنے لگے توتے مری گویائی کا

علاوہ اس کے میر انیس بھی یونہی باندھ گئے ہیں ؎

لازم ہے تم کو پاس کلام مجید کا
کلمہ نبی کا پڑھتے ہو تم یا یزید کا؟

(۴) صفحہ ۱۰۳ سطر ۶ میں "تیوری" دہلی اسکول کے خلاف لکھنوی تلفظ کے ساتھ نظم ہوئی ہے اسی طرح "حضور" کے لفظ کیساتھ معشوق سے تخاطب بھی دہلی اسکول کے خلاف لکھنوی طرز کلام کی اتباع ہے۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت شوخیؔ کے بعد عظیم آباد میں کثرت قیام جہاں لکھنؤ سے ڈانڈا ملا رہتا تھا اور عظیم آباد کا دہلی و لکھنؤ کے بعد احترام کیا جاتا تھا۔ ان ہی باتوں نے احتیاط کی طرف سے بے نیاز کر دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ لکھنؤ کی طرح سے دہلی نے لغات کی تدوین مکمل کی ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب بھی صحت کی ضرورتیں مجبور کرتی ہیں کہ لکھنؤ کا احسان لیا جائے۔ ابتدائے انتخاب

میں ہر اُس شعر کو میں رد کر دیا کرتا تھا جس میں "حضور" کا استعمال خلاف محاورہ دہلی نظر آتا تھا، مگر جب اس طرح رد شدہ اشعار کی تعداد پر نگاہ پڑی تو دوبارہ سوچنا پڑا۔ آخر اس نتیجہ پر پہونچا جو عرض کیا گیا۔

(۵) صفحہ ۲۷۴ سطر ۳ میں رباعی کے اول مصرعہ میں لفظ "عدن" کی دال متحرک ضرور ہے اور یقینی خلاف لغت لیکن علی الرغم نہیں۔ خواجہ عزیز مغفور نے گفتن و روزن کے قافیہ کے ساتھ نظم کیا ہے۔ دو اشعار دو قصائد سے پیش کیے جاتے ہیں ؎

بجلوہ او ز فلک بازچیدہ گنج گہر
بخندہ ایں زلباں برفشاندہ درعدن
گل از چمن، لعل از زمین گوہر ز دریائے عدن
بو از سمن مشک از ختن نافہ ز تاتار آمدہ

عرفی شیرازی نے بھی ایک غزل میں عدن کو دال متحرک کیساتھ ہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

نہ از غربت اندر وطن میروی
بدنبالہ مرگِ من میروی
بہائے تو اے نافہ خود کم نہ بود
کہ برگشتہ سوئے ختن میروی

نہ کم عرفی اے در آخر چرا — ز تاجِ سرم در عدن میروی
کہ دستار اے گل بجا دِ تو بست — کہ مشتاق وار از چمن میروی
خیال کہ عرفی خلد دولت
کہ بے موجب از خویشتن میروی

شاید کہا جائے کہ یہ کیا داستان پاستان شروع کر دی تو اپنے زمانہ ہی کی مثال لیجئے۔ مولانا سید علی حیدر نظم طباطبائی نے بھی عدن کی دال متحرک ہی رکھی ہے۔ دیوان مطبوعہ ۱۹۳۳ء صفحہ ۴۸ پر یہ شعر ہے ؎

غزلِ شاد کہ سلکِ گہرش می گویند
شہرہ حسنِ قبولش ز دکن تا عدن است

اسی دیوان کے صفحہ ۳۲۵ پر یہ مطلع بھی موجود ہے ؎

سر پہ نوشہ کے جو ہے دُرِ عدن کا سہرا
عکس سے لب کے بنا لعلِ یمن کا سہرا

(۶) صفحہ ۲۷۷ سطر ۷ قطعہ مبارکباد میں "حج" غیر مشدد جیم کے ساتھ نظم ہوا ہے۔ صائب نے بھی سکون جیم روا رکھا ہے ؎

حج حرمین در دیارِ عشقبازاں رسم نیست
ہر کہ مرد ایں جا برائے او شہادت می خرد

(۷) موقعہ موقعہ سے چند حاشیے متن دیوان میں نظر آئیں گے وہ عموماً

انھیں الفاظ میں لئے گئے ہیں جو حضرت استاد مبرور نے اپنے قلم سے تحریر فرمائے تھے۔ سوائے اس نوٹ کے جو قطعہ مبارکباد کے تحت صفحہ ۲۴ پر ہے، یہ میری تحریر ہے اسی طرح جتنی تضمینیں ہیں، ان پر جو سرنامے ہیں وہ بھی صاحب دیوان کے رقم کردہ ہیں۔ سوائے سرنامہ قطعہ مبارکباد صفحہ ۲۷۷ و نوٹ بر صفحہ ۲۸ جو میں نے لکھدیے ہیں۔

ان معروضات کو ختم کرنے کے قبل مجھے اس افسوس کا اظہار کردینا ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری کا کام مجھے یکہ و تنہا بے یارے و مددگارے کرنا پڑا ہے لہذا خامیاں نہیں کیسے ہونگی؟ خدا خوش رکھے میرے ہمدرد و ہموطن جناب مولوی سید محمد اسمٰعیل صاحب رسا ہمدانی ایم اے (ٹرپل) گولڈ مڈلسٹ۔ بی۔ ایل پروفیسر سارن کالج کو جنھوں نے ردیف الف سے اپنی پسند کے سو اشعار منتخب فرماکر شایع فرمائے اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے مدد بھی دی اس مجموعہ مطبوعہ کا نام تاریخی "صد برگ گل جاوید عشرت" ہے اور دیوان کے ساتھ وہ بھی نذر شائقینِ کرام ہوگا۔ دیوان کے متعلق میں نے طے کرلیا ہے کہ قیمتاً فروخت نہ ہوگا بلکہ شعرا ءِ عظام اور پبلک اداروں کو میری طرف سے نذر ہوگا۔

اول اشاعت میں نے موجب سعادت سمجھکر جس طرح چاہا کردیا ہے، مگر آیندہ کے لئے اسکا حق حضرت استاد مغفور کے خلف الصدق مولوی سید انوار الحق صاحب رئیس محلہ پنچائتی اکھاڑہ شہر گیا کو اور ان کے ورثا کو ہے و ہوگا۔

دیوان کا نام میں نے تجویز کیا تھا "باعیش و عشرت" - "یا ساغر ہلال"
اول جملہ سے ۱۳۵۹ھ نکلتا ہے جو ابتدائے ترتیب کا سن ہے اور دوسرے
جملہ سے ۱۳۶۱ھ نکلتا ہے جو ختم ترتیب کا سن ہے۔ اس طرح کے نام کے
ساتھ خاص شغف مجھے بچپن سے تھا۔ ہمارے شہر میں جناب نور اللہ شاہ مرحوم
وحشت بیرسٹرایٹ لا میرے حضرت قبلہ گاہی مغفور کے خاص احباب
میں سے تھے، انھوں نے اپنی چند تضمین اور غزلیات کا مجموعہ طبع کراکر اس کا
نام "باساغر ومے" رکھا تھا اسوقت سے مجھے ہوس تھی کہ ایسا ہی نام
کسی مجموعہ کا میں بھی رکھوں چنانچہ مذکورہ بالا اسماء بہ کدو کاوش نکالے مگر
جناب استاد زادہ کو پسند نہ آئے بلکہ انھوں نے دوسرے تاریخی نام کو
ترجیح دیا یعنی "شمیم عشرت" جو میرے مکتب کے استاد جناب حافظ
عبدالرحمن صاحب قبلہ تسمل وارثی سنسہاروی گیاوی کا نتیجہ فکر تھا
وہی نام رکھنا مجھے بھی مزید سعادتمندی کا ذریعہ معلوم ہوا۔

قطعات تاریخ کے لئے اگر کوشش کی جاتی تو کافی تعداد میں فراہم
ہوسکتے تھے۔ مگر اس طرح کے اقدام کو صاحب دیوان کی طبع غیور کے منافی
سمجھا گیا اس لئے صرف چند ہی قطعات پائے جائیں گے جو مخلصین
نے خود عطا فرما دیے اس لئے انکا شکریہ واجب ہے،

طباعت کی دشواریوں سے میرا پہلا سابقہ تھا جسکا نتیجہ حوصلہ فرسا

نکلا۔ اول صفحہ دیوان کی کتابت اور صفحات بعد کی کتابت ہی کی طرف دیکھ کر اہل نظر سمجھ سکتے ہیں کہ نمونہ اور کام میں کیا فرق ہو گیا۔ لیتھو پریس سے جبتک نجات نہ ہوگی تصنیف و تالیف کا مستقبل تاریک ہی رہیگا۔ پریس کی دقتوں نے رہی سہی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ یہ تجربہ بہ حد بھر تلخ ثابت ہوا۔ بہر حال ؎

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیئے

اپنی نارسائیوں کیلئے شرمسار
سید حسن امام غفرلہٗ
مرتب دیوان

صاحب دیوان کے متعلق

"صدکان گہر" کے نام سے حضرت استاد المکرم علیہ الرحمہ کی سو رباعیوں کا مجموعہ ۱۳۲۷ھ میں مرتب کیا گیا تھا۔ اس کے دیباچہ میں حضرت کی سوانح مختصر درج ہے مگر اس میں چند در چند غلطیاں ہیں۔ اسلئے دیوان کے ساتھ اس کا اعادہ محض بخیال تصحیح اغلاط کیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی مدنظر ہے کہ آیندہ صاحب ذوق اس بارے میں میرے معلومات کے لئے دوسرے مجموعہ کے محتاج نہ رہیں۔

جناب عشرت کا جدی وطن موضع "سوسنا" تھا مگر حضرت کے والد ماجد سید بندہ علی صاحب نے "اُرْوَل" میں سکونت اختیار کی تھی۔ راج ٹکاری کے "دیوان" کی حیثیت سے آپکو "گیا" کو مستقر بنانا ہوا ۱۲۷۱ھ میں عشرت صاحب بمقام اروِل پیدا ہوئے تھے۔ تحصیل علوم آپنے اپنے زمانہ کے مقتدر صاحبان علم سے کی تھی جنمیں سے حضرت مولانا بشارت کریم صاحب سارا وی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ آپ دو بھائی تھے آپ کے بھائی سید محمد علی صاحب آپ سے بڑے تھے جن کے صاحبزادے مولوی واعظ الحق صاحب ہیں۔ حضرت عشرت کی شادی "مونگرائن" ضلع گیا کے رئیس میر فضل حسین صاحب کی دختر سے ہوئی تھی جنکے بطن سے آپ کے خلف الصدق مولوی انوار الحق صاحب ہیں جن کی

حضرت عشرت گیاوی

شادی آپس ہی میں ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ "روہائی" کے میر لطیف حسین صاحب عشرت صاحب کے سگے "ماموں" تھے جن کے دو صاحبزادے تھے۔ مولوی یعقوب حسین صاحب اور مولوی وراثت حسین صاحب۔ اول الذکر عشرت صاحب کے برادر اموں زاد اور سمدھی بھی تھے۔ ثانی الذکر پچاس سال تک گیا میں شغل وکالت بہ نیک نامی و کامیابی جاری رکھنے کے بعد اب گوشہ نشین مشغول یاد الٰہی ہیں۔ مولوی وراثت حسین صاحب قبلہ کے مرحوم فرزند شرافت حسین صاحب کی لڑکی عشرت صاحب کے پوتے ڈاکٹر امین الحق پسر اصغر بھائی انوار الحق کی شریک زندگی ہے سلمہا اللہ تعالےٰ۔ انوار الحق صاحب کے بڑے صاحبزادے ولی الحق سلمہ۔ یہ محکمہ ڈاک میں برسرکار ہیں۔ اُن کی شادی "بودھ گیا" کے مہنتھ کے یہاں کے کارکن مختار احمد رضا صاحب ساکن "نادرہ گنج" کے یہاں ہوئی۔

حضرت عشرت کے خسر صاحب تین بھائی تھے، سب سے بڑے خود میر فضل حسین صاحب تھے ان سے چھوٹے میر افضل حسین صاحب جنکے دو بیٹے اور ایک صاحبزادی تھیں، ان میں سے رضا الحسن صاحب سب رجسٹرار جو حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہونے کے بعد اس عہدہ سے مستعفی ہو کر بہار شریف صغریٰ وقف اسٹیٹ کے اسکول میں عرصہ سے ہڈ مولوی ہیں دوسرے صاحبزادے "کٹھوکر تالاب" منسلحات شہر گیا میں اقامت رکھتے اور ٹائپ کا کام کرتے ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ نے شیخپورہ کے مولوی نور الحسن صاحب کا گھر آباد کیا جن کے

داماد مولوی محمد منصور صاحب بی۔ اے (علیگ) سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات ہیں۔ حضرت عشرت کے چھوٹے چچا خسر میر امجد حسین مرحوم کے صاحبزادے محمود حسین عرف "منتو" صاحب کی شادی راقم الحروف کے منجھلے نانا خانبہادر میر ابو سعید صاحب کی نواسی یعنی خال المکرم مولوی شاہ رشید الحق صاحب پھلواری شریف کی دختر سے ہوئی۔ عشرت صاحب کی سسرالی قرابت داری بہت وسیع ہے۔ اس کی ایک شاخ دَیاَّؤ (بہ تشدید ثانی) کے سادات سے منسلک ہے۔ اسی سلسلہ میں مدرسہ شمس الہدیٰ کے واقف و بانی جناب حاجی مسٹر نور الہدیٰ صاحب بیرسٹر و سشن جج کا نام نامی بھی آتا ہے جو میرے بڑے نانا حضرت میر ابو محمد صاحب کے خویش تھے۔ جج صاحب سے رشتہ کی نوعیت معلوم نہ ہو سکی مگر بھائی انوار الحق صاحب جج صاحب کو "ماموں" کہتے ہیں اسی طرح ساکن ڈومراواں ضلع پٹنہ مولوی علی نجش صاحب مرحوم گیا کے دیرینہ ترین وکیل بھی عشرت صاحب کے نسبتی بھائی تھے یعنی انوار الحق صاحب کے ماموں تھے۔

ذوق سخن حضرت کو بطور موہبت الٰہی بدو شعور ہی سے تھا جسکو جناب غالب کے تلمیذ نادر شاہ خانصاحب شوخی رامپوری کے فیضانِ صحبت نے چار چاند لگا دیے شوخی صاحب کا اکثر قیام گیا میں رہا کرتا تھا۔ آپ نے عشرت صاحب کے جوہر کو اچھی طرح پرکھ لینے کے بعد اپنے دیگر شاگردوں کو عشرت صاحب کے حوالہ کر دیا تھا۔ چنانچہ حکیم ننو مرحوم المتخلص بہ ہلال بنارسی اس ہدایت پر تا قیام گیا برابر

معمل رہے۔ راقم الحروف ۱۹۱۵ء میں حلقہ تلامذہ میں داخل ہوا۔ عشرت صاحب کا طریقہ اصلاح سب سے انوکھا پایا۔ آپ واقعی شاگرد کی صلاحیتوں کے اعتبار سے اسکے ساتھ تعاون فرمایا کرتے تھے۔ عام طریقہ سے شاگرد کے اشعار کو کاٹ کوٹ کر رکھدینے کے بجائے نہایت چبھتی ہوئی تنقید کے ذریعے اشعار کے حسن و قبح کو ایسے خوش آیند طرح سے عیاں فرمایا کرتے تھے کہ شاگرد خود اپنی اصلاح آپ کرلینے کی صلاحیت حاصل کرتا چلا جاتا تھا۔ یہ ایسی نادر ترکیب آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھی کہ کم از کم مجھے آجتک کسی استاد فن کے یہاں دیکھنے میں نہیں آئی دوسری بات یہ تھی کہ باوجودیکہ بہت زیادہ کہنے کے عادی تھے مگر معمولی سے معمولی شعر بھی آپ کا سست اور تکلف یا آورد کا آئینہ دار نہیں ہوا کرتا تھا۔ ابتدائے سخن میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے معانی و مطالب کو الفاظ میں زبردستی گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ اسی ذوق کی پذیرائی میں بعض مشکل اور انگھڑ زمینوں میں بھی فکریں فرمائی ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی نمایاں ہوکر رہتی ہے کہ آپ کو بہت جلد متنبہ ہوگیا کیونکہ اس طرح کی خواہ مخواہ کی شعرگوئی کی چند ہی مثالیں ملتی ہیں

آخر زمانہ حیات میں آپ کی خانگی زندگی خوشگوار نہیں رہی تھی۔ آبائی متروکات رفتہ رفتہ کرکے کم ہوتے جاتے تھے جسکا لازمی نتیجہ "عسرت" کی شکل اختیار کرتا جاتا تھا۔ اس تغیر حال سے عشرت صاحب کے نکاحِ ثانی کو خاص تعلق ہے گلزار باغ پٹنہ کی مسماۃ نوروزی بیگم صاحبہ نے دلجوئی کا حق ادا کر دیا۔ اور

حضرت کی مرتے دم تک رفاقت کی مگر اصل شریک حیات ہی نے مرنے میں ساتھ دیا۔ ع وہی سعادت بزور بازو نیست ! خدا سب مرنے والوں کی روحوں کو اپنی رحمت کے سایہ میں آسودہ رکھے۔ آمین

حضرت عشرتؔ نے دہم صفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء بروز جمعہ شب کے وقت مصائب زیست سے نجات پاکر ابدی دارالسرور میں قدم رنجہ فرمایا قَالُوٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اور "باغ پاتو" شہر عظیم آباد میں آسودہ ہوئے

استاد مرحوم کی ذات میں محاسن بکثرت تھے۔ فضول گوئی سے طبع والا اسی حد تک متنفر تھی کہ بظاہر کم گو ہونے کا شبہہ ہوتا تھا۔ قدیم تہذیب کی آپ زندہ مثال تھے۔ انکسار آپ کا جوہر اصلی تھا۔ تعلّی نام کو نہ تھی شہرت پسندی سے نفور تھے۔ عام شاعروں کی طرح اپنی تعریف سے بہت خوش نہیں ہوا کرتے تھے۔ طبیعت میں استغنا نہ ہوتا تو تعجب تھا کیونکہ مشاعروں میں کوئی آپ کے اتنا پھولتا پھلتا کب تھا؟ وہ بھی اس حالت میں کہ دوسرونکی لمبی چوڑی غزلوں کے بالمقابل آپ صرف دو تین رباعیاں اور چار پانچ اشعار سے زیادہ پڑھنا چاہتے بھی تو نہیں پڑھ سکتے تھے۔ نحافت جثہ اور قوی کا اضمحلال اس سے زیادہ برداشت بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔ اشعار لحن سے پڑھنے کا اُسوقت دستور بھی نہیں تھا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ تحت لفظ ہی پڑھنے کا اسلوب ایسا نادر تھا کہ اُدھار کھائے ہوئے بدبیں اور بداندیش بھی بیساختہ داد سخن دینے پر مجبور ہو جاتے تھے

حضرت کے کلام میں غالب کا رنگ نمایاں نہیں ہے۔ بلکہ دہلی اسکول سے سند حاصل کرنے کے باوجود آپکی سخن سرائی لکھنؤ کے طرز میں معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ میں معروضات میں بیان کر چکا ہوں۔ پورب میں دہلی اسکول سچ پوچھیے تو کم پھولا پھلا۔ اس کی وجہ ہم پوربیوں کی نا اہلیت اتنی نہیں ہے جتنی خود دہلی والوں کی کم آمیزی اور استغنا غیر واجب ہے۔ اس کے برخلاف لکھنؤ تقریباً کم فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے اور نیز مرکز مشرق عظیم آباد تک لکھنویوں کی پیاپے تگ و دو اپنا کام کرتی رہی اور اب بھی صورت حال یہی ہے۔

الحمد للہ کہ فی زماننا دہلی اور لکھنؤ کے سوالات اُٹھتے جاتے ہیں۔ اردو کی ہمہ گیری اسی کی طالب ہے۔

سید حسن امام غفرلہ

مرتب دیوان

سنٹرل ہوٹل کمرہ نمبر ۹ امین الدولہ پارک لکھنؤ

۲۰ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۴۲ء

قطعہ تاریخ طبع دیوان نتیجہٗ فکر بلیغ یادگار کوثر و امیر
جناب پروفیسر سیّد محمد اسمٰعیل صاحب رسا ہمدانی
(ایم۔اے (ٹرپیل) گولڈ مڈلسٹ۔بی۔ایل۔ ایڈوکیٹ رئیس گیا)

اے رسا شکر ہے چھپا دیوان — مصرعہ مصرعہ ہے غنچۂ راحت
حسنِ وارثی کی کوشش سے — لوگ دیکھیں گے گلشنِ عشرت
پیارا پیارا بہار کا موسم — بھینی بھینی ہے پھولوں کی نکہت
کس غضب کا نکھار ہے اس پر — کس قیامت کی شوخی و رنگت
کوئی کہتا ہے رنگِ غالب ہے — کوئی کہتا ہے دیکھیے نزہت

یاسمیں بول اٹھی جھکا کر سر
سالِ تاریخ "گلشنِ عشرت"

۱۳۷۰
۱۰
۱۳۶۰ھ

قطعہ تاریخ طبع رشحہ قلم جواہر رقم یادگار فخر بہارستان عظیم آبادی اعنی عالیجناب مولوی ولی الرحمٰن صاحب بی اے ایم اے ڈپٹی مجسٹریٹ

وہ عندلیب گلستان شوخی و غالب — نوا سے جس کی چمن تھا گیا کا دیرانہ
ہزار حیف کہ اب زیر خاک پنہاں ہے — سنا رہی ہے تحیر بیکسی کا افسانہ
وہ کون؟ حضرت عشرت وہ تاجدار سخن — کہ جن کے شعروں میں مضمر ہے کیف مستانہ
گیا میں زلف عروس سخن تھی الجھی ہوئی — سنوارا حضرت عشرت نے صورت شانہ
طبیعت ان کی تھی سوز و گداز سے مملو — ہے درد و غم کا ہر اک شعر آئینہ خانہ
ہزار شکر چھپا ان کا کلیات غزل — ہر اک ادیب ہے سنکر خوشی سے دیوانہ
جنون شوق کی تفسیر ہے ہر اک مصرع — فروغ حسن کا ہر شعر میں ہے افسانہ
کہیں ہے نغمۂ بلبل کہیں ہے خندۂ گل — کہیں ہے گریۂ شمع اور سوز پروانہ

لکھی ولی نے یہ تاریخ طبع از سر جوش
ہر اک غزل "ہے شراب سخن کا پیمانہ"

١٣٥٧ + ٣
١٣٦٠ھ

(٢)

دیوان جناب حضرت عشرت کا چھپ گیا — جس سے دماغ اہل ادب باغ باغ ہے
تاریخ کی جو فکر ہوئی مجھ کو اے ولی — آئی ندائے غیب کہ "فکر دماغ ہے"

١٣٦٠ھ

(٣)

دیوان عشرت سخن آرا چو طبع شد — کاں خوشخصال بلبل شیریں مقال بود
تاریخ طبع از سر عشرت بگوش من — ہاتف بگفت "شاعر نازک خیال" بود

١٢٩٠ + ٧٠
١٣٦٠

لآلی افکار ابکار جناب نواب محمد تقی جان صاحب قمر گیاوی
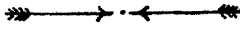
حضرتِ عشرتِ مرحوم کا دیوان چھپا | جن کے گلہائے مضامیں کی ہے تازہ نکہت
غالب و شوخیِ خوشگو کے چمن کی ہے بہار | حبذا طبعِ خداداد میں کیا تھی جودت
رونقِ شہر گیا طوطیِ گلزارِ سخن! | شمعِ بزمِ شعرا مہرِ سپہرِ ہمت
واہمہ خلق کا خلاق تو ہوتا ہے مگر | سخنِ نادرِ عشرت میں عجب ہے ندرت

عیسوی اور ہیں ہجری ہیں قمر طبع کے سن
سخنِ عشرتِ ماہر ہے | شمیمِ عشرت
۱۹۴۱ | ۱۳۶۰

گلہائے رنگ رنگ کی اس میں بہار ہے | اک دھوم ہے کہ بابِ گلستاں ہوا یہ طبع
تاریخ انطباع بھی کیا خوب ہے قمر | فیضِ حسن سے حصۂ دیواں ہوا یہ طبع
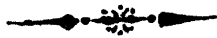
قطعہ از مرتب دیوان

شاد کیا ہوگا اب دلِ ناشاد　　کیف صہبائے غم مبارکباد
صبح پیری اگر کھلی بھی آنکھ　　الرحیل الرحیل کی فریاد
کتنی برسیں گذاریں غفلت میں　　کام کا وقت ہوگیا برباد
دل ہے مردہ، طبیعت افسردہ　　پائے طاؤس و خامۂ بہزاد
ایسی حالت میں کیا بن آئے بھلا　　خاصکر جب نہ دے کوئی امداد
کامل اک سال گرچہ محنت کی　　کام پورا ہوا نہ حسب مراد
پھر بھی جو کچھ ہوا غنیمت ہے　　نکتہ چیں یوں توجو کریں ارشاد
قابلِ وصف صاحبِ دیوان　　جملہ نفریں بحق راقم باد
حسنِ زار تجھ پہ احساں ہو　　کرم و عفو کو جو رکھیں یاد

بے سرِ دستر دسالِ طبع
لکھدے ۴ "دیوانِ حضرتِ استاد"

۱۹۴۵
۴
۱۹۴۱

یادداشت

بیاض میں ایک دو جگہ، اور مسودوں کی دونوں کاپیوں پر مشاعروں کے متعلق جو مختصر نوٹ حضرت استاد مبرور نے رقم فرمائے تھے وہ اس خیال سے لے لئے گئے ہیں کہ کسی صاحب ذوق کو تحقیقات مزید کی کبھی ہمت ہو تو ممکن ہے کہ اندراجات ذیل ممد و معاون ثابت ہوں۔

نمبر ۱۔ طرح مشاعرہ بمکان شاؔد بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۵ھ روز شنبہ وقت شب

نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجاں ہونگے

قافیہ ردیف

نمبر ۲۔ نوٹ کاپی نمبر ۲ مصرعہائے طرح جلوۂ یار

بابت جولائی سنہ ۱۹۱۰ء۔ "کبھی بھوکے نہ رہے رنج کے کھانے والے۔"
قافیہ ردیف

بابت اگست سنہ ۱۹۱۰ء۔ "بظاہر قطرہ ناچیز ہوں لیکن میں دریا ہوں"
قافیہ ردیف

بابت ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء کسی کے ہجر کے صدمے گھُلائے دیتے ہیں۔
قافیہ ردیف

بابت اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء کوئی اچھے سے اچھا ہو کوئی بہتر سے بہتر ہو۔
قافیہ ردیف

نمبر ۳۔ نوٹ کاپی نمبر ۲

مشاعرہ عرش تاریخ ۲۳ راکتوبر وقت شب مکان بڑا باغ گیا

مصرع طرح۔ آنا وہ جھوم جھوم کے ابر بہار کا۔
قافیہ ردیف

نمبر۴۔ نوٹ کاپی نمبر ۲

مشاعرہ نورالدین تلخی صاحب تاریخ ۲۹ رمئی ۱۹۱۵ء روز شنبہ وقت شب

مصرع طرح۔ زمانہ میں کوئی ایسا نہ ہوگا۔

نمبر ۵۔ ۱۴ (یا ۲۴) فروری ۱۹۱۲ء منجانب پیارے صاحب

قافیہ ردیف

مصرع طرح۔ کچھ قتل میں عاشق کے تماشا نہیں ہوتا۔

قافیہ ردیف

نمبر ۶۔ نوٹ کاپی نمبر ۲

مشاعرہ عرش ۷ ر مارچ روز یکشنبہ (۱۹۱۲ء)

مصرع طرح:۔ اِک انتظارِ آمدِ فصلِ بہار تھا۔

قافیہ ردیف

نمبر ۷۔ نوٹ کاپی نمبر ۲

مشاعرہ حافظ۔

مصرع طرح:۔ فصلِ گل میں گھر اُجاڑا بلبلِ ناشاد کا

قافیہ ردیف

نمبر ۸۔ کاپی نمبر ۱

مشاعرہ میر علی محمد شاد عظیم آبادی۔ تاریخ ۸ ر نومبر روز شنبہ وقت شب

مکان میر علی محمد شاد۔ ہرمندل کی گلی جھاؤ گنج۔

مصرع طرح:۔ نہ وہم کا ہی پتہ ہے نہ ہے گماں کا پتا

قافیہ ردیف

نمبر ۹ نوٹ کاپی نمبر ۱

مشاعرہ میر علی محمد شاد ۲۴ ر دسمبر ۱۹۱۶ء وقت شب۔ ہرمندل کی گلی۔

مصرع طرح:۔ نقش اس در پہ رہا اپنی جبیں سائی کا۔

نمبر۱۰۔ مصرع طرح۔ گل کو خنداں دیکھکر شبنم کو گریاں دیکھکر۔ تاریخ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۱۶ء بمقام گیا

قافیہ ردیف

نمبر۱۱۔ نوٹ کاپی نمبر۲

مشاعرہ ملجی صاحب تاریخ ۱۲ر جون ۱۹۱۵ء روز شنبہ وقت شب مکان ملجی صاحب

مصرع طرح:۔ ہاتھ ٹوٹیں ترے گھڑیال بجانے والے۔

قافیہ ردیف

نمبر۱۲۔ نوٹ کاپی نمبر۲

نمبر۱۳۔ نوٹ کاپی نمبر۲۔ مشاعرہ عرش تاریخ ۱۵ر اگست ۱۹۱۰ء

مصرع طرح:۔ خبط کیا کیا کر گئی دلی کی ویرانی مجھے۔

قافیہ ردیف

مشاعرہ عرش تاریخ ۱۰ر دسمبر روز یکشنبہ وقت دوپہر دن بڑا باغ

مصرع طرح:۔ ظلمات دھوپ ہے مرے روز سیاہ کی۔

قافیہ ردیف

نمبر۱۴۔ نوٹ کاپی نمبر۲

مشاعرہ شہزادو صاحب ۲۰ر جنوری ۱۹۱۲ء روز شنبہ مکان پیارے صاحب گیا

مصرع طرح۔ مجبور ہے تحریر مقدر سے بشر بھی

قافیہ ردیف

نمبر۱۵۔ نوٹ کاپی نمبر۲

مشاعرہ شہزادو میاں مجید تاریخ ۳ر دسمبر ۱۹۱۰ء روز شنبہ ۶ بجے شب مکان پیارے صاحب

پنچایتی اکھاڑہ گیا۔ مصرع طرح:۔ مسیحا کو مرنے کی حسرت ہوئی

قافیہ ردیف

نمبر۱۶۔ نوٹ کاپی نمبر۲۔

مشاعرہ عرش ۱۵ر اگست ۱۹۱۰ء

مصرع طرح۔ ابھی کیا ہوا ہے ابھی کیا ہوا ہے۔
قافیہ ردیف

نمبر ۱۷۔ نوٹ کاپی نمبر ۱

مشاعرہ سید اسماعیل بتاریخ ۲۹ر ستمبر روز شنبہ وقت شب

مصرع طرح اوّل :۔ جناب شیخ کی بھی وضع دنیا سے نرالی ہے۔
قافیہ ردیف

مصرع طرح ثانی۔ کمبخت دوست ہو کر دشمن ہی آبرو کا
قافیہ ردیف

نمبر ۱۸۔ نوٹ کاپی نمبر ۱

مصرع طرح مشاعرہ گیا۔ آئے ایسے باغ میں اور خالی داماں لے چلے
قافیہ ردیف

نمبر ۱۹ نوٹ کاپی نمبر ۲

مشاعرہ بادشاہ نواب صاحب عشرتی تاریخ ۲۲ر ستمبر ۱۹۱۲ء روز یکشنبہ وقت ہفت نواخت روز بادشاہ منزل پٹنہ گذری۔

مصرع طرح :۔ ساقی مے گلرنگ پلا آج چمن میں۔
قافیہ ردیف

نمبر ۲۰۔ تاریخ مشاعرہ ۶ نومبر ۱۹۱۵ء مکان ملک مختار احمد صاحب۔

مصرع طرح :۔ شجر سکتے میں ہے خاموش ہے بلبل نشیمن میں۔
قافیہ ردیف

نمبر ۲۱۔ نوٹ کاپی نمبر ۲

مشاعرہ آرہ تاریخ ۱۶ر مئی ۱۹۱۴ء روز شنبہ وقت شب۔ مکان امیر حسن بدر۔ مصرع طرح۔ مرا خامہ بھی کار مانی و بہزاد کرتا ہے

عکس نقاشی جو حضرت عشرت دیوان کے لئے تیار کر رہے تھے
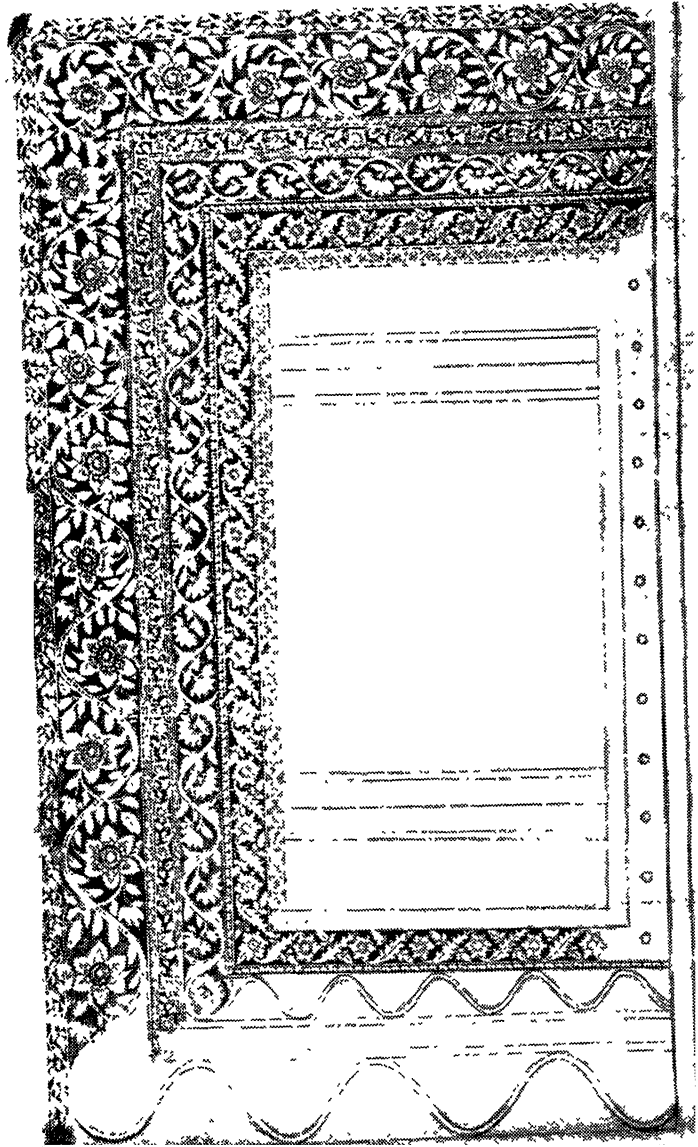
نمونۂ تحریرِ شکستہ حضرت عشرت
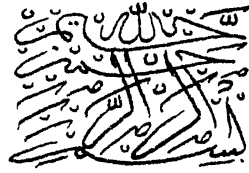
نیا اعجاز دکھلاتا ہے اندازِ رقم میرا
کہ طے کرتا ہے راہِ حمد کو سر سے قلم میرا

مضامیں حمد کے جب ڈھونڈھنے کو میں نکلتا ہوں
فضائے لامکاں سے آگے پڑتا ہے قدم میرا

نہیں ہے جلوۂ جاناں سے خالی ایک ذرّہ بھی
وہ عالم جس کو کہتے ہیں وہ ہے بیت الصنم میرا

ہوا فرمانِ ربُ وزِ بخشیں فرطِ رحمت سے
رہیگا پردہ پوشِ عاصیاں ابرِ کرم میرا

الٰہی بارِ عصیاں سے یہاں تک جھک گیا ہوں میں
کہ نقشِ سجدہ پر بنتا ہے اب نقشِ قدم میرا

مجھے حاصل ہو کیا تفریح اس گلزارِ عالم میں
ہمیشہ سے تفرّج گاہ ہے باغِ قدم میرا

تری رحمت کے صدقے یا الٰہی دستگیری کر
کہ بارِ معصیت سے اُٹھ نہیں سکتا قدم میرا

دِکھا دے جلوۂ مہرِ جمالِ سرورِ عالم
الٰہی وقتِ آخر آنکھوں میں اٹکا ہے دم میرا

نظر آتا نہیں ہے خواب میں بھی جلوۂ عالی
اِسی ارمان میں عشرت نکل جائے گا دم میرا

کرشمہ دیکھ کر ادنیٰ ترے بحرِ شفاعت کا   نہایت جوش پر ہے دل گنہگارانِ امت کا

گنہگاروں کو کیا غم سوزِ خورشیدِ قیامت کا   کہ زیرِ دامن حضرت ہے سایہ ابرِ رحمت کا

کلام اللہ میں جس کا خدا خود مدح گستر ہو   زباں کو آدمی کے حوصلہ کیا اُسکی مدحت کا

بٹھایا نقش دل پر عاصیوں کے اے شہ یثرب   دیا حق نے تجھے چلتا ہوا سکّہ شفاعت کا

ہمہ تن گوش محبوبِ خدا ہے آج اے عشرت
بغل میں داب کر لے جاؤ افسانہ مصیبت کا

نہ اجل کا خوف ہوتا نہ کچھ اضطرار ہوتا   ترے پیشِ در ستمگر جو مرا مزار ہوتا

نہ عدو کو راہ ملتی مری تیرہ روزیوں سے   ترے پیشِ در ستمگر جو مرا مزار ہوتا

نہ رقیب سجدہ کرتے، نہ عدو طواف کرتے   ترے پیشِ در ستمگر جو مرا مزار ہوتا

ابھی کچھ تو اور بڑھتی تری مشقِ جور ظالم   ترے پیشِ در ستمگر جو مرا مزار ہوتا

ترا کوچہ رکھتا روشن مرا داغِ نامرادی   ترے پیشِ در ستمگر جو مرا مزار ہوتا

ترا قرب مر کے ملتا، ترے زیرِ سایہ رہتا   ترے پیشِ در ستمگر جو مرا مزار ہوتا

نہ تو قلب ہوتا مضطر، نہ تو موت ہوتی دوبھر   ترے پیشِ در ستمگر جو مرا مزار ہوتا

یونہی لاکھ بار جیتے، یونہی لاکھ بار مرتے   تری رہ گزر میں ظالم جو مرا مزار ہوتا

نہ نشانِ قبر رہتا، نہ عدو لگاتے ٹھوکر   تری رہ گزر میں ظالم جو مرا مزار ہوتا

مری ہمدمی نہ کرتا جو وہ موجۂ تبسّم   تو چراغِ بیکسی گل نہ سرِ مزار ہوتا

جو لپٹ کے رہ گیا تھا کسی دامنِ جفا سے   تو خدا یہ کرتا عشرت وہ مرا غبار ہوتا

ہے شور خدا کی عاشقی کا　　کیا چیز ہے حسن آدمی کا
محبس ہے جو تنگ بیکسی کا　　ارماں ہے قید جی میں جی کا
ہے غم سے جو ربط ہر گھڑی کا　　برہم ہے مزاج بیکسی کا
روشن رہے داغ بیکسی کا　　بجھتا ہے چراغ زندگی کا
آئیں ترے آگے ماہ و خورشید　　دعوے ہے اگر برابری کا
ہے ناوکِ ناز چور شاطر　　دل لے گیا پہلو سے کبھی کا
دکھلاؤنگا سُرمہ کی ہیں تحریر　　پوچھینگے سبب جو خامشی کا
اے دامنِ دشتِ نجد تو ہی　　پردہ ہے مری برہنگی کا
روشن نہیں دل میں داغ فرقت　　جلتا ہے چراغ بے کسی کا
خوش کیوں ہو نکال کر تم　　کیا مطلبِ دل ہوا عی کا
زانوئے حبیب پر جو ہے سر　　جاگا ہے نصیب بیخودی کا
جبتک نہ ہو سبزہ ابر ساقی　　بے لطف ہے دَور میکشی کا

ڈھونڈھے نہ ملے گی شام عشرت
ہے تیرہ و تار دن غمی کا

رُتبہ بلند کیوں نہ ہو چشمِ پُر آب کا　　ہے عید میکشوں کو برسنا سحاب کا
خاموش رُعبِ حُسن سے ہم ہیں وہ ناز سے　　مسدود راستہ ہے سوال و جواب کا
پچھتا تا ہوں لگا کے بُت سنگدل سے دل　　پتھر پہ میں نے پٹکا ہے شیشہ شراب کا

آنکھوں سے، چتونوں سے، تمہارے مزاج سے
لیتا ہے آسماں بھی سبق انقلاب کا

ساقی نے اُس کو بہرِ صبوحی کیا پسند
چمکا نصیب اب قدحِ آفتاب کا

اِک اِک قدم بڑھاتا ہے تھم تھم کے بزم میں
اٹھکھیلیوں سے چلتا ہے ساغر شراب کا

اچّھا کیا کہ آپ نے پامال کر دیا
قصّہ ہی چُک گیا دلِ خانہ خراب کا

ساقی کے مُنہ لگانے سے عزّت فزوں ہوئی
اب ہاتھوں ہاتھ چلتا ہے ساغر شراب کا

فرقت میں سمجھے ہم مے احمر کو دیکھ کر
لبریز خونِ دل سے ہے شیشہ شراب کا

اعجاز ہے یہ ساقی رشکِ مسیح کا
بے پاؤں چل رہا ہے جو ساغر شراب کا

رہتے ہو آنکھوں میں مگر آتے نہیں نظر
انداز یہ نیا ہے تمہارے حجاب کا

پامال حشر، فتنے تصدق، قضا نثار
کیا کہنا آپ کی نگہِ پُر حجاب کا

اُٹھ اُٹھ کے دردِ دل نے سنبھالا ہے ہجر میں
جب جب ہوا ہے ہم پہ ہجوم اضطراب کا

موجِ نسیمِ صبح بھی شاید ہے محتسب
ظالم نے چور کر دیا ساغر حباب کا

حاجت مسافروں کو نہیں اہتمام کی
کافی ہوا کو ہوتا ہے خیمہ حباب کا

ہرگز شعاعِ حُسن پہ جمتی نہیں نظر
کرتی ہے کام برقِ تجلی نقاب کا

ممکن نہیں کہ دامنِ قاتل سے چھُٹ سکے
عاشق کا خون رنگ نہیں ہے شہاب کا

مٹتی نہیں جو سبزۂ مدفن کی تازگی
عشرت میں کشتہ تھا کسی تیغ خوش آب کا

نہ ہوا بارِ دوشِ قاتل کا
کتنا ہلکا تھا خون بسمل کا

بجھ گیا جو چراغ محفل کا — وہ بھی ارمان تھا مرے دل کا
ہیں گلوں کے جو چاک پیراہن — سوگ گلشن میں ہے عنادل کا
جس پہ تھا مجھ کو آرزو کا گماں — خوب دیکھا تو داغ تھا دل کا
اثرِ جذبِ دل دکھائے قیس — آج اُلٹ جائے پردہ محمل کا
وحشتیں قیس کی جو ہوں گستاخ — ٹکڑے ہو جائے پردہ محمل کا
جس کو ہم دودِ آہ سمجھے تھے — وہ جنازہ تھا حسرتِ دل کا
خاک اُڑائے نہ قیس جنگل میں — ہو مکدّر نہ پردہ محمل کا
اپنی کشتی کو ہم ڈبو بیٹھے — کون احساں اُٹھاتا ساحل کا
میری ہستی سے ہے عدم ظاہر — ہوں نتیجہ خیالِ باطل کا
رونق بزم ہے مرا جلنا — ہوں میں شاید چراغ محفل کا
نہ مٹی مر کے بھی گراں جانی — خاک ہو کر غبار ہوں دل کا
گرچہ زائل ہے طاقتِ گفتار (ق) — پورا کر لوں گا حوصلہ دل کا
ہر لبِ زخم سے کروں گا ادا — وصف خنجر کا شکر قاتل کا
ہمدمی دیکھ کر نزاکت کی (ق) — دہنِ زخم بولا بسمل کا
دے خدا دستِ نازمیں قوت — ہاتھ اوچھا پڑے نہ قاتل کا
تھا صعوبت کشی کا وہ مشتاق (ق) — نہ گھٹا مر کے حوصلہ دِل کا
لیجلا ہوں میں کنجِ مرقد میں — سر پہ احسان تیغ قاتل کا

تیغ کا امتحاں بھی ہے منظور (ق) دل بھی ہے کچھ کشیدہ قاتل کا
تم بھی عشرت چلو کہ قسمت سے
کام ہے آج گھر سے فاضل کا

پھر فصل گل کا دورِ میانِ چمن ہوا — پھر تازہ ان دنوں گلِ داغِ کہن ہوا
کاہیدہ اس قدر غمِ دل سے بدن ہوا — بعدِ فنا نسیم کا دامن کفن ہوا
جس سے نہ بندھ سکا کوئی مضبوط عہد بھی — حیراں ہوں کس طرح سے وہ پیماں شکن ہوا
پھولی پھلی نہ شاخِ تمنا تمام عمر — پامالِ یاس حسرتِ دل کا چمن ہوا
دوڑے حسود سنگِ ملامت لیے ہوئے — گربار ور کسی کا نہالِ سخن ہوا
اوچھے لگے جو زخم تو بسمل نے یہ کہا — لے چھوٹا ہاتھ بھی ترا پیماں شکن ہوا
دشتِ جنوں میں خاک اُڑاتی ہے بیکسی — رخصت جہاں سے کون غریب الوطن ہوا
عشرت سنا جو طعنۂ حاسد تو خوش ہوئے
ہم سمجھے یہ بہائے متاعِ سخن ہوا

مر کے بھی چھوٹا نہ دامن ہاتھ سے شمشیر کا — واہ کیا کہنا ہمارے خون دامنگیر کا
خنجرِ بیداد نے جب سے رہائی دی مجھے — میں نے پھر دیکھا نہیں آباد گھر زنجیر کا
غیر کی بھی ہے طلب ہم بھی بلائے جاتے ہیں — امتحاں ہے آج شاید بُرِشِ شمشیر کا
وہ تو ہیں آمادہ میری حلِ مشکل پر مگر — بوجھ بھی تو دستِ نازک سے اُٹھے شمشیر کا
ہو دلِ آوارہ باہر حلقۂ گیسو سے کیا — پیچ کچھ اس میں بھی شامل ہو مری تقدیر کا

تشنۂ خوں وہ ہے یاں دل میں اُڑا کرتی ہے خاک　　کس طرح ارمانِ دل نکلے کسی کے تیر کا

کس کو ہوگا رنجِ ظالم، کون بیٹھا ہے مرا　　بیکسوں کی لاش کو کیا فائدہ تشہیر کا

ترش روئی کا بتوں کے یہ اثر ہے بعدِ مرگ　　رنگ پھیکا پڑ گیا ہے خونِ دامنگیر کا

خونِ ناحق کرکے میرا کیوں ہوے بیخوف تم　(ق)　گر نہیں پرساں ہے کوئی عاشقِ دلگیر کا

بازپرسِ روزِ محشر سے بچوگے کس طرح　　کس طرح چھوٹیگا دھبّہ خونِ دامنگیر کا

خاک چھنوائی جوانی میں ہمیشہ کو بکو

حوصلہ عشرت نہ نکلا پھر بھی چرخِ پیر کا

دیکھ لے مشتاق اُسکے روے پُر تنویر کا　　مہرِ محشر ہے مرقع یار کی تصویر کا

کج پڑا تیرِ نگہ دل پر جگر بھی چھِد گیا　　اِس سے پہلے راستی شیوہ تھا اُنکے تیر کا

میرے دردِ دل کا یارب کوئی مونس بھیجدے　　ہو جراحت تیر کی یا زخم ہو شمشیر کا

دو قدم چلکر ابھی کردیجیے محشر بپا　　وعدۂ دیدار میں کیا فائدہ تاخیر کا

میں بہاؤں جوئے خوں آنکھوں سے اپنی کوہکن　　اور ہو عالم میں شہرہ تیری جوئے شیر کا

فہم سے باہر صفائی ہے یہ جسمِ یار کی　　رنگ ظاہر ہے گلوئے صاف سے تقریر کا

مدتیں گزریں شبِ فرقت ہے اپنے حال پر　　واہ کیا اچھا اثر ہے نالۂ شبگیر کا

معصیت میں بھی مری شامل ہے طاعت کچھ نہ کچھ　　جام ہے ہاتھوں میں لب پر شکر ہے تقدیر کا

لے چلے آتے ہیں غیروں کو لیے مرقد پہ وہ　　حوصلہ کچھ اور ہے اے جذبِ دل تاثیر کا

کس قدر ہے پاسِ ناکامی کہ چھپ جاتے ہیں خود　　نالۂ دل دور سے منہ دیکھ کر تاثیر کا

ہے یہ مجھ وحشت زدہ سے آہ سوزاں کا سلوک   شعلۂ جوالہ ہر حلقہ بنا زنجیر کا

پہلے ہی سے ہوگئی خانہ خرابی میہماں   قصد ہی تھا میرا غربت خانہ کی تعمیر کا

غنچۂ گل دیکھ کر میں نے یہ سمجھا ہجر میں   خون میں ڈوبا ہوا ہے کوئی پیکاں تیر کا

منزل مقصود گم ہے چھانتا پھرتا ہوں خاک   پاؤں میں بھی آگیا چکر مری تقدیر کا

دولت کونین ہے عشرت مرے زیر قدم
کام کچھ اہل قناعت کو نہیں اکسیر کا

ذہن پر چڑھتا نہیں ہے نام بھی آرام کا   واہ کیا آغاز ہے اس عشق خوش انجام کا

مرثیہ کہہ لیجئے عیش و راحت و آرام کا   ہوتا اگر آغاز الفت میں خیال انجام کا

میں نے تو منہ بھی نہیں دیکھا کبھی آرام کا   کیوں کشیدہ ہے مزاج اس گردش ایام کا

پھر شروع فصل گل نے ہم کو دیوانہ کیا   پھر ہوا جاتا ہے گم ہمدم خیال انجام کا

تیرہ روزی ہے یہی تو روز محشر بھی نہ مجھے   ہوگا مہر حشر پر دھوکا چراغ شام کا

آئے تنہا اور چلے تنہا سوئے ملک عدم   حال ہے یکساں مرے آغاز کا انجام کا

زاہد نا فہم کہتا ہے جسے عرش بریں   ہم سمجھتے ہیں اسے زینہ کسی کے بام کا

جب چلے دس بیس کو پامال کر ڈالا ضرور   تم نے بھی انداز سیکھا گردش ایام کا

بزم میں گردش رہی انکی سدا میرے خلاف   دور ساغر بھی ہے پیرو گردش ایام کا

منتشر ہو کوئے جاناں سے نہ یارب میری خاک   حوصلہ نکلے نہ یارب گردش ایام کا

تیری آنکھوں سے ہوا دعوائے ہمچشمی اسے   پوست کھینچا جائیگا اس جرم میں بادام کا

روکے کہیں ہم دل آوارہ کو عشرت ضرور
کوئی پہلو بھی تو ملجائے کہیں آرام کا

پس قتل کہتا ہے خنجر کسی کا
کہ اب تو نہیں قلب مضطر کسی کا

کریگا جو انصاف خنجر کسی کا
چکاؤں گا جھگڑا مقرر کسی کا

یہ کہتا ہے اب جسم لاغر کسی کا
کہ بن جاؤنگا تار بستر کسی کا

مری سخت جانی ہے بدشکل ایسی
کہ منہ پھیر لیتا ہے خنجر کسی کا

وہ خط پھیر کر میرا قاصد سے بولے
پڑھے کون بیکار دفتر کسی کا

ذرا آپ تشریف لے چل کے دیکھیں
بُرا حال ہے بندہ پرور کسی کا

رہ جستجو خود ابھی ڈھونڈھتا ہے
خضر ہوگا کیا خاک رہبر کسی کا

شب ہجر میں موت نے منہ دکھایا
بگڑ کر بنا ہے مقدر کسی کا

علاج اچھا ہو جوش وحشت کا اپنے
جو ٹوٹے رگ جاں میں نشتر کسی کا

وہ بُت ہمرہ غیر تھا خواب میں بھی
خیال اب کروں خاک پتھر کسی کا

اُجاڑا بتوں نے مرے دل کو جیسا
اُجاڑے نہ اللہ یوں گھر کسی کا

مٹے گی لڑائی نہ یوں روح و تن کی
یہ جھگڑا چکا دے گا خنجر کسی کا

یہاں خاک بھی ہو گئی میری ابتر
وہاں دل سے ہے ابتک مکدر کسی کا

قسم ہے مرے خوں کی تجھکو رگ جاں
کہ پیاسا نہ رہ جائے خنجر کسی کا

نہ گھبرا رہ عشق و الفت میں اے دل
یہی حال ہوتا ہے یاں ہر کسی کا

پھراتا ہے کیوں در بدر چرخ مجھکو　　نہیں سر کسی کا، نہ ساغر کسی کا
مری سخت جانی نے روکا ہے رستہ　　کہ رُک رُک کے چلتا ہے خنجر کسی کا
نہ آئی اجل بھی مرے غمکدے میں　　نہ ہوا ایسا ویرانہ بھی گھر کسی کا
چلیں حسرتیں میرے دل سے یہ کہکر　　رہے بنکے ارمان نشتر کسی کا
غضب کا تجاہل ہے، وہ پوچھتے ہیں　　نکلتا ہے کیوں دم کسی پر کسی کا
قیامت میں ابر کرم سبھجے زاہد　　لگے ہاتھ گر دامن تر کسی کا
یہ راحت ملی تیرے کشتوں کو ظالم　　کہ بالیں سے اُٹھتا نہیں سر کسی کا
نہ آؤگے تم موت ہی آرہے گی (ق)　بہل جائے گا قلب مضطر کسی کا
تمھیں پر نہیں ختم کمتر نوازی　　خدا بھی تو ہے بندہ پرور کسی کا

کروں جتنی تعظیم عشرت بجا ہے
ہمیں ہے میرا کبوتر کسی کا

آہٹ تمہاری پائے اگر گوش نقشِ پا　　بول اُٹھے مرحبا لب خاموش نقشِ پا
ہم خاکساریوں ترے کوچہ میں ہیں پڑے　　گویا شبیہ صورت حنا موش نقشِ پا
پڑتی ہے اُڑکے ہمسے گراں جانوں کی جو خاک　　اللہ دُکھ نہ جائے کہیں دوش نقشِ پا
ظالم ہماری خاک تو برباد ہو چکی　　اب کس لیے کشادہ ہے آغوش نقشِ پا
اے سرکشانِ دہر ذرا سُن لو غور سے　　کہتے ہیں تم سے کچھ لبِ خاموش نقشِ پا
یارب بنوں میں مرکے غبارِ رہِ صنم　　ہو مُشتِ خاکِ میری کفن پوش نقشِ پا

اُن کی گلی کا چھوٹنا عشرت محال ہے
ہم ہیں اسیرِ حلقۂ آغوشِ نقشِ پا

کیا پوچھتے ہو نام مجھ آشفتہ نوا کا
عاجز ہوں، گنہگار ہوں، بندہ ہوں خدا کا

مشکورِ دمِ قتل ہوں میں تیغِ جفا کا
صد شکر تقاضا نہ ہوا مجھ پہ قضا کا

کب بوسہ لیا میں نے تمہاری کفِ پا کا
کیوں رشک سے دل خون ہوا رنگِ حنا کا

ممکن نہیں تا بابِ اجابت ہو رسائی
ناکامیوں کے ہاتھ میں دامن ہے دعا کا

سوزِ تپِ فرقت سے جو کانٹے ہیں زباں میں
دامن کہیں اُلجھے نہ مری آہِ رسا کا

ہم مر بھی چکے سوزِ نہاں کر بھی چکا خاک
باقی ہے مگر ظلم ابھی بادِ صبا کا

سائل ہوں مگر ہمتِ عالی کا دھنی ہوں
گردوں کی طرف ہاتھ نہ اُٹھے گا دعا کا

کیا سجدہ کروں تم کو تو شرم کی جا ہے
ہوں لاکھ گنہگار پہ بندہ ہوں خدا کا

وہ پوچھتے ہیں کیوں تری شوخی نہیں جاتی
خلوت میں اگر کام نہیں میری حیا کا

بیرحمئ گلچیں نے جو توڑا کوئی غنچہ
دل ٹوٹ گیا بلبلِ بے برگ و نوا کا

تم ایسے تھے نازک کہ اُٹھانے رہے فتنے
ہم ایسے تھے لاغر نہ اُٹھا ہاتھ دعا کا

آرام نہ آئیگا اُچٹ جائیں گی نیندیں
قصہ نہ سنو اس دلِ آشفتہ نوا کا

اللہ ری نقاہت کہ کھلا بابِ اجابت
او ضعف سے یاں اُٹھ نہ سکا ہاتھ دعا کا

محرابِ عبادت ہے ہر اک خاک نشیں کو
نقشہ ہے خدا ساز بتوں کی کفِ پا کا

کیا جاؤں میں بتخانے سے اُٹھ کر سوئے کعبہ
یاں تو کوئی صورت بھی ہے واں نام خدا کا

سُن کر وہ تغافل کا گلہ کہتے ہیں ہنس کر — اِک نام ہے یہ بھی مرے اندازِ حیا کا

کُھلتا ہی نہیں ناخنِ تدبیر سے یا رب — دل بھی کوئی عقدہ ہے کسی بندِ قبا کا

گُل چاک گریباں ہیں، تو دل تنگ ہیں غنچے — ماتم ہے مگر بُلبُلِ بے برگ و نوا کا

بیکار بھی رندوں میں گیا ناصحِ ناداں — کیا جانیے کیا حال ہوا مردِ خدا کا

اے مرگِ غریب الوطنی شُکر ہے تیرا — احساں نہوا سر پہ مرے اہلِ عزا کا

تم ہم سے تبو کرتے ہو کیوں حشر کا وعدہ — موقوف قیامت پہ ہے دیدارِ خدا کا

کیا مجمعِ اعدا سے ڈریں حضرتِ عشرت

ہے اُن کا مددگار علی شیرِ خدا کا

مِرے گریہ سے پانی ہو گیا دل موجِ دریا کا — پریشانی نے میری رنگ اُڑایا رُوئے صحرا کا

تصوّر گوشۂ دل میں نہیں زلفِ چلیپا کا — کھنچا ہے صحنِ بیت اللہ میں نقشہ کلیسا کا

ہمیشہ ہے تصوّر دل میں اُس زلفِ چلیپا کا — حرم کا رُک رکھا ہے سیاہ شام نے نا کا

قیامت کی ہے شوخی رنگ تو دیکھو کفِ پا کا — تبو تیرا احساں ہے مرے خونِ تمنّا کا

چلے آتے ہیں وہ اٹھکیلیوں سے قبرِ عاشق پر — ابھی تک حوصلہ باقی ہے شاید ظلمِ بیجا کا

نہیں اُٹھنے ہیں بزمِ مے سے ساقی کے اُٹھائے بھی — بہانہ مل گیا مستوں کو اچھا لغزشِ پا کا

ہوا ہے تارک الدنیا تو زاہد بادہ خواری کر — نہیں کچھ نشہ میں رندوں کو رہتا ہوش دنیا کا

تجلّی کی نمائش کیوں غلط انداز ٹھہری ہے — کیا خود بیخودی نے فاش پردہ ہوشِ موسیٰ کا

تواضع کی چلن سے سر جھکایا آبلوں نے بھی — بڑھا اُفتادگی سے مرتبہ نقشِ کفِ پا کا

سنانیں سیدھی ہیں خارانِ صحرائے مصیبت کی ۔۔۔ نگہباں ہے خدا وحشت میں اب مجھ آبلہ پا کا

مجھے کیونکر ہو نفرت نامرادی سے خدا رکھے ۔۔۔ یہی تو اک رسیدہ ہے ثمر شاخِ تمنّا کا

بہارِ خلد ہے دل میں تصوّر سے حسینوں کے ۔۔۔ گماں ہر نخل قامت پہ ہے مجھکو شاخِ طوبےٰ کا

تھمے سیلابِ اشکِ چشمِ تر کس طرح مژگاں سے ۔۔۔ کبھی ممکن ہی خار و خس سنبھالیں جوشِ دریا کا

ابھی ہو جائیں تر سوکھی زبانیں خارِ صحرا کی ۔۔۔ گزر دشتِ جنوں میں ہو اگر مجھ آبلہ پا کا

یہ دورِ بیخودی ہے کیفِ چشمِ مستِ ساقی سے ۔۔۔ نہ میں شرمندہ ساغر کا نہ احساں مجھ پہ صہبا کا

کفن پاتے کہاں سے ہم سے دیوانے پسِ مردن ۔۔۔ تنِ عریاں پہ احساں رہ گیا دامانِ صحرا کا

ابھی سب کچھ، ابھی کچھ بھی نہیں اللہ ری نیرنگی ۔۔۔ حسینوں کی وفائیں ہیں کہ مد و جزر دریا کا

نہیں کچھ وجہ رسوائی ہی چاکِ دامنِ یوسف ۔۔۔ حقیقت میں تو تھا وہ پردۂ عصمت زلیخا کا

یہی وحشت زدوں کے جی بہلنے کا ٹھکانا ہے ۔۔۔ مدد اے ضعف! دامن ہاتھ سے چھوٹے نہ صحرا کا

تری برقِ نگہ کی اللہ اللہ ری جہاں سوزی ۔۔۔ اِدھر لپکی، اُدھر چمکی، اِدھر جھانکا، اُدھر تاکا

حسینوں نے جو باخودہا میں حصّے کر لیے عشرت
مگر تھا نقدِ دل میرا بھی شاید مالِ یغما کا

ٹھنڈا کیا پلا کے مجھے اُس نے آبِ تیغ ۔۔۔ سیراب آج تشنۂ دیدار ہو گیا

اے انتظارِ یار شبِ ہجر میں مجھے ۔۔۔ جینا تو کیا کہ مرنا بھی دشوار ہو گیا

دشمن نے میری موت جو چاہی تو کیا گلہ ۔۔۔ میں خود ہی اپنی زیست سے بیزار ہو گیا

بے چین ہم ہیں عشق میں ناصح تو تجھکو کیا ۔۔۔ تو کیوں ہمارے درپے آزار ہو گیا

تکلیفِ نزع سے ہمیں کیا خوفِ واعظا — ایسا تو ہجرِ یار میں سَو بار ہو گیا
فرطِ خوشی سے مر ہی گئے اُن کو دیکھکر — ہم کو تو زہر شربتِ دیدار ہو گیا
اے شورِ حشر چین سے سونے دے زیرِ خاک — تو بھی کسی کی شوخیٔ رفتار ہو گیا
اِس ضعف کا بُرا ہو نہ رکھا کہیں کا بھی — جینے سے ہاتھ اُٹھانا بھی دشوار ہو گیا
بَن بَن کے تیر دل میں اُترتا ہے ہر نفس — دم لینا ہجرِ یار میں دشوار ہو گیا

الفت بڑھی تو اور متاعِ خرد لُٹی
دَولت بڑھی تو اور میں نادار ہو گیا

دکھائیں لاکھ تلوّن مزاجیاں لیکن — زمانہ رنگ تمہاری طرح بدل نہ سکا
ہجومِ حسرتِ دیدار نے یہ روکی راہ — کہ آ کے رہ گیا آنکھوں میں دم نکل نہ سکا
ہوائے کوچۂ جاناں کی یہ عنایت تھی — کہ ایک شب بھی چراغِ مزار جل نہ سکا
اَزل میں سایہ پڑا تھا جو اُن کی زلفوں کا — تو عمر بھر مری قسمت کا بَل نکل نہ سکا
کسی کا تیرِ نظر دل میں گھر بنا کے رہا — یہ میہمان نکالے سے بھی نکل نہ سکا
اُٹھا لیا جسے مجھ ناتواں کی ہمّت نے — فلک سے بھی تو وہ بارِ گراں سنبھل نہ سکا

وہ تیز گام رہِ عاشقی میں ہوں عشرت
خضر بھی مجھ سے کبھی دو قدم نکل نہ سکا

اُسکی غمخواری نے مرتے مرتے شرمندہ کیا — وقتِ آخر تک خیالِ دلربا آیا کیا
دل نہ باز آئے محبّت سے تو میری کیا خطا — ناصحا میں بھی تو تیرے ساتھ سمجھایا کیا

کیا ہوا ظالم خلافِ وضع شایانِ ستم — میں تجھے چشمِ تصوّر سے اگر دیکھا کیا
اُس کی رفتارِ قیامت خیز کا کیا پوچھنا — مدتوں جس سے فلک مشقِ ستم سیکھا کیا
منتظر ہی میں رہا آیا نہ وہ وعدہ خلاف — موت کا رشتہ بھی میں نے مُفت ہی کھوٹا کیا
آتشِ فرقت نہ بجھنے پائی دل میں عمر بھر — سینۂ صد چاک سے ہر دم دھواں اُٹھا کیا
حضرتِ ناصح یہ کیا اُلجھی ہوئی تقریر تھی — آپ سمجھایا کیے اور میں اُسے سمجھا کیا
ہم غریبوں کی دل آزاری کا یہ بدلا ملا — اے شبِ فرقت خدا نے مُنہ ترا کالا کیا
اچّھوں کے خواہاں سبھی ہیں تم خدا سے پوچھ لو — میں نے بھی چاہا اگر تم کو تو کیا بیجا کیا
گوشۂ تربت میں بھی رہنے نہ پائے چین سے — شوخیٔ رفتارِ جاناں نے ستم برپا کیا
اِک چراغِ آرزو روشن دلِ ویراں میں تھا — اے ہوائے یاس تو نے کیوں اُسے ٹھنڈا کیا
سر پہ احسانِ اجل بیکار ہی رہ جائیگا — تم نے میرے قتل کرنے میں اگر وقفا کیا
دینُ ایماں عقل و ہوش و صبرِ دل سب چھٹ گئے — عشقِ غارتگر نے اپنوں کو بھی بیگانا کیا
چھوڑو بھی عذرِ نزاکت کھینچو بھی تیغِ ستم — دیکھو پھر تم نے ہمارے قتل میں حیلہ کیا
پائے قاتل پر سرِ شوریدہ جب کٹ کر گرا — میں یہ سمجھا وقتِ آخر شکر کا سجدہ کیا
واہ کیا کہنا ہے کیا اچھی کٹی ہے زندگی — موت ہی کی راہ ساری عمر میں دیکھا کیا
میں نے ہر بار نگاہِ دیدۂ مشتاق کو — شوق سے صرفِ نقابِ عارضِ زیبا کیا
جی اُٹھیں مردہ تمنّائیں نگاہِ لطف سے — حق یہ ہے نام مسیحا آپ نے زندا کیا
ہاتھ کچھ اوچھا پڑا یا کند تھی تیغِ ستم — کیوں دہانِ زخم نے یہ خندۂ بیجا کیا

جب یہ دیکھا محوِ خود بینی ہے وہ آئینہ رو — میں نے بھی مشقِ صفا سے دل کو آئینہ کیا

طالبِ صادق ٹلیگا لن ترانی سے کبھی — تم نے مجھ پر بھی گمانِ حضرتِ موسے کیا

اے بُتِ یکتا ترے کوچہ کو کوئی کچھ کہے — میں تو اپنا کعبۂ مقصود ہی سمجھا کیا

کمسنی ناکردہ کاری سے نہیں بندھتا درست — وہ تو سَو سَو طرح پیمانِ وفا باندھا کیا

اب کہاں رشکِ رقیباں اب کہاں رنجِ فراق (ق) فکر سے دونوں جہاں کی مجھکو بے پروا کیا

سر اُٹھا سکتا نہیں میں بارِ احساں سے کبھی — قتل کر کے گویا قاتل نے مجھے زندا کیا

عشق کی دولت نے کب رکھا مجھے درماندہ کار (ق) مرگِ غربت میں بھی ہر ساماں نیا پیدا کیا

حسرتیں جلتی ہیں مثلِ شمع بالینِ مزار — دودِ آہ بیکسی نے قبر پر سایا کیا

مفلسی میں بھی رہی عشرت مری ہمت بلند

کچھ نہیں تو نقدِ دل ہی اُن پہ میں وارا کیا

تمھیں دل لیکے میرا جانِ من ہوگی مسرت کیا — مجھے حاصل ہوا جز رنج و غم اُسکی بدولت کیا

کہوں اُنسے دلِ حسرت زدہ کی اپنے حالت کیا — وہ کہتے ہیں کہ تو کیا اور تیرے دلکی حسرت کیا

رکھے گی ہم کو مضطر گوشۂ تربت کی ظلمت کیا — نہ چمکیگا لحد میں آفتابِ داغِ حسرت کیا

کمی کس فتنہ کی ہے اور مدد کی ہے ضرورت کیا — تمہاری چال سے لپٹی نہیں چلتی قیامت کیا

لگاتا ہے لحد پر ٹھوکریں او بے مروّت کیا — نہ رہنے پائیگی دنیا میں کسی بیکس کی تربت کیا

نہ ہوتا دل تو کاہے کو مصیبت عشق کی ہوتی — نہیں معلوم خالق نے رکھی ہے اسمیں حکمت کیا

پسند تیرِ مژگاں ہو تو حاضر ہے دلِ پُر غم — غریبوں سے تکلف برطرف حاضر میں حجت کیا

نگاہ لطف ہی سے دیکھ لو یہ بھی غنیمت ہے
دل خوں گشتہ ہو اک مال مفلس اسکی قیمت کیا

خلش ہائے نگاہِ ناز کا خوگر ہے دل میرا
کھٹک تیری ستائیگی مجھے اے خار حسرت کیا

اجل بھی آکے پھر جاتی ہے سو سو بار بالیں سے
جہاں میں ہوگا مجھ سا بھی کوئی برگشتہ قسمت کیا

یہی سادی ادائیں قتل عالم کے لیے بس ہیں
تجھے او فتنہ گر ہے احتیاج زیب زینت کیا

وہ ایذا دوست ہوں تکلیف سے تسکین پاتا ہوں
مجھے راہِ وفا میں پیش آئیگی صعوبت کیا

وہ کہتے ہیں اٹھائیں صدمۂ فرقت کی ایذائیں
خدا شاہد کہ مرجانے سے ہے ہم کو ندامت کیا

نظر جمنے نہیں دیتی صفائے عارض جاناں
رہینگے طالب دیدار محروم زیارت کیا

مرے احباب بھی ملتے ہیں اب بیگانہ وش مجھ سے
وفور صدمۂ و غم سے بدل جاتی ہے صورت کیا

سنبھلنے دینگے کیا جھونکے تجھے باد مخالف کے
کمر باندھی ہے دل سوزی پہ تو نے شمع تربت کیا

جو تھے دو چار تنکے آشیاں کے جل چکے کب کے
الٰہی ڈھونڈھتی پھرتی ہے اب برق مصیبت کیا

سمائی دو جہاں کی اس میں ہے یہ کیا معمہ ہے
بظاہر دیکھئے تو تنگنائے دل کی وسعت کیا

دم آخر مری بالیں پہ کیوں شرمائے جاتے ہو
نگاہِ واپسیں ہے میری طومار شکایت کیا

غضب میں جان ہے اور جان دیتے بن نہیں پڑتی
نگاہِ یار پوچھے گی ہوئی میری امانت کیا

وہ بت نامہرباں، اغیار آزردہ، فلک دشمن
مجھی پر ٹوٹی ہے اللہ دنیا بھر کی آفت کیا

بھری محفل میں اسکی شوخ چشمی لوٹے لیتی ہے
کرے نقد دل پرداغ کی کوئی حفاظت کیا

مرے آنسو مرے داغ جگر تو دھو نہیں سکتے
کسی ظالم کے دل سے دھوئینگے گرد کدورت کیا

میں کہتا ہوں کہ تم پر جان و دل قربان کرتا ہوں
وہ کہتے ہیں کہ آخر اس تکلف کی ضرورت کیا

میں اپنی حسرتیں کہتا ہوں تم کیوں غصہ کرتے ہو
میں اپنا حال کہتا ہوں تمھیں ہوتی ہے خفت کیا

رہوں میں یوں ہی از خود رفتہ یا جینے سے باز آؤں
تمہارے جلوۂ پیہم کی ہوتی ہے اجازت کیا

وطن کے فرش گل کو کیا میں عشرت بھول سکتا ہوں
دلاتے یاد ہیں چبھ چبھ کے خار دشت غربت کیا

پابند مجھ کو پایا جو صبر و قرار کا
دل حد سے بڑھ گیا ستم روزگار کا

کیا مرتبہ ہے تربت عصیاں شعار کا
سایہ ہے ابر رحمت پروردگار کا

دشمن ہی نکلا میرے چراغ مزار کا
آیا جو کوئی جھونکا نسیم بہار کا

یارب اِدھر بھی ہو گزر اس شہ سوار کا
چمکے نصیب میرے بھی دشت غبار کا

پھیلا ہے جال زلفِ پریشان یار کا
حافظ خدا ہے اِس دل ناکردہ کار کا

کیا پوچھنا ہے طولِ شبِ انتظار کا
بس اِک یہی جواب تو ہے زلف یار کا

یہ رنگِ یاس نہیں لبِ وعدہ خلاف پر
میں جانتا ہوں خون ہے قول و قرار کا

کوئی بھی مونسِ شبِ فرقت نہیں حضور
ہوتا ہے حال غیر دل بیقرار کا

برگشتگیِ بخت عنادل سے خوف ہے
پھر جائے الٹے پاؤں نہ موسم بہار کا

اِس مہروش کے عشق نے چمکا دیا نصیب
ہر ذرہ آفتاب ہے اپنے غبار کا

یارب تو خود ہی عرصۂ محشر میں دیکھ لے
کشتہ ہوں میں اسی نگہ شرمسار کا

عزلت پسند تھا میں کچھ ایسا کہ بعد مرگ
ملتا نہیں پتا کہیں میرے مزار کا

باقی ہے سرد مہری جاناں کا کچھ اثر
کیا خوف ہم کو گرمیِ روزِ شمار کا

وحشت کا بعد دفن بھی زائل نہیں فروغ — شعلہ بھی ننگے سر ہے چراغ مزار کا

ہم اپنے پاؤں توڑ کے دوزخ میں گر پڑیں — جنّت میں گر نہ وعدہ ہو دیدار یار کا

جوشِ جنوں میں خوب اُڑاؤں گا دھجیاں — دامن جو آئے ہاتھ میں ابر بہار کا

جنّت میں جی بہلنے کی صورت ہے کونسی — نقشہ تو آنکھوں میں ہے بسا کوئے یار کا

واعظ رموزِ عشق میں کھولے گا کیا زباں — اس بحث میں تو کام نہیں ہوشیار کا

ساقی کے ہجر میں مے احمر کو دیکھکر — ہم سمجھے ہے لہو رگِ ابر بہار کا

ایذا طلب میں وہ تھا کہ پہونچا جو دشت میں — منھ آبلوں نے چوم لیا نوک خار کا

دل میں لیے رہے مرے مرنے کے بعد بھی — کس درجہ پاس اُن کو ہے میرے غبار کا

تاثیر جذبِ دل میں نہ آہوں میں کچھ اثر — شکوہ میں کیا کروں کسی غفلت شعار کا

احسان یہ نسیم سحر کا رہے گا یاد — گھونگھٹ اُلٹ گیا جو عروس بہار کا

قاتل کو میرے خوں نے کیا بعد قتل خوش — مقتل میں لُطف ملنے لگا لالہ زار کا

بخشی وفورِ ضعف نے عمر خضرؑ مجھے — مشکل نکلنا تن سے ہے اب جان زار کا

قسمت کی تیرگی نہ گئی بعد مرگ بھی — جلتا نہیں چراغ ہمارے مزار کا

تربت پہ کوئی پھول نہ لایا نہیں سہی — گُل ہو گیا چراغ ہی میرے مزار کا

دل کے سوا قدم نہیں پڑتا زمین پر — یہ بھی نیا طریقہ ہے رفتار یار کا

رکھنے لگے ہیں دل میں حسینانِ مہ جبیں — اب عرش پر دماغ ہے میرے غبار کا

گردش سے اپنی باز نہ آئے گا چرخ ابھی — کچھ کچھ نشان باقی ہے میرے مزار کا

حرف آئے گا تمہاری نزاکت پہ اے بتو　　توڑو نہ آسرا کسی اُمیدوار کا

عشرت یہی نشانی ہے یارانِ رفتہ کی

ہر داغ ہے عزیز دلِ داغدار کا

دلِ دیوانہ کیوں رُسوا نہ ہوگا　　ہوا ہے عشق تو کیا کیا نہ ہوگا

جو اپنے ہوش سے گزرا نہ ہوگا　　وہ کوئے یار تک پہونچا نہ ہوگا

جو کوئے یار کا نقشا نہ ہوگا　　گزر جنّت میں بندے کا نہ ہوگا

ستم پرور جفا جو بے مروّت　　زمانے میں کوئی تم سا نہ ہوگا

صدائے لن ترانی سُنکے پھر آئیں　　یہ ہم سے حضرت موسےٰ نہ ہوگا

خدا کا ہوگا وہ مقبول بندہ　　جو اپنے نفس کا بندہ نہ ہوگا

الٰہی کب شب فرقت کٹے گی　　خدایا دن بھی ہوگا یا نہ ہوگا

نہیں پیش نظر گر جلوۂ یار　　کبھی مقبول وہ سجدہ نہ ہوگا

ہم اُن کی جستجو میں ہوگئے خاک　　وہ آئیں قبر پہ اتنا نہ ہوگا

یقیں ہے ہم کو اُنکی نازکی سے　　کہ پیمانِ وفا ٹوٹا نہ ہوگا

نتیجہ کیا ہے اس ظلم وستم کا　　ستاؤ تم مجھے شکوہ نہ ہوگا

جفائے یار کا شکوہ نہیں ہے　　تحمل رشکِ دشمن کا نہ ہوگا

ہے اتنا بار احساں تیرا قاتل　　کہ سر اپنا کبھی اونچا نہ ہوگا

ہزاروں بار آئے روز محشر　　جوابِ قامتِ بالا نہ ہوگا

ستم سہتا ہوں میں اتنا وہ کہدیں — کہ اس میں غیر کا حصہ نہ ہوگا
جو لطف خانہ ویرانی ہے ہمدم — جنوں منتِ کشِ صحرا نہ ہوگا
وہ آئیں گے سرِ گورِ غریباں — نشانِ قبر جب میرا نہ ہوگا
بتوں میں ہے جو شانِ بے نیازی — تو کیا دعوی خدائی کا نہ ہوگا
وہ دیکھیں گر مرا آئینۂ دل — تو یکتائی کا پھر دعوے نہ ہوگا
پڑا ہے عکس روئے صاف قاتل — کفن میرا کبھی میلا نہ ہوگا
جہاں ہے اُس بُتِ یکتا کی منزل — کسی کا وہم بھی پہونچا نہ ہوگا

خیالِ خام ہے تیرا یہ عشرتؔ
کرے گا عشق اور رسوا نہ ہوگا

کوئی رنج والم ایسا نہ ہوگا — کہ جس میں کچھ مرا حصہ نہ ہوگا
کہا میں نے وفا وعدہ نہ ہوگا — لگے کہنے کہ ہاں اچھا نہ ہوگا
وہ کمسن مہرِ اُلفت پر ہے مجبور — ستم کرنا ابھی آتا نہ ہوگا
تری بزمِ طرب میں او ستمگر — عدو ہونگے تو یہ بندہ نہ ہوگا
جوابِ خط نہ آنے کا گلہ کیا — مری تقدیر کا لکھا نہ ہوگا
وہ کہتے ہیں تجھے مجھ سے گلہ ہے — مقدر سے مگر شکوہ نہ ہوگا
شکایت نا روا ٹھہر گئی میری — بتوں کا ظلم بھی بیجا نہ ہوگا
کیا ہے جس نے وشت نجد آباد — وہ میرا ہی دل دیوانہ ہوگا

نہ بہلے گا مرا فردوس میں دل　　جو شغلِ بادۂ و مینا نہ ہوگا
عدو کو لے کے وہ آئے سرِ قبر　　ستم ہوگا مگر ایسا نہ ہوگا
جو ہم سر کاٹ کر قدموں پہ رکھ دیں　　کبھی وہ بے وفا اپنا نہ ہوگا
کریگا قدر کیا جورِ بتاں کی　　جو دل لذّتِ کشِ ایذا نہ ہوگا
یہی گر سوزِ غم کی ہے ترقی　　جگر میں خون کا قطرہ نہ ہوگا
ہجومِ رنج و غم سے ہجر میں بھی　　دلِ حسرت زدہ تنہا نہ ہوگا
مرا دل لے کے کھو بیٹھے تم آخر　　کوئی تم سا بھی بے پروا نہ ہوگا
گرے سر پائے قاتل پر جو کٹ کر　　ادائے سجدۂ شکرانہ ہوگا
ہمیں پر آپ خنجر آزمائیں　　ہمیں کچھ خون کا دعوےٰ نہ ہوگا
کرو وعدہ تو اتنا اور کہدو　　کہ اب فردا پس فردا نہ ہوگا
نہ ہوگا مجھ سا ناپرسان کوئی　　اجل نے بھی جسے پوچھا نہ ہوگا
مقدر بھی ہے اپنا گیسوئے یار　　کسی صورت کبھی سیدھا نہ ہوگا

بُری حالت میں کل تھا عشرتِ زار
یقیں ہے آج تک زندہ نہ ہوگا

کہا جو اُن سے کبھی دردِ جاں گزا اپنا　　وہ بولے ہے یہ فسانہ سُنا ہوا اپنا
درِ صنم پہ نہ کیوں آج سر جُھکا اپنا　　عدو نے چھوڑ دیا ہوگا نقش پا اپنا
عدو بھی دیکھ کے افسوس کرتے ہیں افسوس　　فراقِ یار میں کیا حال ہو گیا اپنا

خیالِ یار سے ہر وقت ہوتی ہیں باتیں   یہی ہے اب تو شب و روز مشغلہ اپنا

نہ اُٹھ سکیں قدمِ شوق سوئے کوئے حبیب   نہو اگر کششِ حُسن رہنما اپنا

کبھی تو آہی نکلتا ادھر بھی وہ بیرحم   اثر دکھاتا اگر نالۂ رسا اپنا

نہ جسکو خوفِ خدا ہے نہ پاسِ مہر و وفا   پڑا ہے اس بتِ کافر سے سابقہ اپنا

ہزار سعی پہ بھی تا بہ منزلِ جاناں   پہونچ سکا نہ خیالِ شکستہ پا اپنا

چلی ہزار نسیمِ بہار لیکن حیف   نہ غنچۂ دلِ افسردہ کھِل سکا اپنا

نہ کچھ غرور سے ہوگا نہ بے نیازی سے   بتو کہیں تو نہ سمجھونگا میں خدا اپنا

وہ بے وفا مری تربت پہ شاید آجائے   یہی ہے مرنے سے بس ایک مدعا اپنا

کراتی قتل میں تاخیر میرے او قاتل   کہ بخشوالوں میں تجھ سے کہا سُنا اپنا

شبِ فراق نہیں کوئی صورتِ تسکیں   نہ دل ہے پہلو میں اپنا نہ دلربا اپنا

یہ تھوڑا کام لیا گریۂ ندامت سے   کہ میں نے نامۂ اعمال دھو لیا اپنا

نکالنے پہ مصر ہے جو بزمِ جاناں سے   مجھے بھی سمجھا ہے دشمن نے مدعا اپنا

جو سوئے کوچۂ گیسوئے یار جاتا ہے   تو سوچ لے دلِ ناداں بُرا بھلا اپنا

طوافِ کعبہ سے کیا مجھ پہ شیخ کو ترجیح   دلِ شکستہ ہے خود خانۂ خدا اپنا

فراقِ یار میں صبر و سکون بھی چھوڑ گئے   نہ ٹھہرا کوئی مصیبت میں آشنا اپنا

شکایتِ ستمِ ناروا نہیں مجھکو   نگاہِ ناز سے میں لونگا خوں بہا اپنا

جگر میں درد ہی یا دل میں ٹیس ہی عشرت   کہ ہاتھ سینہ سے کرتے نہیں جُدا اپنا

بے یاریٔ بخت اوج پہ رُتبہ نہیں ہوتا ہر آبلہ عشرت ید بیضا نہیں ہوتا
یکساں کبھی محنت کا نتیجہ نہیں ہوتا سیاحی سے ہر شخص مسیحا نہیں ہوتا
ظالم ترا وعدہ کبھی پورا نہیں ہوتا کب آج کا فردا پسِ فردا نہیں ہوتا
جو در پہ ترے ناصیہ فرسا نہیں ہوتا مقبول خدا کا بھی وہ بندہ نہیں ہوتا
وحشت نہیں ہوتی ہے کہ سودا نہیں ہوتا ہو جاتا ہے جب عشق تو کیا کیا نہیں ہوتا
پوچھا تمھیں کچھ پاس وفا کا نہیں ہوتا کہنے لگے ہاں ہاں نہیں ہوتا نہیں ہوتا
کیوں جمع ہے خلقت مرے مقتل میں الٰہی کچھ قتل میں عاشق کے تماشا نہیں ہوتا
جو چاہے بکے اپنی زباں ہے کھتا ہے مُنہ میں کچھ دل پہ تو ناصح کا اجارہ نہیں ہوتا
باہر ہی سے تسلیم بجا لاتا ہے بندہ جب بزم میں شغل مے و مینا نہیں ہوتا
کیا بدلے جبیں سائی سے قسمت کا نوشتہ پیشانی میں تقدیر کا لکھا نہیں ہوتا
معدوم کی موجود سے ممکن نہیں تشبیہ مضمونِ دہن ہم سے نو پیدا نہیں ہوتا
وہ کہتے ہیں مجھ سے تمہیں غفلت کا گلا ہے ناکامی تقدیر سے شکوہ نہیں ہوتا
ہیں دفن مرے ساتھ سبھی حسرت و ارماں مردہ بھی مرا قبر میں تنہا نہیں ہوتا
سودا زدۂ عشق کو ذلت نہیں ہوتی بدنام محبت کبھی رسوا نہیں ہوتا
بے وجہ دل آزاریاں بےجرم جفائیں کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہیں ہوتا
تنہا شب غم چھوڑ گئے صبر و تحمل کوئی بھی بُرے وقت میں اپنا نہیں ہوتا
ممکن نہ تھا اب تک مرے پہلو میں نہ آتا دل حلقۂ گیسو میں جو اُلجھا نہیں ہوتا

ممکن نہیں دم بھر بھی رقیبوں سے ہو فرصت اب تو وہ تصوّر میں بھی تنہا نہیں ہوتا
اس ظلم و ستم کا تو نہیں کوئی نتیجہ تم لاکھ ستاؤ مجھے شکوہ نہیں ہوتا
اللہ ری شبِ تارِ جدائی کی مصیبت اس وقت میں ساتھ اپنا بھی سایہ نہیں ہوتا
جس میں نہیں ہوتی ہے دلِ صاف کی شرکت کعبہ میں بھی مقبول وہ سجدہ نہیں ہوتا
تاریک وہ رستہ ہی نظر آتا ہے مجھ کو جس راہ میں وہ نقشِ کفِ پا نہیں ہوتا
بیمار بھی تیرا ہے عجب صاحبِ غیرت منّت کشِ اعجازِ مسیحا نہیں ہوتا
طینت ہو اگر صاف کدورت کا اثر کیا؟ دامانِ نظر خاک سے میلا نہیں ہوتا
اُمیدِ وفا کی نہ حسینوں سے رکھے دل ہو جاتا ہے ایسا بھی ہمیشہ نہیں ہوتا
سنگِ درِ جاناں سے صدا آتی ہے پیہم مقبول کسی کا یہاں سجدہ نہیں ہوتا
نظارۂ جاناں کا تصور میں مزہ ہے کچھ دیدۂ غماز کا کھٹکا نہیں ہوتا
قسمت کا گلہ کرنے سے کیوں آپ خفا ہیں اس میں تو کوئی آپ کا شکوہ نہیں ہوتا
دشمن کا اجل کا نگہِ نازِ بُتاں کا اِک جان پہ کس کس کا تقاضا نہیں ہوتا
کچھ رحم، نہ تسکیں، نہ تسلّی نہ دلاسا دل لینے کا ظالم یہ طریقہ نہیں ہوتا
او بُت تری باتیں ہی الگ ہوتی ہیں ورنہ بندوں کو خدائی کا تو دعویٰ نہیں ہوتا
ہم حرفِ شکایت سے بھی ہیں موردِ الزام تم ظلم بھی کرتے ہو تو بیجا نہیں ہوتا
میں نے جو کہا رحم کی اُمید ہے تم سے وہ بولے حسینوں کا یہ شیوہ نہیں ہوتا
قسمت نے مرے دل کو بنا ڈالا ہے مقتل کس روز یہاں خونِ تمنّا نہیں ہوتا

ہوتی ہے گرہ تیرے محبت کی وفا کی — دل میں ترے عاشق کے سویدا نہیں ہوتا
انکار کی ہر ایک سے کس طرح چلے گی — ہر طالبِ دیدار تو موسےٰ نہیں ہوتا
بے نوتِ اقبال ترقی نہیں ہوتی — ہر قطرۂ نیساں دُرِ یکتا نہیں ہوتا

جو حال ہوا ہے دلِ خوں گشتہ کا عشرت
یوں بھی کوئی پامالِ تمنا نہیں ہوتا

پُرسانِ حال کون شبِ انتظار تھا — اک آنے والا گریۂ بے اختیار تھا
اک ہمنشیں یہی مرا زیرِ مزار تھا — داغِ دلِ حزیں بھی عجب یارِ غار تھا
ہمدرد اپنا کون شبِ ہجرِ یار تھا — پہلو میں ایک دل تھا وہ خود بیقرار تھا
ظالم فدا جو تجھ پہ دلِ بے قرار تھا — ناداں تھا بے شعور تھا ناکردہ کار تھا
بعد از فنا بھی رنگِ الم آشکار تھا — خاموش بیکسوں کا چراغِ مزار تھا
فکرِ نجات تھی نہ غمِ روزگار تھا — دیوانہ جو ہوا وہ بڑا ہوشیار تھا
بیچین میں اگر ہوں تو ظالم خفا ہے کیوں — کیا اپنے دردِ دل پہ مجھے اختیار تھا
مجبوریوں سے نالوں نے محشر بپا کیا — موقوف روزِ حشر پہ دیدارِ یار تھا
جب سے گیا ہے صبر ہوئی ہے وبالِ زیست — شب ہائے غم کا ایک ہی غمگسار تھا
گزری ہیں ہجرِ یار میں لاکھوں قیامتیں — ہر دن فراق کا مجھے روزِ شمار تھا
اے شانِ مغفرت یہ سوال و جواب کیا — سو بار کہہ چکا کہ میں عصیاں شعار تھا
ایمان و جان و ہوش و خرد طاقت و تواں — جو کچھ تھا میرے پاس سب اس پر نثار تھا

اک عمر میں سمجھتا رہا اپنا دل جسے ارمان و آرزو کا وہ میرے مزار تھا

سنتا ہوں آج شغلِ صبوحی میں محو ہے کل تک تو شیخ شہر تہجد گزار تھا

مستِ مے الست رہا میں تمام عمر اس بادہ شبینہ کا ہر دم خمار تھا

سامانِ عیش سے تھی یہ نفرت فراق میں زہر آب مجھکو جامِ مے خوشگوار تھا

جھکتا تھا خود بخود مرا سر جانبِ زمیں پیشِ نظر جو نقشِ کفِ پائے یار تھا

آتا ہے اب تو پارہ دل ہر نفس کیساتھ وہ دن گئے کہ ضبط پہ کچھ اختیار تھا

ظاہر تھیں ہر ادا سے تلوّن مزاجیاں مٹھی میں کیا کسی کا دلِ بیقرار تھا

فرقت میں کیسی جان پڑی تھی عذاب میں بیمار تھا جو دل تو میں تیماردار تھا

رحمت کو واں پڑی تھی گنہگار کی تلاش یاں مجھکو خوف پرسشِ روزِ شمار تھا

اب کچھ دنوں سے رہنے لگا دل میں یار کے برباد ہر طرف جو ہمارا غبار تھا

روزِ جزا جو شانِ رحیمی ہوئی کفیل کچھ مطمئن وہی تھا جو عصیاں شعار تھا

وہ ٹھوکریں لگا کے یہ بولے سرِ لحد کہنا نہ اب مجھے کہ فراموش کار تھا

رحمت خدا کی عشرتِ بیکس کی قبر پہ
تھی چادرِ لحد نہ چراغِ مزار تھا

کون ہے دیوانگی میں مثل مجھ برباد کا قیس کا مرشد ہوں اور اُستاد ہوں فرہاد کا

آشیانہ کل اُجاڑا بلبلِ ناشاد کا گر پڑا سیلِ بلا سے آج گھر صیاد کا

وار کس کس کا سہے دل عشرتِ ناشاد کا تیغِ کیں کا، تیرِ غم کا، خنجرِ بیداد کا

اے فلک کرلوں ارادہ میں اگر فریاد کا — کون مشکل ہے ہلا دینا تری بنیاد کا

دل شکستہ تھا چمن میں کسمپرسی کے سبب — بارے منظورِ نظر میں ہو گیا صیاد کا

کیوں ہوا افسوس اس ظالم کو میرے قتل پر — کیا بنا پہلو کوئی یاد آ گیا بیداد کا

کیا قفس میں ہو نشاطِ آمدِ فصلِ بہار — ولولہ لاؤں کہاں سے طائرِ آزاد کا

نوشِ جاں سمجھوں اگر تم سے ملے زہرابِ غم — کیا سلیقہ ہے تمھیں نامِ خدا بیداد کا

ہے نہ اک دل ہی اسیرِ دامِ زلفِ خم بخم — مرغِ جاں بھی ہے ہدف اس ناوکِ بیداد کا

نزع میں آئی جو ہچکی مشکل آساں ہو گئی — ہوں دمِ آخر بھی میں مشکور اسکی یاد کا

سوزِ پنہاں سے رگِ جاں میں اڑا کرتی ہے خاک — میرے خوں سے ہاتھ آلودہ ہو کیوں جلاد کا

ہجر کی راتوں میں ہمکو یادِ رخسارِ صبیح — مرہم کافور ہے زخمِ دلِ ناشاد کا

یادگارِ فصلِ گل رہنے دے اے دستِ خزاں — ایک پر صحنِ چمن میں بلبلِ ناشاد کا

قتل ہونا میرا فرطِ ضعف سے مشکل ہوا — مجھ سے اٹھ سکتا نہیں احسان اب جلاد کا

خوگرِ رنج و بلا ہوں، کیا شکایت ظلم کی — ہو گئیں ایذا دوست ظالم! کیا گلہ بیداد کا

دیکھے میری طاقتِ صبر و تحمل آسماں — حوصلہ میں دیکھوں اس چرخِ ستم ایجاد کا

غیر کی ایذا ہی سے روکتا ہوں میں اسے — تا نہ مل جائے عدو کو بھی مزا بیداد کا

ظلم ناحق سے وہ باز آئیں تو موت آئے مری — کس قدر میں بھی ہوں خوگر لذتِ بیداد کا

اے دلِ بے صبر کیوں فرقت میں یوں بیتاب ہے — سننے والا کون ہے اس نالہ و فریاد کا

بزمِ جاناں سے نکلنے کا نہیں لیتا جو نام — ہے عدو بھی مدعا میرے دلِ ناشاد کا

کیا نحوست ہے کہ ویراں ہو ابھی باغ ارم — سایہ پڑ جائے جو عشقِ خانماں برباد کا

تم نے کل شیشہ سمجھ کر چور کر ڈالا جسے — وہ دلِ گم گشتہ تھا مجھ موردِ بیداد کا

نزع میں بھی تو نہیں ہٹتا ہے اس بت کا خیال — وقت ہی ہمکو نہیں ملتا خدا کی یاد کا

کوچۂ جاناں سے آخر اُٹھ کے میں جاؤں کہاں — ہو ٹھکانا بھی کہیں مجھ خانماں برباد کا

میں نہ یاد آیا دمِ قتل اسیرانِ بلا — کیوں مجھے شکوہ نہ ہو اس غفلتِ صیاد کا

ظلم کرنا اے فلک تجھکو ابھی آتا نہیں — ان حسینوں سے طریقہ سیکھ لے بیداد کا

کیوں جناب شیخ! کیا عشق و محبت جرم ہے؟ — میں نے کچھ مطلب نہ سمجھا آپ کے ارشاد کا

ہے کفِ نازک پہ جب رنگِ حنا بارِ گراں — پھول اُٹھانے آئے تھے کیا آپ مجھ ناشاد کا

موئے سنبل ہیں پریشاں چاک ہیں دامانِ گل — باغ میں شاید ہے ماتم بلبلِ ناشاد کا

شدت دردِ جگر اور انتہائے ضعف سے — ضبط بھی مشکل ہے یارا بھی نہیں فریاد کا

ہمصفیرانِ چمن کے حال سے واقف نہیں — کچھ دنوں سے اب تو میں مہماں ہوں صیاد کا

میرے مرجانے پہ بھی حاضر ہے ظالم میری قبر — ہوگا ابھی باقی اگر کچھ حوصلہ بیداد کا

ایک ہی گردش میں پس کر رہ گیا میں ناتواں — خاک نکلا حوصلہ چرخِ ستم ایجاد کا

نے پسندِ خاطرِ گلچیں نہ مقبولِ چمن — ہوں میں اک پژمردہ غنچہ گلشنِ ایجاد کا

یادگار موسمِ گل آج کنجِ باغ میں — آشیاں اجڑا پڑا ہے بلبلِ ناشاد کا

سوگ کے پردے میں ظالم کو سنورنا آگیا
ہوگیا مرنا مبارک عشرتِ ناشاد کا

تم نے میرا دل لیا اچھا کیا میں نے تم کو دل دیا بیجا کیا

کل کا وعدہ آج کب پورا کیا پھر جو تم نے وعدۂ فردا کیا

رازِ عشقِ یار کو افشا کیا اے دلِ بیتاب تو نے کیا کیا

حشر میں قاتل مرا مضطر ہے کیوں کس نے دعویٰ خونِ ناحق کا کیا

صحبتِ ناجنس میں کیسا خلوص جسم سے بھی جان نے پردا کیا

ہو کے محوِ حیرتِ حُسنِ صنم دیر تک آئینہ منہ دیکھا کیا

تھا حریمِ دل میں وہ خلوت نشیں دیر و کعبہ میں جسے ڈھونڈا کیا

دل مرا لیکر ملا یا خاک میں کیا کہا تھا آپ نے اور کیا کیا

یاد میں تو بیحجاب آتے ہیں آپ چشمِ ظاہر بیں سے کیوں پردا کیا

دیکے دل اپنا لیا عشقِ صنم سستے داموں ہم نے یہ سودا کیا

محوِ خوابِ ناز وہ گھر میں رہے میں پسِ دیوار سر پٹکا کیا

سیکھی گر نا التفاتی آپ نے نارسی نالوں نے بھی شیوہ کیا

وہ ستمگر تو نہ آیا قبر پر میں نے اپنی جان دیکر کیا کیا

چشمِ ظاہر کو نہ تھی تابِ نظر دیدۂ دل سے اُسے دیکھا کیا

دردِ دل سوزِ جگر آلامِ روح تم نے جو بھیجا مجھے پہونچا کیا

ہے جفا کا آپ کی کسکو گلہ کس نے شکوہ ظلم بیجا کا کیا

بے رخی ایذا دہی عاشق کشی آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

آپ کی فتنہ جوئی سے حضور ق ہمسری کا کس نے کب دعویٰ کیا

حشر بھی اُٹھ اُٹھ کے سو سو مرتبہ آپ کا نقشِ قدم چوما کیا

عشق نے بخشی یہ ازخود رفتگی ق دین وایماں سے بھی بے پروا کیا

تیرے گھر کو اے بتِ کافر ادا کعبۂ مقصود میں سمجھا کیا

او ستمگر! جتنا جی چاہے ستا ق کس نے تیرے ظلم کا شکوہ کیا

میں نے بھی کی عادتِ ایذاکشی تو نے گر عاشق کشی شیوہ کیا

شاہدِ حسنِ قدیم یار نے ق جب ارادہ خود نمائی کا کیا

کر کے اک آئینہ پیدا دہر کا اپنا جلوہ آپ دیکھا کیا

دل دیا اپنا جو عشرت نے اُنھیں

بارے ناصح تیرا نقصاں کیا کیا

کیوں ہو نہ دخل دل میں امید وصال کا ہوتا نہیں محال تصور محال کا

آیا جو دھیان اُسکے رخِ بے مثال کا رشکِ بہشت ہو گیا گوشہ خیال کا

ممکن نہیں کسی کو تصور میں دے جگہ دل دادہ تیرے حسنِ عدیم المثال کا

ہاروت وار چاہِ الم میں اسیر ہو جلوہ جو دیکھے اس بتِ زہرہ جمال کا

اے شیخ تجھ کو پھر ملے نعمت شباب کی چکھ لے مزہ جو اس مئے دیرینہ سال کا

وہ عرض مدعا پہ مری ایسے چُپ ہوئے گویا جواب ہی نہیں میرے سوال کا

اُٹھتی نہیں نگاہِ تصور کسی طرح دلچسپ کس قدر ہے مرقع خیال کا

عرش بریں سے آگے ہے فکرِ رسا مری ‏ ‏ ‏ ‏ اک زینہ ہے فلک مرے بامِ خیال کا

قائم زمانہ ہجر کا ہے ایک حال پر ‏ ‏ ‏ ‏ ہوتا نہیں حساب یہاں ماہ و سال کا

زندانِ غم میں ہے دلِ آفت زدہ اسیر ‏ ‏ ‏ ‏ جب سے ہے مبتلا کسی یوسف جمال کا

تو اے نسیمِ صبح ہوا خواہ گل سہی ‏ ‏ ‏ ‏ پرساں ہے کون بلبلِ آشفتہ حال کا

دونوں جہاں کی فکر سے آزاد کر دیا ‏ ‏ ‏ ‏ احسان ہے یہ مجھ پہ کسی کے خیال کا

آسودگانِ خاک بھی بے چین ہو گئے ‏ ‏ ‏ ‏ یہ بھی ہے فتنہ گر کوئی انداز چال کا

اپنا قصور ہے جو نہ دیکھوں فروغِ حسن ‏ ‏ ‏ ‏ ہر ذرہ میں تو عکس ہے مہر جمال کا

دونوں جہاں ملے مجھے تیری تلاش میں ‏ ‏ ‏ ‏ لیکن پتہ نہیں ترے قصرِ جلال کا

روزِ ازل ملا تھا جو اک جرعۂ الست ‏ ‏ ‏ ‏ ابتک ہے نشۂ اس مئے دیرینہ سال کا

تن میں ہو روح اور بدن کو خبر نہو ‏ ‏ ‏ ‏ ہے اجتماع تفرقہ و اتصال کا

نظریں کبھی اٹھیں نہ سوئے برق طور بھی ‏ ‏ ‏ ‏ اللہ رے جو صلہ ترے محوِ جمال کا

پہونچا دیا وہاں کششِ حسن نے مجھے ‏ ‏ ‏ ‏ جس جا گذر نہ تھا مرے وہم و خیال کا

واعظ مری مجال بھی ہے جام مے چھوئیں ‏ ‏ ‏ ‏ کچھ امتیاز گر ہو حرام و حلال کا

کر دیتے ہم کبھی کا رقیبوں کا خاتمہ ‏ ‏ ‏ ‏ ہوتا اگر نہ خوف تمھارے ملال کا

شہرِ عدم میں جا کے کرینگے تلاش اب ‏ ‏ ‏ ‏ مضمون کوئی اس دہنِ بے مثال کا

باقی جو ہو سبو میں وہ ساقی مجھے ملے ‏ ‏ ‏ ‏ یاں امتیاز کسکو ہے دُرد و زُلال کا

دھبہ سیاہ کاری کا چہرے سے مٹ گیا ‏ ‏ ‏ ‏ چھینٹا جو پڑ گیا عرقِ انفعال کا

کیا پوچھتے ہو نزع میں کیسا مزاج ہے صاحب! یہ کوئی وقت ہے اظہارِ حال کا
اسکو بھی ذکرِ غیر نے برباد کر دیا باقی تھا آپ سے جو مزہ بول چال کا
ملتا نہیں نشانِ لحد بھی مرا کہیں اتنا ستم بڑھا تری مستانہ چال کا
سرسبز کر گئی مری کشتِ امید کو الٹا اثر تھا یہ تری برقِ جمال کا
کہتی ہے خلق عشرتِ مضطر کا دل جسے ہے یہ بھی ایک نام ترے پائمال کا

اظہارِ علم و فضل سے عشرت ہے کیا حصول
اب کوئی قدرداں نہیں اہل کمال کا

پھر زخمِ دل سے ٹوٹا ٹانکا کوئی رفو کا پھر اشکِ چشمِ تر میں کچھ رنگ ہے لہو کا
اے تیغِ یار رکھنا پاس اپنی آبرو کا کر دینا کام پورا میری رگِ گلو کا
دامان و آستین پر قطرہ نہیں لہو کا قاتل پہ ہے یہ احساں میری رگِ گلو کا
یا دم نہیں ہمارا یا سر نہیں عدو کا یہ جان بے حقیقت صدقہ ہے آبرو کا
ساقی مجھے بھی صدقہ اپنے رخِ نکو کا دلدادہ ہوں ازل سے ساغر کا اور سبو کا
کب اضطراب دل سے ٹانکے رہینگے قائم زخمِ جگر کو میرے کیا فائدہ رفو کا
یارب یہ دل ہے میرا یا تعزیت کا گھر ہے ماتم بپا ہے ہر دم ارمان و آرزو کا
تم دیکھ لو کرم سے مٹ جائیں درد سارے ہے زخمِ دل ہمارا محتاج اس رفو کا
دل لے چلا ہے مجھ کو بزمِ عدو کیجانب کمبخت دوست ہو کر دشمن ہے آبرو کا
یا تھا کبھی مرا دل عیش و طرب کا مسکن یا اب وہی دل اپنا مدفن ہے آرزو کا

محشر میں پیش داور ہو گا ستم کا شاہد — دامن پہ ہے جو دھبّا ظالم مرے لہو کا
محفل سے اپنی مجھکو ناحق نکالتے ہو — تم نے مجھے بھی سمجھا ارماں دلِ عدو کا
مایوسیوں کے ہاتھوں کیسا ہوا ہے ویراں — وہ دل کہ تھا مرقع امّیدِ آرزو کا
تسمہ بھی گر رہے گا اے تیغِ یار باقی — تجھ پر حرام ہو گا قطرہ مرے لہو کا
یا ضعف کی ہے شدت یا پاسِ رازِ الفت — دل سے زباں تک آنا مشکل ہے آرزو کا
اے اشکِ چشمِ عبرت اے گریۂ ندامت — ہے روز نامہ اپنا محتاج شست وشو کا

مر کر بھی ان سے عشرت امیدِ فاتحہ ہے
ابتک چھٹا نہ دامن ہاتھوں سے آرزو کا

کیا کہنا ہے تمھاری اس اچھی نیک خو کا — بیٹھے ہو پاس میرے اور ذکر ہے عدو کا
ہر وقت میرے منہ پر ہے تذکرہ عدو کا — ظالم کوئی طریقہ یہ بھی ہے گفتگو کا
یا دم نہیں ہمارا یا سر نہیں عدو کا — جانِ حزیں تو اے دل صدقہ ہے آبرو کا
آئے ہیں دور سے ہم سنکر ترے کرم کو — ساقی ہمیں بھی صدقہ جام و خُم و سبو کا
کچھ کام کم نہیں ہے روزِ فراق ہمکو — وحشت ہے دل کی ہمدم پھرنا ہے کوبکو کا
پُر نور گوشہ گوشہ ہو ہو گیا ہے دل کا — جب جب خیال آیا اُس شوخ شمع رو کا
دیکھا ہتو نکا جلوہ ایمان کی تو یہ ہے — زنار بن گیا ہے ڈورا رگِ گلو کا
اے چشمِ تر کمی ہے رونے میں کیوں شبِ غم — کچھ بھی خیال تجھکو ہے اپنی آبرو کا

مایوس ہو کے عشرتؔ جاتا ہوں میں عدم کو
اب آج خاتمہ ہے اُمید و آرزو کا

نہ ہے کمر ہی کا اُن کے نہ ہے دہاں کا پتا — نہ وہم ہی کا پتا ہے نہ ہے گماں کا پتا
درازدستیِ جورِ خزاں بڑھی ایسی — نہیں ہے باغ میں بلبل کے آشیاں کا پتا
زبانِ تیغ سے قاتل جو کرتا کچھ باتیں — تو ملتا اس سے مجھے مرگ ناگہاں کا پتا
تری تلاش میں دیر و حرم پہ کیا موقوف — وہیں میں پہونچا کسی نے دیا جہاں کا پتا
کہاں کا صبر کہ دل ہی نہیں ہے پہلو میں — نہ اب مکیں کا پتہ ہے نہ ہے مکاں کا پتا
جو کھینچی آہ شرربار ہیں نے فرقت میں — ملیگا پھر نہ زمانے میں آسماں کا پتا
یہ کیا خرابی ہے یارب یہ کیسی بربادی — مکان ہے، تو نہیں صاحب مکاں کا پتا
یہی جگہ ہے جو کل تک تھی ہمسرِ فردوس — اب آج گل کا پتا ہے نہ گلستاں کا پتا
تلاش دیر و حرم ہو مجھے تو کافر ہوں — کوئی بتا دے مجھے اُن کے آستاں کا پتا
اُڑائی خاک جہانِ خراب میں کیا کیا — مگر مجھے نہ ملا عمرِ رائگاں کا پتا
ہزار مرتبہ بالیں سے پھر گئی آکر — ملا اجل کو نہ مجھ زار و ناتواں کا پتا
کہیں نشانِ قدم ہے نہ خضرِ راہ کوئی — ملے گا کیا مجھے یارانِ رفتگاں کا پتا
الٰہی پہونچوں گا کس طرح تا بہ منزل میں — دلیلِ راہ کوئی ہے نہ کارواں کا پتا
تلاشِ یار نے پہونچا دیا وہاں مجھکو — جہاں زمیں کا نشاں ہے نہ آسماں کا پتا
کوئی یہ قیس سے کہدے کہ وقت فرصت ہے — نہیں ہے ناقۂ لیلےٰ کے سارباں کا پتا

اسی کو خضرِ طریقت میں سمجھونگا عشرت
بتادے جو کوئی مجھکو درِ مغاں کا پتا

مجھ سے کہتا ہے یہ صدمہ شبِ تنہائی کا　　نام لینا نہ کبھی صبر و شکیبائی کا
میں ہوں اور صدمۂ جانکاہ ہی تنہائی کا　　وہ ہیں اور حوصلہ ہے انجمن آرائی کا
ضعف کچھ ایسا بڑھا ہے ترے سودائی کا　　ٹکڑے ہوتا نہیں دامن شبِ تنہائی کا
کون مونس ہے کسی کی شبِ تنہائی کا　　حال تاک غیر ہے ظالم ترے شیدائی کا
لئے جاتا ہوں وہاں مردہ تمناؤں کو　　امتحاں لینا ہے آج اُنکی مسیحائی کا
گو مجھے گردشِ تقدیر نے رہنے نہ دیا　　نقش اس در پہ رہا میری جبیں سائی کا
دوست تو دوست ہیں دشمن کو بھی رحم آتا ہے　　حال دیکھا نہیں جاتا ترے شیدائی کا
تا درِ یار رسائی نہ ہوئی اپنی کبھی　　رہگیا دل ہی میں ارمان جبیں سائی کا
میری آنکھوں میں تھیں ہو مرے دل میں ہو تھیں　　اور اس پر بھی ہے دعوی تمھیں یکتائی کا
وہی آنکھوں میں وہی دل میں تصور میں وہی　　کس جگہ دخل نہیں اُس بتِ ہرجائی کا
آیا سودائی الفت کے بھی سمجھانے کو　　خاتمہ ہوگیا ناصح پہ بھی دانائی کا
میرے پہلو میں نہیں کوچۂ جاناں میں نہیں　　کچھ پتا ہی نہیں ملتا دلِ سودائی کا
کوہ و صحرا میں تجھے ڈھونڈھنے سے کیا حاصل　　یہ بھی اک جوشِ جنوں ہے ترے سودائی کا
چشمِ جاناں سے لڑائیں گے ہرن کیا آنکھیں　　حوصلہ اتنا کہاں وحشیِ صحرائی کا
کوئی اب نامِ محبت کا نہ لیگا عشرت　　شہرہ پھیلا ہے کچھ ایسا مری سوائی کا

دیر و مسجد تری کعبہ و کلیسا تیرا — چشم حق بیں ہو تو کس جا نہیں جلوا تیرا

جو مرے پاس ہے سب کچھ ہے دل آرا تیرا — جان آشفتہ ہے تیری، دلِ شیدا تیرا

دیکھتا ہوں میں ہر اک ذرے سے جلوا تیرا — چشم حق بیں میں مری کچھ نہیں پردا تیرا

تو خفا مجھ سے ہے ظالم تو میں جینے سے خفا — کچھ نہ کچھ سیکھ گیا میں بھی طریقا تیرا

کھینچکر تیغِ ستم مجھ سے وہ فرماتے ہیں — حوصلہ آج ہوا جاتا ہے پورا تیرا

اپنی کوتاہ نگاہی کی خطا ہے ساری — ورنہ کس جا نظر آتا نہیں جلوا تیرا

خود گلا کاٹ کے مر جاونگا اپنا شبِ ہجر — اے اجل مجھسے اب اُٹھتا نہیں غمزا تیرا

سخت جانوں پہ ترا بس تو نہ چلتا اے مرگ — رکھ لیا خنجرِ جلّاد نے پردا تیرا

سر کے بل جاؤں میں کعبہ کو مگر کس مُنہ سے — دل تو مشتاق ہے او کافرِ ترسا تیرا

مہرِ محشر نہ سہی برقِ تجلی ہی سہی — دیکھتا ہی نہیں کچھ محوِ تماشا تیرا

جو نہ یاد آئے کبھی تجھکو وہ صورت میری — جو کبھی مجھکو نہ بھولے وہ سراپا تیرا

جرمِ الفت کی سزائیں ہیں جفائیں تیری — کوئی کس منہ سے کرے شکوۂ بیجا تیرا

کعبہ و بتکدہ و دیر و کلیسا و کنشت — ہر جگہ جلوا ہے او انجمن آرا تیرا

قیس سے کیا مجھے تشبیہ ہے او نا انصاف — وہ تھا لیلیٰ پہ فدا اور میں شیدا تیرا

ہستی اک پردۂ غفلت ہے جہاں میں لیکن — میں اسی پردہ سے ہوں محوِ تماشا تیرا

جو نکالے سے نہ نکلے وہ تمنّا میری — بے بُلائے جو چلا آئے وہ جلوا تیرا

جو تصور میں نہ آئے کبھی وہ ذات تری — جس طرف وہم نہ جائے وہ ٹھکانا تیرا

جلوہ تیرا تو ہے ہر صورت و معنی سے عیاں — چشمِ کم بیں مری رکھ لیتی ہے پردا تیرا

بیکسوں کو کوئی دیتا نہیں غربت میں کفن — آسرا اب ہے مجھے دامنِ صحرا تیرا

جس کا جی چاہے ستا لے کہ میں ہوں وقفِ ستم — کچھ شکایت نہ فلک کی ہے نہ شکوا تیرا

ان بتوں نے دل و دینِ عرش سحر لوٹ لیا — دیکھیں کیا ہوتا ہے انصاف خدایا تیرا

ہے امانت نگہِ ناز کی یہ جانِ حزیں — اے اجل اس پہ ہے بیکار تقاضا تیرا

ہو کے مایوس ترے آنے سے او وعدہ خلاف — منتظر رہنے لگا موت کا شیدا تیرا

کبھی سیماب، کبھی ماہیِ بے آب ہے تو — میں نے دیکھا دلِ بے تاب تماشا تیرا

بختِ برگشتۂ عشرت سے اجل بھی ہے خفا

اب ہے اے تیغِ ستم ایک بھروسا تیرا

یہ نتیجہ ترا اے الفتِ مژگاں نکلا — دل کے ہر ٹکڑے میں ٹوٹا ہوا پیکاں نکلا

اس میں کچھ بل جو گئے تھے مری تقدیر کے بل — عمر بھر پھر نہ خمِ گیسوئے پیچاں نکلا

ہم نے ڈھونڈا تو وہ تھا چاہِ زنخداں کا اسیر — دلِ گم گشتہ مرا یوسفِ کنعاں نکلا

مٹ گئی صاف ہمارے تنِ خاکی کی بنا — اشک آنکھوں سے نہ نکلا کوئی طوفاں نکلا

نام دنیا میں ہوا جامہ دری سے روشن — آسماں پر مہِ نو شکلِ گریباں نکلا

رہ کے ہم دیکھ چکے گلشنِ فردوس میں بھی — جی بہلنے کا نہ یاں بھی کوئی ساماں نکلا

دل سے آرام گیا، روح بدن سے نکلی — سر سے سودا نہ ترا زلفِ پریشاں نکلا

کوئی تفریق ترے حسن نے باقی نہ رکھی — بندہ تیرا ہی ہر اک گبر و مسلماں نکلا

جس کو چاہے اُسے تقدیر سعادت بخشے — زینتِ تاجِ شہی قطرۂ نیساں نکلا

یہی اُٹھ اُٹھ کے دیا کرتا ہے تسکیں مجھکو — دردِ دل ہی مرا ہمدم شبِ ہجراں نکلا

دیکھا گلچیں نے کبھی مجھکو تو منہ پھیر لیا — میں وہ پژمردہ گلِ گلشنِ امکاں نکلا

آگے اس برق تجلے کے بھی نظریں نہ جھکیں — کام کا میرے مرا دیدۂ حیراں نکلا

جذب دل نام ترا خاک میں مل جائیگا — وہ بچا کر جو مری خاک سے داماں نکلا

اے رخِ یار تری برق تجلی کے حضور — مہر محشر بھی چراغِ تہِ داماں نکلا

نہ عیادت کو مری آیا وہ رشکِ عیسیٰ — نہ مرے دردِ جگر کا کوئی درماں نکلا

کوئی کس کس سے رکھے رشکِ رقابت یارب — اک جہاں شیفتۂ صورتِ جاناں نکلا

سیر بتخانہ جو کی چشمِ حقیقت بیں سے — یاں بھی جلوہ اسی محبوب کا پنہاں نکلا

قبر عشرت پہ اگر پھول نہ لایا کوئی
تو چراغِ سرِ تربت ہی گل افشاں نکلا

ایسا منحوس دلِ تنگ کا زنداں نکلا — کہ نہ تا عمر یہاں سے کوئی ارماں نکلا

بدگماں سمجھا کہ ہے خون کا دعوی اسکو — تر لہو سے مرے قاتل کا جو داماں نکلا

روز دو چار تمنائیں ہوا کرتی ہیں دفن — دل جسے سمجھے تھے ہم گورِ غریباں نکلا

برسوں خوں اس کو رلایا فلکِ ظالم نے — گر کسی کا دہنِ زخم کبھی خنداں نکلا

اپنی صورت کو وہ خود دیکھکے کیوں چھپ گئے — شاید آئینہ مرا دیدۂ حیراں نکلا

عبرت انگیز ہے یہ سانحۂ رنج فزا — زخمِ دل میرا مرے حال پہ خنداں نکلا

میرے ارمان ہوں یا تیر نظر ہوں تیرے — جو رہا دل میں وہی جان کا خواہاں نکلا
تھا میں اک سبزۂ بیگانۂ گلزارِ وجود — کوئی گل بھی نہ مرے حال کا پرساں نکلا
وہ دل زار کہ تھا روکش فردوس کبھی — خارزار الم فرقتِ یاراں نکلا
نجد میں ناقۂ لیلیٰ کا پہونچنا ہے ضرور — نالۂ قیس کسی دل جو حدی خواں نکلا
آشیاں بلبل بیکس کا خزاں کے ہاتھوں — کل فتادہ پسِ دیوارِ گلستاں نکلا
بیوفا دیکھ تری بزم سے ارمانِ عدو — بن کے نورِ نگہِ دیدۂ درباں نکلا

تھا یہ مشہور کہ ہے رند سبوکش عشرت
اب جو دیکھا تو وہ مستِ مئے عرفاں نکلا

سن لے جو حال میرے دلِ دادخواہ کا — لے نام پھر کوئی کبھی الفت کا چاہ کا
رکھنا خیالِ زلفِ بتِ رشکِ ماہ کا — ہے آستیں میں پالنا مارِ سیاہ کا
دل میں تو عشق اک بتِ جادو نگاہ کا — اور لب پہ تذکرہ حرم و خانقاہ کا
برباد مجھ کو ظلم بتاں نے کیا مگر — مطلب نکل گیا فلکِ کینہ خواہ کا
یارب ابھی ہوا تھا میں تائب شراب سے — اٹھنا ابھی ضرور تھا ابرِ سیاہ کا
عذر گناہ ہے کہیں بدتر گناہ سے — میں ہوں امیدوار کرم کی نگاہ کا
یا اُن سے رات دن کا تھا ہردم خلا ملا — یا نامہ و پیام ہے اب گاہ گاہ کا
جاتے تھے سوئے کعبہ چلے آئے دیر میں — یہ سب فتور ہے دلِ گم کردہ راہ کا

ظالم کسی کے عشق میں تو بھی ہو بیقرار — پڑ جائے صبر میرے دلِ دادخواہ کا
برق جمال یار سے کچھ ہمسری کرے — اتنا ابھی دماغ نہیں مہر و ماہ کا
تیر و سناں بھی دل سے مرے جو نہ کر سکے — وہ کام تھا فقط کسی ترچھی نگاہ کا
جام و صراحی ساقی و مطرب سبھی ہیں جمع — باقی اب اٹھنا ہے فقط ابر سیاہ کا
دیتا ہوں جان و مال کو سرکار کے دعا — ہے اور کون کام ہی اس خیر خواہ کا
ہر وقت ایک حال پہ روز فراق ہے — اس پر کوئی اثر ہی نہیں سال و ماہ کا
ہر ذرّے میں ہے جلوۂ مہر جمالِ یار — ہے کام اس جگہ کسی صاحب نگاہ کا
دیکھا ہے جس کو پایا ہے مطلب کا آشنا — باقی نہیں کسی سے مزا رسم و راہ کا
بیکار دل کی نالہ و زاری ہے ہجر میں — یاں سننے والا کون ہے فریاد و آہ کا
دھویا ہے میرے اشکِ ندامت نے اسطرح — گویا نہ تھا لکھا ہوا دفتر گناہ کا
صدقے ہوں رات دن ترے قصر جلال کے — اب کام رہ گیا ہے یہی مہر و ماہ کا
جانِ حزیں فدا ہے رخ رشکِ مہر ہے — دل ہے اسیر حلقۂ زلفِ سیاہ کا
منزل عدم کی دیکھئے کٹتی ہے کس طرح — ہے راہبر کوئی نہ پتا میل راہ کا
تیرے مریضِ ہجر کو اب اتنا ضعف ہے — دشوار ہو رہا ہے اٹھانا نگاہ کا
لایا ہے مجھکو کوچہ دلدار میں یہی — دیتا ہے کام دل ہی مرا خضر راہ کا
مٹتی نہیں ہے کیوں مری قسمت کی تیرگی — سایہ ہے اس پہ بھی کسی زلفِ سیاہ کا
نوکِ مژہ تو ہو ہی چکی تھی جگر کے پار — دل بھی ہدف ہوا کسی تیر نگاہ کا

آہِ شرر فشاں سے جو میں کام لوں کبھی — نقشہ بگاڑ دوں فلکِ کینہ خواہ کا

تیغِ ستم جو ملتی ہے ایک ایک کے گلے — مقتل پہ آج ہوتا ہے شک عید گاہ کا

ایک ایک گوشہ نور سے معمور ہو گیا — آیا خیال دل میں جو اُس رشکِ ماہ کا

روزِ فراقِ یار کی ظلمت نہ پوچھئے — پورا جواب ہے مرے بختِ سیاہ کا

اک زلفِ یار کچھ ہے پریشان ورنہ یاں — پرساں کوئی نہیں مرے حالِ تباہ کا

یارب بتوں نے مجھکو ستایا ہے بے سبب — انصاف تیرے ہاتھ ہے اس دادخواہ کا

تشبیہ ان سے دیتے ہیں رخسارِ یار کو — چمکا ہوا نصیب ہے خورشید و ماہ کا

تیری بھی کوئی حد نہیں اے شانِ مغفرت — مشکل اگر شمار ہے میرے گناہ کا

آئے گی صاف صورتِ محبوب کیا نظر — پردہ تو آنکھوں پر ہے پڑا اشتباہ کا

ہوش و حواس تیرے ہیں عشرت اگر درست
موقع کہاں ہے پھر کوئی عذرِ گناہ کا

ہوتا ہے انتظام نیا قتل گاہ کا — شاید بہے گا خون کسی بیگناہ کا

شرمندہ ہونا میرے دل عذر خواہ کا — بخشش کو ایک حیلہ ہے عفوِ گناہ کا

جس پر نگاہ پڑ گئی دیوانہ ہو گیا — ظالم یہی ہے کام کسی خوش نگاہ کا

قول و قرارِ یار پہ بھولے ہیں غیر کیا — ہم سے بھی یونہی وعدہ ہوا تھا نباہ کا

پائے خیال کی بھی رسائی محال ہے — عرشِ بریں ہے زینہ تری جلوہ گاہ کا

مستِ مئے محبتِ ساقی ہیں ہر جگہ — ہے ایک حال میکدہ و خانقاہ کا

تم جس کو دیکھتے ہو وہ کرتا ہے دل فدا　　شاید اسی کو کہتے ہیں جادو نگاہ کا

یہ کارگاہِ ہستیِ ناپائدارِ دھر　　ہے اک تماشا دیدۂ عبرت نگاہ کا

تنہا چلا ہے وادیِ پرخارِ عشق میں　　حافظ خدا ہے اس دلِ نادیدہ راہ کا

کیا انقلاب دہر نے مجھ سے کیا سلوک　　ہوں میں تماشہ دیدۂ عبرت نگاہ کا

تم خود ہی اپنے گیسوئے برہم سے پوچھ لو　　وہ بھی گواہ ہے مرے حالِ تباہ کا

اب وہ مئے شبانہ و جامِ سحر کہاں　　اک شغل رہ گیا ہے فقط گاہ گاہ کا

زخمِ جگر سے آج ہو صحت مجھے نصیب　　صرفِ رفو جو تار ہو ان کی نگاہ کا

رحمت خدا کی آئی ہے ملنے کو حشر میں　　اللہ رے مرتبہ مرے جرم و گناہ کا

گلچینِ بوستانِ جمالِ نگار ہوں　　پھولوں سے ہے بھرا ہوا دامن نگاہ کا

صافی مزاج قیدِ تعلق سے ہیں بری　　الجھا نہ خار سے کبھی دامن نگاہ کا

دنیا میں چوری ہوتی ہے غیروں کے مال کی　　تم نے چرا نا سیکھا ہے اپنی نگاہ کا

عشرت مجھے ہو عرصۂ محشر میں خوف کیا
ہے آسرا جنابِ رسالت پناہ کا

خط میں گر تحریر گریہ کا بیاں ہو جائیگا　　دائرہ حرفوں کا چشمِ خوں فشاں ہو جائیگا

تیرہ بخت ایسا ہوں گر سجدہ کروں وقتِ نماز　　سنگِ مرمر میں سیاہی کا نشاں ہو جائیگا

آئے مقتل میں وہ چمکاتے ہوئے تیغِ ہلال
حضرتِ عشرت کا بھی آج امتحاں ہو جائیگا

مبتلا دل اک بتِ رنگیں ادا کا ہوگیا کیا خدا کی شان ہے کعبہ کلیسا ہوگیا
مانتا ہوں آپ کی شوخی نہیں اسمیں حضور پوچھئے دزدِ حنا سے دل مرا کیا ہوگیا
دیدۂ دل دیکھتا ہے سو نگاہیں نسے تھیں کیا ہوا گر ظاہری آنکھوں سے پردا ہوگیا
آفتِ جاں تھی مقرر اُن کی دُزدیدہ نظر تھا ابھی پہلو میں دل یارب ابھی کیا ہوگیا

کیوں نہو عرض تمنا اُن سے عشرت کو محال
سامنا جب ہوگیا محوِ تماشا ہوگیا

نہ مجھ وحشی کے آگے نام لے غمخوارِ نشتر کا کریگا دل میں پیکانِ ستم ہی کار نشتر کا
تھی وحشت میں میری ہمدمی سے کیوں منہ موڑے کیا فصاد نے سوکھی رگوں پروار نشتر کا
نگہ کا، گوشۂ ابرو کا، مژگاں کا، سرمو کا تقاضا اک رگِ جاں پر ہے میرے چار نشتر کا
رہے ہیں ٹوٹ کر رگ رگ میں یارب سیکڑوں نشتر تن عریاں بنا ہے وادی پرخار نشتر کا

رگِ جاں سے جدا رکھنا گوارا کیوں ہوا اے عشرت
کہ ہے نشتر مرا غمخوار، میں غمخوار نشتر کا

سامنا اُس سے جب ہوا ہوگا جانے قاصد نے کیا کہا ہوگا
آئینہ دیکھنے میں بولی حیا دیکھئے کوئی دیکھتا ہوگا
جس سے جھک جاتی ہے نظر اُنکی وہ مرا مدعا ہوگا
دہن زخم میرے قاتل کو یہ دعا دیتے ہیں بھلا ہوگا
گر یہی قتل عام ہے عشرت کوئے غم دشتِ کربلا ہوگا

ناتوانی سے موافق ہے زمانہ دل کا   بزم تک آپکی دشوار ہے جانا دل کا
ہرگھڑی رنگ بدلتا ہے دعاؤں کا اثر   وقت بیوقت نہیں خوب ستانا دل کا
حسرت و یاس و الم رنج شب تنہائی   سن رہے ہیں یہی دو چار فسانا دل کا
حسرتیں صدقے کروں نیند بھری آنکھوں کے   کبھی سن لیں جو وہ فرصت میں فسانا دل کا
اس نزاکت سے رہِ شوق میں رکھیگا قدم   تم کو معلوم نہ ہو گا کبھی آنا دل کا
سرد مہری کی تعلی بھی نہ کام آئیگی   فرض ہے سوزشِ پنہاں پہ جلانا دل کا

مثل نقشِ کفِ پا جم گیا اس کوچہ میں
دونوں ہاتھوں سے بھی مشکل ہے اٹھانا دل کا

گماں جس پہ ہوتا ہے چرخِ بریں کا   دھواں ہے مرے نالۂ آتشیں کا
الٰہی مٹے دردِ دل کی شکایت   نہیں دیکھا جاتا الم ہمنشیں کا
ستالو خوشی سے کہ وقفِ ستم ہوں   نہ شکوہ تمھارا نہ چرخِ بریں کا
اٹھاؤں ترے در سے سر اپنا کیونکر   مٹاؤں لکھا کس طرح سے جبیں کا

مسیحا تو رو کر اٹھے مجھ کو عشرت
بھروسا ہے کیا دم واپسیں کا

بنایا ہدف مجھ کو تیرِ قضا کا   الٰہی برا ہو دلِ مبتلا کا
بھلا ہو مری بیکسی کا کہ جس نے   اٹھایا نہ احسان اہلِ عزا کا
جو سر پیٹتا ہے لحد پر ہماری   وہ ارمان ہو گا دلِ مبتلا کا

نہ جلدی کرے موت ہجرِ شبِ غم | ابھی اور کچھ حوصلہ ہے وفا کا
یہ بختیں سے مری منہ نہ دیکھا | دعا نے اثر کا اثر نے دعا کا
تماشا ہو محشر میں ہوں ادیا ہوں | وہ چپ رہنے کو واسطہ دیں خدا کا
نصیبِ سگِ در اگر یا ہڈیاں ہوں | ارادہ نہ پورا ہو یا رب ہما کا
ذرا آپ سمجھائیں چینِ جبیں کو | لبوں پر نہیں حرف بھی مدعا کا

چھٹے مر کے ہم رنج و آفت سے عشرت
کیا کام دردِ جگر نے دوا کا

سہل سمجھا عشقِ زلفِ یار کیا معلوم تھا | اب نکلنا دل کا ہے دشوار کیا معلوم تھا
نزع میں کیوں یاد کرتے اس لبِ جاں بخش کو | ہو گیا دم توڑنا دشوار کیا معلوم تھا
نقدِ دل کیوں نذر کرتے گر سمجھ لیتے کہ ہے | بے مروت حسن کی سرکار کیا معلوم تھا
بھول کر بھی دل لگانے کا نہ لاتے لب پہ ذکر | زندگی ہو جائے گی دشوار کیا معلوم تھا
دشت وحشت میں چلے آئے کسی امید پر | آبلوں کو ظلم نوکِ خار کیا معلوم تھا

ایسے ویسوں کی ہزاروں بات عشرت سن چکے
دل کرے گا یوں ذلیل و خوار کیا معلوم تھا

چل بسیں راتیں جوانی کی سرائے دہر سے | صبحِ پیری آئی، سامانِ سفر ہونے لگا
ہے فروغِ حسن رشکِ مہر بھی آتشکدہ | جل کے خاکستر مرا مرغِ نظر ہونے لگا
شوخیِ رفتار پھر تربت پہ دکھلاتے ہیں وہ | پھر مرا سنگِ لحد زیر و زبر ہونے لگا

دو قدم پیچھے رہے گا وہ بھی ہنگامِ زوال — سایہ کیوں وحشت میں اپنا راہبر ہونے لگا

کب کمی کی میری ہمت نے تلاشِ یار میں — پاؤں تھک کر رہ گئے دورانِ سر ہونے لگا

موجدِ افتادگی ہے بارِ قتلِ بے گناہ — صورتِ شمشیر خم قاتل کا سر ہونے لگا

کیا کہوں ہمدم! بتانِ سنگدل کے ہجر میں — اب یہ نوبت ہے کہ پتھر کا جگر ہونے لگا

وائے قسمت دل بھی کھو بیٹھے تلاشِ یار میں
نفع کی امید میں عشرت ضرر ہونے لگا

کی عرض کہ دلبر دلِ مضطر نہیں ملتا — بولا میں ذرا دیکھوں تو کیونکر نہیں ملتا

پھر جاتی ہے کیوں بالیں پہ آ کے شبِ غم — کیا موت کو میرا تنِ لاغر نہیں ملتا

افتادگی شاید سبق آموزِ فنا تھی — آنکھوں سے دلِ خوں شدہ گر کر نہیں ملتا

اُن کے رُخِ روشن کی صفا کسکو دکھائیں — سکتہ میں ہے آئینہ سکندر نہیں ملتا

آوارہ ہے دل کوچۂ گیسوے صنم میں — گمراہ کو شاید کوئی رہبر نہیں ملتا

سیماب ہی یا برق ہی یا شعلہ ہے کیا ہے — کیوں تیرا مزاج اے دلِ مضطر نہیں ملتا

سفاک کی تعجیل کی حد ہو تو بتاؤں — دم لینے کا وقفہ تہِ خنجر نہیں ملتا

واں دستِ تصور میں اٹھاتے ہیں وہ خنجر — یاں شوق میں پہلے ہی مرا سر نہیں ملتا

ہم مدح کرینگے دلِ ناشاد کی عشرت
ایسا کوئی فریاد کا خوگر نہیں ملتا

نہ کھینچ اے آرزو دامن کسیکا — بہت نازک ہے پیراہن کسی کا

نہ لے صبر او بت پُرفن کسی کا ہوا کیوں بے سبب دشمن کسی کا
کیا دستِ جنوں نے فصل گل میں گریباں چاک تا دامن کسی کا
قیامت ہے سر گور غریباں اٹھانا ناز سے دامن کسی کا
نہ چل اٹکھیلیوں سے فتنۂ حشر کہ ہے زیر قدم مدفن کسیکا
بڑھا کچھ او سراپا ناز، ہمت
بہت نزدیک ہے مدفن کسیکا

ہم مثل موجِ دریا تھمتے نہیں کسی جا رکھتا ہے گردشوں میں ہم کو سفر وطن کا
باندھے دل شکستہ اپنا وہیں زلیخا اک تار بھی جو پائے یوسف کے پیرہن کا
اس روئے صاف پر بھی تل ہی خدا کی قدرت قرآن کی تلاوت اور طفل برہمن کا
بن کر پری بغل میں آئی عروسِ معنی
پاکر بلند رتبہ عشرت مرے سخن کا

جس آنکھ نے حسنِ رخ جاناں نہیں دیکھا رنگِ چمنِ عالم امکاں نہیں دیکھا
کیوں ہم یہ کہیں چشمۂ حیواں نہیں دیکھا گویا کبھی حسنِ لبِ جاناں نہیں دیکھا
کیونکر تن لاغر سے دبے آتش فرقت شعلہ خس و خاشاک میں پنہاں نہیں دیکھا
کیوں پھرتی ہے آوارہ مری خاک کو لیکر کیا تو نے صبا کوچۂ جاناں نہیں دیکھا
تا شہر عدم ہم بھی گئے ڈھونڈھنے لیکن سایہ بھی ترا عمر گریزاں نہیں دیکھا
یوں کہتے ہیں وہ دست حنا بستہ دکھا کر سانچے میں ڈھلا پنجہ مرجاں نہیں دیکھا

ہے رو کشِ خورشید قیامت ترا جلوہ — جی بھر کے نگاہوں نے مرے جاں نہیں دیکھا
گیسو کے تصور سے بھی آنکھوں میں ہے ظلمت — نقشہ ترا صبحِ شبِ ہجراں نہیں دیکھا
ہے گرمیِ صحبت اثرِ بادِ بہاری — پژمردہ گلِ شمعِ شبستاں نہیں دیکھا
کی شعلہ فشانی دلِ پرسوز نے ایسی — سایہ بھی سرِ گورِ غریباں نہیں دیکھا
اے کشمکشِ پنجۂ وحشت ترے ہاتھوں — ثابت کبھی اک تارِ گریباں نہیں دیکھا
جز بیکسی و وحشت و تنہائی و حسرت — سایہ بھی سرِ گورِ غریباں نہیں دیکھا
یہ گرمیِ وحشت کی ترقی تھی پسِ مرگ — سبزہ بھی سرِ گورِ غریباں نہیں دیکھا

سفاک نے دزدیدہ نگاہوں سے بھی عشرت
بسمل کو تہِ خنجرِ بُرّاں نہیں دیکھا

بڑھے گا خاکِ قدم حد سے بڑھنے والوں کا — ادب ضرور ہے سفاک کے کمالوں کا
پسِ فنا جو اُڑے کچھ شرارِ جذبۂ دل — میری لحد پہ ہے میلہ پری جمالوں کا
جو آشنا ہوئی تکلیفِ رہ نوردی سے — زبانِ خار بھی منہ چومتی ہے چھالوں کا
مٹائی سوزشِ پنہاں نے راہِ عرضِ سخن — جگہ جگہ ہے زباں پر ہجوم چھالوں کا

شبِ فراق میں یاں شام ہی سے ہے عشرت
ہجوم بزمِ تصور میں مہ جمالوں کا

ہو کے خوں زیبِ حنائے کفِ قاتل نکلا — للہ الحمد کہ دل بھی کسی قابل نکلا
ناوکِ ناز کی واللہ قیامت ہے کشش — دل بھی پہلو سے تمنا ہی کے شامل نکلا

اللہ اللہ اثر ضعف کہ شامِ غم میں — لب عشاق سے نالہ بھی بمشکل نکلا

قیس کا بخت یہ کہتا ہے نظاروں سے — اک رقیب اور نیا پردہ محمل نکلا

تنگی گوشہ خاطر یہ رکھے گا الزام — میرے پہلو سے اگر ناوک قاتل نکلا

مجھے نادم نہ کر اے سوزِ نہاں وقت اخیر — تشنۂ خون جگر ناوکِ قاتل نکلا

خفتیں جلتی بڑھیں قرب پریزاد ملا — بن کے اس رخ پہ مرا بخت سیہ تل نکلا

قید تن روح نے چھوڑی تو بنی جوہر فرد — پردۂ عمر ہی ہمدم حد فاصل نکلا

شوق نظارۂ قاتل مرے دل سے دم ذبح — بن کے نور نگہ دیدۂ بسمل نکلا

روز کر لیتا ہے عشرت نئے مضمون اسیر

اپنے فن کا یہ فسوں ساز بھی کامل نکلا

ستائیگی مجھے کیا منہ شب تاریک ہجراں کا — کہ ہے ضامن ترا گیسو مرے حال پریشاں کا

اگر پھونکا تھا یارب سوزش غم نے شرارت سے — بنانا تھا مجھے ذرہ غبار کوے جاناں کا

بڑھا دیتا ہے ہر دم اضطراب دل کی وسعت کو — کرشمہ ہے یہ ادنیٰ سا فروغ حسن جاناں کا

میں صدقے دست وحشت کے کہ کھویا اعتبار اپنا — کہیں سے قرض بھی ملتا نہیں ٹکڑہ گریباں کا

یہی بعد فنا اک تفتہ جانوں کی علامت ہے — کہ ہے سوکھا ہوا سبزہ سر گور غریباں کا

کسی کے عارض روشن کا میں دیوانہ ہوں عشرت

گریباں پھاڑ نیکو پنجہ ہو مہر درخشاں کا

بزمِ دشمن میں گئے غیر کا کوچہ دیکھا — ہمنے وارفتگیِ شوق میں کیا کیا دیکھا

جلوۂ حسن خداداد نہ حاشا دیکھا — بیخودی تیری بدولت یہ کرشما دیکھا

دل نے رخ پھیر کے پہلو کا یہ رستا دیکھا — جب سے دزدیدہ نگاہی کا تماشا دیکھا

ہم نے اے شوخ ترا نقشِ کفِ پا دیکھا — فتنۂ حشر کے رہنے کا ٹھکانا دیکھا

ہمنے اے دیدۂ تر تیرا کرشمہ دیکھا — کشتیِ عمرِ رواں کو تہ و بالا دیکھا

کیا ہوا ہم نے جو حسنِ رخِ زیبا دیکھا — قابلِ دید تھے تم ہمنے بھی دیکھا دیکھا

جانے والے نہ ملے ملکِ عدم کے پھر کر — پوچھتے ہم بھی کہ اس راہ میں کیا کیا دیکھا

خمِ ابرو پہ پڑی آنکھ جھکا دی گردن — گر پڑا سجدہ میں گر نقشِ کفِ پا دیکھا

درد و غم رنج و الم ظلم و ستم قہر و غضب — ہائے اس عشق کے ہاتھوں نے نہ کیا کیا دیکھا

نیند کیا ہجر میں آئی کہ مری آنکھوں نے — رات بھر خوابِ عدم کا بھی نہ جھونکا دیکھا

وحشتِ دل کا تقاضا ہے کہیں اور چلو — اب تو جی بھر کے طلسمِ تہ و بالا دیکھا

سیلِ گریہ میں جو دیکھا تنِ لاغر اپنا — ہمنے سمجھا کہ حبابِ لبِ دریا دیکھا

منتظرِ یار رہی کے ہم نہ رہے ہجراں میں — مدتوں موت کے آنے کا بھی رستا دیکھا

دلِ معشوق کو سرمستِ تغافل پایا — دلِ عشاق کو پابندِ تمنا دیکھا

محوِ حسنِ قدِ دلدار ہی پایا سب کو — آنکھ اٹھا کر جو سوئے عالمِ بالا دیکھا

بیکسی روتی ہے سر پیٹ رہی ہے حسرت — آپ نے اپنے شہیدوں کا جنازا دیکھا

لُٹ گئی جوشِ جنوں تیری امانت ہر ہر — خارِ صحرا نے مرا آبلۂ پا دیکھا

کوچۂ زلف میں یہ لاش پڑی ہے کسکی — ہمنے اپنے دلِ گم گشتہ کو دیکھا دیکھا

نہ ہوا غیر تو اپنی ہی تمنّا نکلی　　اس کی حسرت ہی رہی تمکو نہ تنہا دیکھا

روند ڈالا وہیں اللہ رے عداوت تیری

قبرِ عشرت پہ اُگا گر کوئی سبزا دیکھا

کب مجھ سے شکرِ خنجرِ قاتل ادا ہوا　　ہمدم دہانِ زخم گلوبے صدا ہوا

چالاکیاں یہ دزدِ حنا کی نہ تھیں مگر　　پہلو میں دل نہیں تھیں بتلاؤ کیا ہوا

دل دیچکے تو شکوہ جور و ستم عبث　　اچھا ہوا بُرا ہوا جو کچھ ہوا ہوا

جب مرگ ترش رو نظر آئی دمِ اخیر　　ٹوٹا خمار نشۂ غفلت ہوا ہوا

لایا یہ رنگ سوزِ نہاں بعدِ دفن بھی　　ہے سبزۂ مزارِ غریباں جلا ہوا

آب خدنگ ناز ہوا جب سے صرفِ دل　　سوکھا ہوا نہال تمنا ہرا ہوا

دستِ عدو میں ہو مرا خط اُنکے سامنے　　قسمت میں تھا یہ روزِ ازل سے لکھا ہوا

جلوہ نہیں ہے جب سے امیدِ وصال کا　　ہے گوشۂ خیال بھی اجڑا پڑا ہوا

بعدِ فنا چلا بھی جو جھونکا نسیم کا　　جاتا ہے میری قبر سے وہ بھی بچا ہوا

سر وقفِ تیغِ ناز جو عشرت ازل سے ہے

دل بھی نثارِ کاوشِ تیرا دا ہوا

دل آئینہ ہے مشق صفا سے بنا ہوا　　چاہت کا اُنکی دیکھیں گے نقشہ کھنچا ہوا

سمجھے تھے ہم کہ قصّہ چکا فیصلہ ہوا　　وہ وقتِ نزع آگئے یارب کیا ہوا

ہوگا دہانِ زخم کا تبدیل ذائقہ　　آب نمک میں ہی ترا خنجر بجھا ہوا

دیتا ہے مجھ کو فاصلۂ موت کی خبر — بالشت بھر نیام سے خنجر کھنچا ہوا
نفرت سہی پہ مرگ جو انی بھی ہے غضب — اتنا ضرور وہ بھی کہیں گے برا ہوا
دیکھو لپٹ نہ جائے کہیں دستِ ناز میں — ہے خط کے ساتھ میرا تصور بندھا ہوا
قاصد کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں خط پرزے پرزے ہیں — یہ میری سرنوشت کا لکھا ادا ہوا
قاصد ہے یا مرا دلِ آوارہ، کون ہے — آتا ہے کوئے ظلم سے کوئی لٹا ہوا
سر پیٹنے نہ پائے مری لاش پر کوئی — گھبرا نہ جائیں وہ کہ یہ کیا ماجرا ہوا
تھا زندگی سے تلخ کچھ ایسا مرا لہو
عشرت دہانِ تیغ ستم بے مزا ہوا

کیوں کمی کرنے پہ خنجر ترا جلاد آیا — ہم سے بڑھ کر کوئی محرومِ قضا یاد آیا
ذبح کرنے کو مرے خنجر فولاد آیا — وقت بے رونقیِ خانۂ صیاد آیا
فکر کونین کہاں، اپنی خبر ہے کس کو — بیخودی بن کے خیالِ ستم ایجاد آیا
جلوۂ حسن سے بیخود ہوں تو وہ کہتے ہیں — کس نے بیہوش کیا کون تمھیں یاد آیا
کسی بسمل کو جو دم توڑتے میں نے دیکھا — مجھ کو اپنا دلِ بے تاب و تواں یاد آیا
کچھ نہ کچھ اور کرے گا وہ قیامت برپا — میری تربت پہ اگر وہ ستم ایجاد آیا
رو دیے دیکھ کے حال دلِ ناشاد مرا — اللہ اللہ بتوں کو بھی خدا یاد آیا
بت پرستی سے مری دست و گریباں ہے ثواب — دیکھ کے حسنِ صنم جلوۂ حق یاد آیا
اور بھی سوکھ گیا صدمۂ رنج و غم سے — خار صحرا کو جو میں آبلہ پا یاد آیا

موجد جور و جفا بانیٔ بیداد و ستم | ایسے بے رحم پہ کیوں یہ دل ناشاد آیا
فتنۂ حشر گرا قدموں پہ سایہ بنکر | عرصۂ حشر میں جب وہ ستم ایجاد آیا

لائی بوئے نگار کیا کہنا | اے نسیم بہار کیا کہنا
مفت دل لیلو یار کیا کہنا | تم بڑے ہوشیار کیا کہنا
نہ دیا سبزۂ خط نو سے | طرّۂ تابدار کیا کہنا
تشنہ کاموں کو کامیاب کیا | خنجر آبدار کیا کہنا
مر گئے ہم تجھے خبر نہ ہوئی | میرے غفلت شعار کیا کہنا
گرد توسن بنایا تربت کو | اے مرے شہسوار کیا کہنا
اس کے کوچہ میں چھاونی چھائی | دلِ امیدوار کیا کہنا
مر گئے، پر کھلی رہیں آنکھیں | کثرتِ انتظار کیا کہنا
دھو دی تاریکیِ شبِ فرقت | دیدۂ اشکبار کیا کہنا
دھو دیا نامہ سیاہ مرا | دیدۂ اشکبار کیا کہنا
منہدم کر دی ہجر کی بنیاد | دیدۂ اشکبار کیا کہنا
پس گئے عاشقوں کے دل تجھپر | سرمۂ چشم یار کیا کہنا
پھر گیا انکا دل رقیبوں سے | گردش روزگار کیا کہنا
فتنہ برپا قدم قدم پہ کیا | نقش پائے نگار کیا کہنا

خوب عشرت کو تو نے چین دیا
اے دلِ بیقرار کیا کہنا

مہرباں مجھ پہ جو وہ مہرِ درخشاں ہوگا
مختصر آپ ہی طولِ شبِ ہجراں ہوگا

یوں بھی دیوانہ کوئی بے سر و ساماں ہوگا
جسکے قبضہ میں نہ دامن نہ گریباں ہوگا

عاشقانِ قدِ زیبا جو کرینگے فریاد
جیتے جی معرکۂ حشر مری جاں ہوگا

سر مرا تن سے جدا کیجیے ڈر کس کا ہے
بارِ گردن سے اتر جائیگا احساں ہوگا

دفن کے بعد اگر سوزِ نہاں ہی سرکش
شعلۂ شمع سرِ گورِ غریباں ہوگا

یہ قیامت ہے کہ بیتابیِ دل کا عشرت
محرمِ رازِ عذابِ شبِ ہجراں ہوگا

نکلا پہلو سے اگر تیرِ پر افشاں تیرا
ہوگا انگشت نما کارِ نمایاں تیرا

کہتی ہے بخت سیہ سے یہ مری صبحِ امید
راستہ دیکھ رہی ہے شبِ ہجراں تیرا

دور ہیں ایسی نگاہیں کبھی دیکھی ہی نہیں
روکے گا میرے تصور کو بھی درباں تیرا

چل رہے ہیں جو دمِ سرد کے پنکھے شبِ ہجر
شعلہ بھڑکیگا غضب سوزشِ پنہاں تیرا

میں نے سمجھا ہے کوئی حسرتِ تازہ یہ بھی
میرے سینہ میں چھپا آکے جو پیکاں تیرا

مر گیا کون سا وحشی ترا غم کسکا ہے
کیوں برا حال ہے اے زلفِ پریشاں تیرا

ساعتِ شوق ہم آغوشیِ دل ہی جو قریب
مضطرب تیر ہے چٹکی میں مری جاں تیرا

منتظرِ خوابِ گراں کی ہوں کیونکر آنکھیں
گھورتا ہے بری نظروں سے نگہباں تیرا

وہ سحر پہ بھی نہ آئے اگر اے جذبۂ عشق — حشر میں ہاتھ مرا ہوگا گریباں تیرا

در بدر کیوں ہمیں رسوائے جہاں کرتا ہے — ہمنے کیا چھین لیا گردشِ دوراں تیرا

کھینچ سینہ سے نہ پیکانِ ستم کو ظالم — تیر کے ساتھ نکل جائے گا ارماں تیرا

بے مزہ رہ گئے یونہیں دہنِ زخمِ جگر — حوصلہ دیکھ لیا ہم نے نمکداں تیرا

تو خفا، چرخ ستم پیشہ، عدو برسرِ کیں — پھر کس اُمید پہ دل میں رہے ارماں تیرا

یاد بھی تیری نہ آنے دے مرے دل کے قریں — روک لے میرے تصور کو بھی درباں تیرا

کیوں نہ دونی ہو پریشانی دل عشرت کی — ہے اگر زلف سیہ حال پریشاں تیرا

فیض ہے حضرت غالب کا تو عشرت کیونکر
ہو نہ مشہور جہاں نام سخنداں تیرا

چٹکیاں لیں گر نگاہیں حاصل نظارہ کیا — تم ہی منصف ہو تو کہہ دو دردِ دل کا چارہ کیا

خاک تو چھنوا چکی حسنا نہ خرابی ہجر میں — اس کے کوچہ میں گیا ہے پھر دلِ آوارہ کیا

نور کے پرتو سے کیوں ہے ذرہ ذرہ رشکِ بدر — میرے ویرانہ میں آنکلا کوئی مہ پارہ کیا

ہوں کوئی ساعت کا مہماں آپ آئیں بھی تو کب — نزع میں نکلیگی اپنی حسرتِ نظارہ کیا

پوچھتے ہیں وہ کہ دل تونے دیا تھا کیوں مجھے — دے جواب اسکا الٰہی عاشقِ بیچارہ کیا

کوچہ زلفِ بتاں میں تھی بڑی دل بستگی — میرے پہلو میں پڑا رہتا دلِ آوارہ کیا

تیر یار آیا ہے پہلو میں تو کیا نادم ہوں میں — نذرِ پیکانِ ستم کیجے دلِ صد پارہ کیا

میرے پہلو میں کبھی ہے، کوئے جاناں میں کبھی
اس دلِ وحشی سا بھی ہوگا کوئی آوارہ کیا

آرزوئیں روتی ہیں سر پیٹتی ہیں حسرتیں
اُٹھ گیا دارِ فنا سے عشرتِ بیچارہ کیا

کریں ارادہ خزاں کے بھی ناز اُٹھا سکیا
کہیں نشان تو کچھ پائیں آشیانے کا

خرابِ حال ہوں، پامال ہوں زمانے کا
ملا نتیجہ یہ آخر جہاں میں آنے کا

ہے قصد دل میں نشانِ لحد مٹانے کا
وگرنہ قبر پہ کیا شوق تمکو آنے کا

تماشا بیں ہوں مصیبت کے کارخانے کا
زمانہ میرا ہے عشرت نہ میں زمانے کا

کسے یقین ہے مرقد پہ اُن کے آنے کا
نتیجہ خاک ہے دل خاک میں ملانے کا

کبھی ہماری طرف ہے کبھی عدو کی طرف
نگاہِ یار میں انداز ہے زمانے کا

ہجومِ یاس شبِ غم تو اک فراہٹ جائے
اجل کو راستہ مل جائے پاس آنے کا

خدا کو مان، نزاکت پہ رحم کر ظالم
یہ سِن نہیں ہے ابھی خنجر آزمانے کا

مچل گیا ہے کچھ اسکی گلی میں دل ایسا
کہ مجھکو حوصلہ پڑتا نہیں اُٹھانے کا

وفورِ نشہ میں کیا جانے کیا سمجھتے ہیں
طواف کرتے ہیں میکش شراب خانے کا

خوشی سے نکہتِ گل دوڑی پیشوائی کو
چمن میں پہونچا جو مژدہ کسی کے آنے کا

برا ہو تیری محبت کا اے خیالِ قفس
نہ رکھا مجھ کو چمن کا نہ آشیانے کا

پسِ فنا بھی ہوں ممنون دودِ آہ کا میں
کہ کام دیتا ہے تربت پہ شامیانے کا

وہ تیرہ بخت ہوں عشرت کہ گورِ پسِ مرگ
ملا چراغ کو مژدہ صبا کے آنے کا

نکل کے روح تنِ مردہ میں پھر آئی کیا | کسی نے لاش پہ ٹھوکر کوئی لگائی کیا
عبادت ابدی صرف نیم بوسہ ہے | حضور اہل محبت کی پارسائی کیا
نہ ہو جب آئینہ محو جمالِ آرائش | تمھیں بتاؤ کہ وہ شغل خود نمائی کیا
بھرے ہوئے ہیں جو آنکھوں میں مستیٔ ہجوم | تو بیکسوں کا اسے حال دے دکھائی کیا
ہتو اکبھی تو ملے گی ہمیں بھی داد وفا | نہ ہوگی حشر میں بھی اور کی خدائی کیا
کمر جو باندھتا ہے کسکے خونِ ناحق پر | یہ بات دل میں جفا جو ترے سمائی کیا
بھری ہے کانوں میں بیڈھب جوانی کی | پھر اس کو دے سخنِ آرزو سنائی کیا
ہمیشہ بزم تصور میں لوٹتی ہے مزے | مری نگاہ سے دعوائے پارسائی کیا
چمن سے نکہت گل دوڑی پیشوائی کو | صبا نے آمدِ دلدار کی سنائی کیا
ہزاروں عاشقِ شوریدہ سر ہیں ای ناصح | ہمیں نے دشتِ مصیبت کی خاک اڑائی کیا

جو دونوں پہلو کو دل کی خبر نہیں عشرت
تو اس سے پوچھیے یہ طرز دلربائی کیا

ظاہر ہیں ہر ادا سے تلوّن مزاجیاں | مٹھی میں ہے کسی کا دلِ بیقرار کیا
مشق زباں کچھ اور، تقاضائے سن کچھ اور | رسم وفا پہ آپ کا قول و قرار کیا
مرنے پہ بھی خراب ہے مٹی غریب کی | آیا لحد پہ وہ ستم روزگار کیا
آکر بسے ہیں شہر تصور میں گلعذار | دکھلا رہا ہے عالم رو بہار کیا
دل پر نظر ہے حسنِ تلوّن پہ کچھ نہیں | آئے ہو پوچھنے سببِ انتشار کیا

آوارگی پہ حضرتِ عشرت نے کی نگاہ
باندھا کمر سے دامنِ صبر و قرار کیا

بخت سیہ سے مجھ کو فروغ اس قدر ہوا — سرمہ کی طرح یار کی آنکھوں میں گھر ہوا
سر گر فدائے تیزیِ تیغ دو سر ہوا — دل بھی نثار کاوشِ تیرِ نظر ہوا
یاں ناامیدیوں کا ہمیشہ گذر ہوا — سینہ نہ ٹھہرا میرا جفاؤں کا گھر ہوا
پہلو میں تھی جگہ نہ ہجوم فراق سے — تیرِ نگاہ یار کا کیوں کر گذر ہوا
بعد فنا وہ آئے عیادت کے واسطے — اے جذب دل ذرا نہ اثر پیشتر ہوا
دشمن سے اتحاد تھا درباں سے صلح تھی — پر وہم کا بھی میرے نہ واں تک گذر ہوا
کس دن رہیں نہ مدنظر پائمالیاں — کس رات رحم تم کو مرے حال پر ہوا
تیر بلا کا زیست میں تو وہ بنا تھا میں — مرنے کے بعد سنگِ سرِ رہ گذر ہوا
وہ قتل کرنے آئے مجھے ساتھ غیر کے — مقتل میں بندوبست برنگِ دگر ہوا
جلوؤں کا رنگ ہوش سے موسیٰ کے پوچھئے — خوش اعتقاد وعدۂ دیدار پر ہوا

کوئے بتاں کی پھر ہوئی عشرت تجھے ہوس
خانہ خراب! پھر تجھے یہ دردِ سر ہوا

بھولے رستہ بزمِ وصلِ یار کا — رہنما تھا مدعا اغیار کا
کشتہ ہوں تیغِ نگاہِ یار کا — قبر پر سایہ رہے تلوار کا
کیا مزہ ہے لذتِ آزار کا — آبلے منہ چومتے ہیں خار کا

ہو گئے اُس کے امیں اہلِ زمیں | آسماں شاکی ہوا جس بار کا
لو وہ پہلو سے اُٹھے جاتے ہیں پھر | پھر اُکھڑ جائے گا دم بیمار کا
آپ کے کھینچنے کی ہے پوری شبیہ | ہم سے کھنچا سا یہ دیوار کا
جنبشِ لب ہے وہ کیوں ہیں بدگماں | نزع میں ہے شغل استغفار کا
اس کے کوچہ سے نہ اُٹھونگا کبھی | ہوں میں پیرونقشِ پائے یار کا
دستِ قاتل تک حنا پہونچی تھی کب | خون ہو گا طالبِ دیدار کا
سُرخ ڈورے انکی آنکھوں میں نہیں | خون ہو گا طالبِ دیدار کا
ہے جنوں کی آبرو ریزی کی فکر | پاؤں کا چھالا ہے جویا خار کا
کون ہوتا ہے انیس دردِ غم | حال تک ہے غیر مجھ بیمار کا
کیوں نکالا تم نے محفل سے مجھے | میں بھی تھا کیا مدعا اغیار کا
میری چشم منتظر وقتِ اخیر | ہے مرقع حسرتِ دیدار کا
نزع میں کیا پوچھتے ہو شوقِ دل | وقت ہی باقی نہیں اظہار کا
ہر قدم ہے دیدۂ مشتاق پر | یہ نیا انداز ہے رفتار کا
مر گیا ہے کوں سا وقتِ لضیب | ٹوٹا دم کس موردِ آزار کا
ہے جنازہ کسکا جس کے ساتھ ساتھ | قافلہ ہے حسرتِ دیدار کا

گردشوں کو آجتک عشرت ہے یاد
مرحبا کہنا زبانِ خار کا

ردیف با

آنکھوں میں اٹکھیلیوں سے آئے خواب　　یوں نہیں دو دم اپنا جی بہلائے خواب

مردم دیدہ ہیں مستِ بے خودی　　رہتا ہے مد نظر مینائے خواب

تھی جو کثرت حسرتِ دیدار کی　　تنگ آنکھوں میں ہوئی ہی جائے خواب

دشت چشم شوق میں آوارہ ہے　　بڑھ گیا حد سے سوا سودائے خواب

اس کے در پر جا کے میری بیخودی　　پاسباں کی آنکھ میں بن جائے خواب

آتے جاتے ہیں شب غم کے ہجوم　　چشم عاشق سے الگ ہو جائے خواب

فوج تھی خار مژہ کی سد راہ　　ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ ہوتے پائے خواب

مردم دیدہ کو عشرت مثلِ قیس
ہاتھ آیا ناقۂ لیلائے خواب

ہیں وقف خامشی لب اظہار یا نصیب　　کیسا دہن ہے عقدۂ دشوار یا نصیب

پیدا کیا ہے خاک سے میری صبا نے لطف　　یوں چھوٹتا ہے کوچۂ دلدار یا نصیب

الجھائیں کس سے دستِ ہوس فصل گل میں ہم　　دامن میں ہے نہ جیب میں اک تار یا نصیب

صیاد کا تغافل بیجا ہے اور میں　　کنجِ قفس میں تازہ گرفتار یا نصیب

رنج و غم و الم، ستم و جور و ظلمِ چرخ　　اک جانِ ناتواں پہ یہ آزار یا نصیب

منہ پھیر لیتے ہیں وہ دم فرج بار بار　　ہے شوخیِ نگاہ بھی بیزار یا نصیب

مشکل کے وقت پوچھنے عشرت وہ آئے کب
جب بند ہو گئے لبِ اظہار یا نصیب

طے وقت نزع ہو گی رہِ انتظار کب ‌‌‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ انکھو نسے روح نکلے گی پروردگار کب
آئے سرِ مزارِ غریب الدیار کب ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مشکو نقش پا ہو امشتِ غبار کب
رسوا ہوا ذلیل ہوا، آبرو گھٹی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ تیری گلی میں دل کے بڑھے اعتبار کب
ہے آسماں جو خانۂ آتش زدہ کی شکل ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ شام الم میں آہ ہوئی شعلہ بار کب
فارغ نہیں جنوں میں گریبانسے دستِ شوق ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ اے موت ہوگا جامۂ تن تار تار کب
کاوش مژہ کی دل سے بہا ئیگی کب لہو ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ لائیگی رنگ یہ خلشِ نوکِ خار کب
جنبش قدم کو کب سرِ میدانِ قتل دی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ باہر حدِ ستم سے ہوئے جاں نثار کب
مشہور خاک چھاننے والوں میں یہ بھی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ٹھہریگا میرے پاس دل بیقرار کب

ردیف بائے فارسی

درد شبِ فراق سے یہ ہے وبالِ دوش ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ اچھا قسم ہی جھوٹ مرے سر کی کھائیں آپ
آنکھیں ہوں چار اشک مسلسل ہو دمبدم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ میری طرح اگر کہیں تکلیف پائیں آپ

عشرت ہی پردہ پوش جفاؤں کا آپ کی
آنکھوں میں اسکی شوق سے تشریف لائیں آپ

روک سکی ہے حیا کس سے ہے پردہ کیسا — صاف ہے راہ تصور کی چلے آیئے آپ
آپ کی شوخیٔ رفتار سے جی ڈرتا ہے — چالیں چل چل کے قیامت نہ کہیں ڈھایئے آپ
سنگ و سر کا بھی سر دست ہے ہوش ای قیس — دیکھ کر نجد کا بن پاؤں نہ پھیلایئے آپ
گلشن زیست سے نیت جو بھری حضرت دل — چار دن موت کے صحرا کی ہوا کھایئے آپ
لھولکر زہر ملا دیجیئے پی لیں گے مگر — ٹھوکریں غیر کے کوچہ میں کھلوایئے آپ
بج دینے سے غرض بات بنانے سے غرض — یوں ہی لینا ہے جو دل ہلو سے لیجایئے آپ
عبہ لگ جائے گا پاکیزہ مزاجی پہ ضرور — دل اگر چاہتا ہے جھوٹی قسم کھایئے آپ
سی میں تو رہا غنچہ سربستہ مزاج — اب جوانی کی ہوا لگ گئی کھل جایئے آپ

کو بکو پھر کے ہوا عشرت ناشاد خراب
بس بہت حضرت دل خاک نہ چھنوایئے آپ

ردیف تائے فوقانی

نا دلچسپ ہے اس رشک قمر کی صورت — پھر رہی ہے مری آنکھوں میں نظر کی صورت
نہ سازی سے نکالی ہے نظر کی صورت — شعبدہ گر ہے مرے دیدۂ تر کی صورت
ی بگڑی ہے شب ہجر میں گھر کی صورت — دیکھی جاتی ہے نہ دیوار نہ در کی صورت
نتیجہ ہے رسائی جو ہوئی تا بہ فلک — کبھی دیکھی نہ دعاؤں نے اثر کی صورت
ن انسان کی ہوتی ہے اسی سے ظاہر — کہ پسند آئی خدا کو بھی بشر کی صورت

در و دیوار پہ ہے ایک اداسی چھائی
ان کے جاتے ہی یہ کیا ہوگئی گھر کی صورت

ان کی دزدیدہ نگاہیں مجھے سمجھاتی ہیں
اور ہوتی ہے محبت میں نظر کی صورت

نامہ بر آئینہ ہے طرزِ تکلم کی ادا
آج بگڑی نظر آتی ہے خبر کی صورت

مانگئے دیدۂ بسمل سے پناہیں دمِ قتل
بیکسی میں بری ہوتی ہے نظر کی صورت

نظر انداز کرے طبعِ سخنور کیونکر
ایسی دلچسپ ہے عشرتؔ جو ہنر کی صورت

بدل داغِ فراقِ مہ جبین است
بسر سودائے زلفِ عنبرین است

اگر منظور باشد حاضر این است
بہائے دل نگاہِ شرمگین است

نہ رحم و لطف با او ہمقرین است
نہ صبرے در دلِ اندوہگین است

بچشمم منتظر جانِ حزین است
بیا ظالم کہ وقتِ واپسین است

خیالم ہمسرِ روح الامین است
مکینِ سایۂ عرشِ برین است

معاذ اللہ دل آزاری چہ باشد
اگر دلداری تو ظالم این است

بحمد اللہ کہ من ہم نیم جانم
اگر آں ترکِ قاتل نازنین است

الٰہی بلبلِ دل را نگہدار
کہ صیاد نگاہش در کمین است

نیم تنہا شبِ تارِ جدائی
خیالِ یار با من ہمنشین است

نہ رفت از کنجِ دل یک لمحہ بیرون
خیالِ یار من خلوت نشین است

درون دل چو دیدم جلوۂ یار
یقین کردم ہمیں عرشِ برین است

نہ چادر نے گلے نے شمعِ بالیں
مزارِ عشرتِ بیکس ہمیں است

ردیف تائے ہندی

و قبول خشت سرِ رہگذر کی چوٹ — سودائے سر کو بھائی ترے سنگِ در کی چوٹ
ردگی چور ہو کوئی کیسا ہی سنگدل — آہن سے سخت ہوتی ہے دونی نظر کی چوٹ
اکام کچھ سنے جو لبِ نامہ بر سے حرف — پتھر سے بھی زیادہ لگی اس خبر کی چوٹ
پہونچیگا جس کا صدمہ شبِ وصل قلب پر — ہے وہ صدائے نالۂ مرغِ سحر کی چوٹ

جاہل حریف پاس نہ عشرت کے آسکے
کچھ ایسی سخت ہوتی ہے چوبِ ہنر کی چوٹ

ردیف تائے مثلثہ

کہاں سے آتے ہو، اترا ہی چہرہ، خیر تو ہے — جبیں پہ ہے عرقِ انفعال کیا باعث
زمانہ فتنۂ محشر تمھیں کو کہتا ہے — چلے ہو ایسی قیامت کی چال کیا باعث
ہے انقلاب بھی عنصر میں حصۂ پنجم — کمال وضع میں آیا زوال کیا باعث
جو ہوتی روبرو قسمت تو یہ گلہ کرتے — ازل سے لائی ہمیں خستہ حال کیا باعث
جوابِ خط نہ ملا، یا پڑی کوئی افتاد — پھرا نہ قاصدِ فرخندہ فال کیا باعث

شب فراق میں کوئی رہا نہ پاس اپنے — مگر مٹا نہ کسی کا خیال کیا باعث
ہزار سعی پہ بھی آجتک مرے دل سے — نہ نکلی صورتِ رفعِ ملال کیا باعث
گیا تھا کوچۂ کاکل میں سیر کرنے کو — نہ آیا پھر کے دل پر ملال کیا باعث
وہ میرے قتل سے کیوں اسقدر مکدر ہیں — ہے کار خیر میں بھی انفعال کیا باعث
مجھے تو دخل نہیں دیتے بزمِ ناز میں وہ — عدو سے پوچھتے ہیں میرا حال کیا باعث
الٰہی کون سا کام ایسا ان سے نیاب ہوا — ملا بتوں کو یہ حسن و جمال کیا باعث

خبر ہے کیا کسی رشکِ چمن کے آنیکی
ہے آج چہرۂ عشرت نہال کیا باعث

ردیف جیم عربی

کچھ پتہ ملتا نہیں پہلو سے ہے بیگانہ آج — کھیلتا ہے کوئے گیسو میں دلِ دیوانہ آج
اشکِ حسرت سے ہے مملو چشمِ مستِ خوابِ ناز — ہے شبِ غم کا مرے مدنظر افسانہ آج
تم نے دانستہ کیا آغوشِ حسرت کو تہی — ہو گیا لبریز اپنی عمر کا پیمانہ آج
سوزِ غم سے سوکھ کر تھا مختصر جسمِ نحیف — شمع بزمِ حسن کا وہ بھی ہوا پروانہ آج
توڑ دیگا دل کو مٹی کا کھلونا جان کر — کی اگر شوخی مزاجِ یار نے طفلانہ آج
فرقتِ جاناں میں تنہائی سے مضطر دیکھکر — درد نے پیدا کیا ہے دل سے کچھ یارانہ آج
فرطِ بیتابی سے پہلو میں نہیں دم بھر قرار — دیکھئے کرتا ہے کیا میرا دلِ دیوانہ آج

ل ہی پر موقوف کیا ہے فرقتِ دیدار میں — دیکھتا ہوں جب کو آتا ہے نظر بیگانہ آج

ن عشقِ رخ روشن سے جلنے کے لئے — بزم میں ہے اتفاقِ شعلہ و پروانہ آج

بس کی جانِ حزیں پر دیکھئے کیسی بنے — سوئے دشتِ نجد جاتا ہے ترا دیوانہ آج

ں بت خود بیں نے دیکھا ہے نگاہِ لطف سے — جا کے مسجد میں کرونگا سجدۂ شکرانہ آج

چشم میگوں سے کسی کی جا آنکھیں ہو گئیں
عشرتِ افسردہ دل کی چال ہے مستانہ آج

ردیف جیم فارسی

رزنش سے نہ کھلے زلف گرہ گیر کے پیچ — اسمیں کچھ مل جو گئے تھے مری تقدیر کے پیچ

ہ زنجیر نظر آئے شمارِ انفاس — یہ دمِ نزع بڑھے مرگ گلوگیر کے پیچ

کس طرح آئے رہِ راست پہ وحشت عشرت
کہ دکھاتی ہے کجی بخت کی زنجیر کے پیچ

ردیف حائے حطی

بلبلیں کرنے لگیں گلشن میں شیون بطرح — جب گلوں سے بھر لیا گلچیں نے دامن بطرح

وہ کس پردہ نشیں کا نور افزا ہے جو یوں — شوخیاں کرتی ہے نظاروں سے چلمن بطرح

اس لایا دشتِ وحشت میں مگر دستِ جنوں — ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں جیب و دامن بطرح

کنجِ تنہائی میں جو ہمدم رہیں وہ حسرتیں　　خاک اڑاتی آرہی ہیں سوئے مدفن کسطرح
یا میسر ہو شہادت یا بڑھے قیدِ جنوں　　دست و پا سے ہے ہمارے ربطِ آہن کسطرح
کیا نہ رکھیں گے نشاں باقی پسِ مردن مرا　　کیوں قدم بڑھتے ہیں انکے سوئے مدفن کسطرح

ہجر کے صدموں سے عشرتؔ کل تلک تم زرد تھے
آج کیوں چہرہ پہ ہے یہ رنگ و روغن کسطرح

ردیفِ خائے معجمہ

چار آنکھیں نہ کبھی روزنِ دیوار سے کیں　　آستیں ہی سے رہا دیدہ گریاں گستاخ
کبھی دشمن کے گلے سے نہ لپٹتے دیکھا　　نام ہی نام کا ہے خنجرِ بُرّاں گستاخ
گوشِ در رخسار کی صحبت تو میسر ہوتی　　ہائے، میں کیوں نہیں مثلِ درِ غلطاں گستاخ
کھولنے دل کی گرہ آیا ہے پہلو میں مرے　　اللہ اللہ ہے کیا ناخنِ پیکاں گستاخ

دل ہی وابستۂ زنجیر بلا ہے عشرتؔ
کون کہتا ہے نہیں زلفِ پریشاں گستاخ

ردیف دال مہملہ

جو تجھ میں ہوتی کچھ انصاف کی بھی خو صیّاد　　تمیز کرتا کبھی ہم نیک و بد میں تو صیّاد
جو ذبح کر دے کسی روز مجھ کو تو صیّاد　　تو دم کے ساتھ نکل جائے آرزو صیّاد

ہی کون سی امید ہے رہائی کی — چمن میں دام بچھائے ہے چارسو صیاد

بانِ تیرِ ستم کو خدا مزہ نہ چکھائے — کہ زندگی سے مرا تلخ ہے لہو صیاد

ا ہوں ناوکِ انداز سے ترے زخمی — نہ ہوگا چاکِ جگر میں کبھی رفو صیاد

روک گریۂ غم سے کبھی اسیروں کو — جو اپنی چاہتا ہے حفظِ آبرو صیاد

ن میں رہ کے کبھی گھبرائیگا نہ دل میرا — ملا ہے خوبیٔ قسمت سے خوبرو صیاد

ن میں حال گلستاں بیاں کروں کس سے — سمجھتا خاک نہیں میری گفتگو صیاد

ہے عادتِ فریاد و نالہ وزاری — اور اس پہ سنتا ہوں میرا ہی تندخو صیاد

توحال پوچھ لے سوزِ جگر کا عشرت سے
ہے یہ اسیر اسیروں میں شعلہ خو صیاد

لگی ایسی کسکے نظارہ کی چوٹ — کہ ہونے لگا آنکھ کے تل میں درد

لکھی اسقدر شرحِ حالِ فراق — ہوا پیدا عقدِ انامل میں درد

کوئی اُن کے تیرِ مژہ سے تو پوچھے — یہ رہ رہ کے ہوتا ہے کیوں دل میں درد

اٹھائے تصور میں گر تیغِ ناز — نزاکت سے ہو دستِ قاتل میں درد

یہ دی زندگی نے صدا موت کو — سبنھالو اُٹھا قلبِ بسمل میں درد
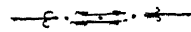
اُن کی ٹھوکر دل کو جو ہوتا نہیں پسند — رفتارِ ناز کا یہ طریقا نہیں پسند

لو دکھائیے زلفِ سیہ کا رنگ — کالی بلا کو دل مرا کرتا نہیں پسند

دل دیکے مانگنا بھی قیامت ہوا کہ وہ جھنجھلا کے بول اٹھا یہ تقاضا نہیں پسند

میں کیوں خوشامدوں سے کہوں دل کو لیجئے تم کو نہیں پسند تو اچھا، نہیں پسند

ناکارہ جنس ہاتھ میں رکھنے سے کیا غرض دل پھیر دیجے جو آپ کو آتا نہیں پسند

عشرت! جو دل ہو دینا تو سنجوت دو انھیں

بے ربط ہم کو حیلہ حوالا نہیں پسند

بیکسوں کا نہ دیا ساتھ کسی نے آخر حسرتیں کرتی ہیں فریاد و بکا میرے بعد

خاک کو کوچۂ جاناں میں نہ دم لینے دیا ایسی بے ربط چلی باد صبا میرے بعد

جانے والے ہیں گرانبار محبت لاکھوں کس طرح ہوگا سبک دوش قضا میرے بعد

تم سے جانبازی کا دعوی تو ہزاروں نے کیا مرنے والا کوئی مجھ سا نہ ملا میرے بعد

حسرتیں جتنی نگہبان ہیں سب نذر کروں آئے تربت پہ جو وہ ہوش ربا میرے بعد

وحشتیں نجد میں کس طرح سے رہتیں تنہا کوئی اس دشت میں آیا نہ گیا میرے بعد

فرد ہوں چاہنے والوں میں تری زلفوں کے ہوگا آباد نہ پھر دشت بلا میرے بعد

ان حسینوں کو بھی ہوگا مرے مرنے کا الم نہ ملیگا کوئی مشتاق جفا میرے بعد

سن لے صیاد، مرے دم سے ہے آباد قفس ہوگا ویران یہ زندان بلا میرے بعد

میرے دم تک تھی حسینوں کی ستمگاری بھی پھر کسی پر نہ کھنچی تیغ جفا میرے بعد

تم ستمگر ہو، ستم تم سے نہ چھوٹا لیکن نہ رہی شوخیِ انداز جفا میرے بعد

جھک گئیں فرط ندامت سے نگاہیں عشرت دیکھا جب غیر نے قسمت کا لکھا میرے بعد

ردیف دال ہندی

ہوچکا میں اس بزم میں ڈالکر آنکھوں میں خاک　　کرتے تھے بینائی پر کیوں نرگسِ درباں گھمنڈ

بار پہر کا فروغ، اک ہوائی ہے بات　　اتنی تجلی پہ کیا شمعِ شبستاں گھمنڈ

بڑھتی جوانی کا زور ڈھلتا ہے دن کیطرح　　یہ تو سُنا ہی نہیں رہتا ہو یکساں گھمنڈ

یرے تنِ زار پر زخم ہیں حد سے سوا　　لاکھ کرے وسعتِ ظرفِ نمکداں گھمنڈ

یسی فشاروں سے کیں ہڈیاں سب چور چور　　خاک میں تیرا ملے گورِ غریباں گھمنڈ

ں لب جاں بخش کو دیکھ جو اندھا نہیں　　رنگ پہ اپنے نہ کر لعلِ بدخشاں گھمنڈ

رمی روزِ فراق پر بھی نظر ہے تجھے　　اپنی حرارت پہ ہو اے دلِ سوزاں گھمنڈ

رِ نفس کا شمار موت پہ ہے منحصر　　حاصلِ موہوم پر کرتے ہیں ناداں گھمنڈ

خندۂ مور و ملخ، مدِ نظر رکھ سدا
اوج پہ عشرت نہ کر مثلِ سلیماں گھمنڈ

ردیف رائے مہملہ

ا ہجر میں تو نے ہی رفاقت اِ شبِ دیجور　　مجھ سے نہ ہوئی پر تری خدمت شبِ دیجور

د ختم اگر زیست کی مدت شبِ دیجور　　سر پیٹے گی برسوں کی رفاقت شبِ دیجور

ے پاؤں بڑھی میرے ستانے ہی پہ ہمت　　کچھ اور نہ دکھلائی کرامت شبِ دیجور

ہوتی ہے سحر دیتا ہے مرغِ سحر آواز　　دو دم میں بدل جائے گی نیت شبِ دیجور
گیسوے دل آرام سے ہمدم ہے تصور　　اللہ رکھے تجھکو سلامت شبِ دیجور
گیسوئے پریزاد کی ہمسر ہوئی عشرت
کرتی ہے حماقت پہ حماقت شبِ دیجور

نامہ بر احظِّ شوق تر کر لے　　چشم گریاں سے میرے نم لیکر
چھپ کے بیٹھے ہیں کیسے حضرتِ دل　　پہلو میں اعتبارِ غم لیکر
لکھ دیئے حسن و عشق کے جھگڑے　　بیٹھے جب ہاتھ میں قلم لیکر
آج ہم جاتے ہیں سوئے کعبہ　　دل میں اندیشۂ صنم لیکر
ستیا ناس تیرا صبحِ امید　　آئی ہے ساتھ شام غم لیکر
نازکی پر نظر نہیں دمِ قتل　　اٹھتے ہو خنجرِ دو دم لیکر
تری جوٹھی شراب کا ساغر　　کبھی بدلیں نہ جامِ جم لیکر

لائی ہے یارب شبِ فرقت مری　　کس کے گیسو کی سیاہی لوٹ کر
سخت جانی مدعی ہے قلب کی　　رہ گیا پیکاں نظر کا ٹوٹ کر
موت نے کی بے تکلف رہزنی　　لے چلی ہے جنسِ ہستی لوٹ کر
درد دل پہلو سے مل کر لیگیا　　صبر کا سارا خزانہ لوٹ کر
بلبلِ ناشاد کہہ صیاد سے　　خاک چین آئے چمن سے چھوٹکر
داؤ پر جب سخت جانی کی چڑھا　　رہ گئے قاتل کے چھکّے چھوٹکر

دل بنا اُن کی کدورت کے سبب خانماں برباد، ہم سے چھوٹکر
خاک دیتا وہ شبِ فرقت میں ساتھ رہ گیا سایہ کا بھی جی چھوٹ کر
آگے آگے کاروانِ موت ہے پیچھے پیچھے جان تن سے چھوٹکر
سنگ دل گروہ بُت طنّاز تھا آئی کیوں یارب طبیعت ٹوٹکر
سُن چکے عشرتؔ کے جب مرنیکا حال
کس ادا سے بولے "یارب جھوٹ کر"

ہِ ناشاد کا ہے سر تہِ خنجر یا آگئی تحریر مقدر تہ خنجر
ت کا برا ہو دم آخر دیا دھوکا آئی نہ نظر صورتِ دلبر تہ خنجر
ح کی تھی روح جو آمادۂ شیون برپا ہوا ہنگامۂ محشر تہ خنجر
ہے ستمگر کی جبیں پہ دمِ کشتن تا دیکھوں میں نورِ مہ و اختر تہ خنجر
رخسارِ ستمگر پہ نظر ہے کیوں دیدۂ بسمل نہو ششدر تہ خنجر
کا ٹھکانا کہیں دم بھر ہو تو جانیں مانا ملک الموت کا ہے گھر تہ خنجر
ز نزاکت نے کیا دستِ جفا سے کیوں شوقِ شہادت ہے مکرر تہ خنجر
تھے دم ذبح گل نخلِ تبسّم کشتے پہ پڑی پھولوں کی چادر تہ خنجر
قاتل کو دمِ سخت سے اندیشہ ہے عشرتؔ
ہر وار پہ آجائے گا پتھر تہ خنجر

ہے اس گلی کی ہوا پائے نامہ بر ڈر ہے کہ چلتے پھرتے نہ اِترائے نامہ بر

جیتے ہیں اس امید پہ ہم اور دو گھڑی
شاید نوید وصل کی لے آئے نامہ بر

آنکھوں میں انتظار سے اٹکا ہوا ہے دم
صورت دمِ اخیر تو دکھلائے نامہ بر

کچھ دل کو انتظار ہے کچھ اضطراب ہے
دم بھر ملے قرار جو آ جائے نامہ بر

عشرتؔ ہے پیچ و تاب سے مملو کلامِ یار
دھوکا کوئی صریح نہ کھا جائے نامہ بر

کریں وصفِ دہانِ یار کیونکر
کہیں ہم غیب کے اسرار کیونکر

شبِ غم بیخودی چھائی ہوئی ہے
رہیں آنکھیں مری بیدار کیونکر

نزاکت رنگ لائی گر دمِ قتل
اٹھیگی آپ سے تلوار کیونکر

مسیحائی بھی کہتی ہے بہ حسرت
بچے گا ہجر کا بیمار کیونکر

نہ ہو دلدار جب پہلو میں عشرتؔ
تسلی پائے جانِ زار کیونکر

منہ چھپاؤ گے کہاں آنکھوں سے پنہاں ہوکر
دل میں ہر دم تمھیں تم رہتے ہو ارماں ہوکر

تھی نہ اللہ کو بربادیِ دشمن منظور
ورنہ کیوں دیدۂ تر تھم گئے گریاں ہوکر

دلِ عاشق میں نگہ اُنکی چبھی جاتی ہے
کبھی نشتر، کبھی سوزن کبھی پیکاں ہوکر

شبِ غم یہ تنِ لاغر نے مسیحائی کی
پھر گئی موت بھی بالیں سے پشیماں ہوکر

ظلم پر بھی نہیں فریاد لبوں کی ہمدم
قطع کی راہ وفا کوئے خموشاں ہوکر

دیکھ لو تم بھی تماشا ہے کہ سوزِ غم سے
جل رہا ہوں ہمہ تن سرو چراغاں ہوکر

نہ رہا جب کوئی دل میں تو بڑھے یاس و الم
اور آباد یہ گھر ہو گیا ویران ہو کر

ہوئے گل کرنے پہ آمادہ مری شمعِ حیات
نفسِ سرد مگر جنبشِ داماں ہو کر

نازکی اُن کو اٹھانے نہیں دیتی تلوار
ہائے مرنا مرا مشکل ہوا آساں ہو کر

سوزِ دل، دردِ جگر، کچھ نہ رہا بعدِ فنا
کیا اجل میرے لئے آئی تھی درماں ہو کر

و بہارِ چمنِ عالمِ ایجاد تھیں
گلبدن، غنچہ دہن، سرو خراماں ہو کر

دل میں عشرت کے تھیں رہتے ہو ہر دم صاحب
کبھی مطلب کبھی ارماں، کبھی ایماں ہو کر

کے عقل و دل و دیں عاشقِ شیدا ہو کر
خوب مشہور جہاں میں ہوا رسوا ہو کر

ں جگہ جا نہ سکا کوئی فرشتا ہو کر
پہونچا انسان وہاں خاک کا پُتلا ہو کر

و دیکھے جو مشتاق تمہارا ہو کر
یاالٰہی وہ اٹھے حشر میں اندھا ہو کر

نزاکت ہے، ترا تیرِ نظر بھی ظالم
زخم دل پر رہا کافور کا پھاہا ہو کر

، بتو مجھکو حیا آتی ہے، تقصیر معاف
تم کو سجدہ کروں اللہ کا بندا ہو کر

یں سوجھتا دنیا کا نشیب اور فراز
عشق کی راہ میں دل چلتا ہے اندھا ہو کر

، دل میرا ملا لیتے تو ہاتھوں میں حضور
رنگ مہندی کا نہ آتا کبھی ہلکا ہو کر

اروں کی یہ ضد ہے کہ نہ اٹھیں گے کبھی
بیٹھے ہیں در پہ ترے نقشِ کفِ پا ہو کر

منزلِ مقصود پہ کب کا پہونچا
رہ گئے راہ میں ہم نقشِ کفِ پا ہو کر

نگے دل وحشت زدہ کو لے کے حضور
کون کام آیا یہ کمبخت ہمارا ہو کر

اک گلِ داغِ جگر تازہ ہے میرا ورنہ — کون سا پھول نہ مرجھا با شگفتا ہو کر

کیا کہوں اس دلِ صد پارہ کی کیا حالت ہے — ہدفِ ناوکِ بیدادِ تمنا ہو کر

عشق و الفت کا شجر وہ ہے کہ جسکی اک شاخ — آج مشہور زمانے میں ہے طوبیٰ ہو کر

ایک ہی بانکی ادا نے تری او فتنۂ دہر — قافلہ لوٹ لیا صبر کا تنہا ہو کر

سخت جانی کا خیال اسپہ نزاکت کا لحاظ — رہ گیا آج بھی قاتل کا ارادا ہو کر

میری ہی قبر میں رکھدے کوئی اس بیکس کو — بخت بد اب رہے دنیا میں تو کسکا ہو کر

جس قدر تیرِ نظر تو نے اتارے ظالم — رہ گئے دل میں وہ سب نقشِ تمنا ہو کر

ان کے دیدار نے قاصد کو یہ عزت بخشی — آدمی زاد گیا آیا فرشتا ہو کر

دل میں رہتا ہے سدا عشق کا طوفاں برپا — ایک کونے میں سمایا ہے یہ دریا ہو کر

عرصۂ حشر میں باقی نہیں تل بھر بھی جگہ — اک جہاں امڈا ہے مشتاقِ تماشا ہو کر

جلوۂ یار رہا دونوں جگہ جلوہ فگن — آنکھ میں بنکے نظر، دل میں سویدا ہو کر

ہونے دیتی نہیں بے پردگیِ حسنِ صنم — نگہِ شوق نقابِ رخِ زیبا ہو کر

وہ نہ آئے مری میت پہ انھیں خوف تھا — پھر نہ مرنے لگے مجھ پر کہیں زندا ہو کر

غمِ امروز کو ٹالا بھی اگر مشکل سے — دل میں پھر آگیا اندیشۂ فردا ہو کر

گردشِ چرخ نے گر پیس بھی ڈالا مجھ کو — زینتِ چشمِ حسیناں ہوا سرما ہو کر

تم پہ اے حضرتِ موسیٰ کہو کیسی گذری — تم بھی تو آئے تھے مشتاقِ تماشا ہو کر

حسن میں بھی ہے یہ قوت کہ رہا عالم میں — چور مہندی کا حریفِ یدِ بیضا ہو کر

نے تو دیکھ لیا جامہ سے باہر تم کو — تم نے بھی چھین لیا کچھ مرا غُصّا ہو کر

رجس فتنۂ محشر کا تھا اک مُدت سے — آیا عالم میں وہ اُن کا قدِ بالا ہو کر

لۂ عشق دکھاجاتا ہے اپنا جلوہ — ق اک نئی شکل میں ہر دم ستم آرا ہو کر

مجنوں میں کبھی چبھ گیا نشتر بنکر — کبھی فرہاد کے سر پر پڑا تیشا ہو کر

ی عدل پہ اب مولوئ شرف الدیں — ق جلوہ گُستر جو ہوئے حاکمِ اعلیٰ ہو کر

ر گیا رتبہ کہ سیّد کا قدم پہونچا ہے — ناز کرسی کرے اب عرشِ معلیٰ ہو کر

کعبہ اللہ کا گھر سچ ہے مگر میں عشرت
جاؤں کس منہ سے وہاں عشق کا بندا ہو کر

سخت جانی کی یہ دمبازی تھی — رہ گئی تیغ جو بیدم ہو کر

کیا صدا باب اثر سے آئی — رہ گئے دستِ دعا خم ہو کر

ناوکِ ناز ترے او ظالم — زخم دل پر رہے مرہم ہو کر

تیرہ روزی مرے گھر میں عشرت
آئی ہے شام شبِ غم ہو کر

ت آخر بھی نگاہیں تھیں رُخِ جلّاد پر — رحمتِ حق کشتگانِ خنجرِ بیداد پر

تے دم الزام ہوگا بسملِ ناشاد پر — خون کی چھینٹیں پڑیں گر دامنِ جلاد پر

غلط الزام وحشت نکہت برباد پر — بار تھا قیدِ گلستاں خاطرِ آزاد پر

) قطعہ ہذا بہ تقریب مبارکباد عطائے ججی ہائیکورٹ کلکتہ مولوی سید شرف الدین صاحب بیرسٹر ایٹ لا ایک مشاعرہ میں بمقام صاحب گنج روبرو موصوف کے پڑھا گیا۔

میں یہ سمجھا غنچۂ گل دیکھکر گلزار میں ۔۔۔ خون میرا آ جم گیا ہے ناوکِ بیداد پر

موسمِ گل میں اجاڑا بلبلِ بیکس کا گھر ۔۔۔ گر پڑے برقِ بلا یارب سرِ صیاد پر

اے خیالِ حسنِ نمکیں تو تصور سے نہ جا ۔۔۔ کون چھڑکے گا نمک زخمِ دلِ ناشاد پر

میں وہ ایذا دوست ہوں گر ہو رہائی کی نوید ۔۔۔ ٹوٹ جائیں ایکدن پہلے ہی اے صیاد پر

جلوۂ پیہم سے ہے دن رات روشن شمعِ طور ۔۔۔ رشک ہے صحرائے ایمن کو دلِ ناشاد پر

تو گرفتارِ قفس ہوں یہ بتا دے ہمصفیر ۔۔۔ بار تو نالے نہ ہونگے خاطرِ صیاد پر

آپکے حرفِ تسلی مرنے بھی دیتے نہیں ۔۔۔ روز افزائش ہے میری قید کی میعاد پر

کس غضب کی تھی حرارت میرے خونِ گرم میں ۔۔۔ پڑگئے چھالے زبانِ خنجرِ فولاد پر

جانِ شیریں لیکے کھودی تلخیٔ زہرِ فراق ۔۔۔ رہ گیا احسان تیشہ کا سرِ فرہاد پر

کیوں چلی آتی ہی رونق، بیکسی جاتی ہی کیوں ۔۔۔ کون آتا ہے مزارِ خانماں برباد پر

زندگی میں بھی فشارِ قبر ہے ہر دم نصیب ۔۔۔ تنگ ہے اتنا زمانہ عاشقِ ناشاد پر

کیا ہوا گر ظلم سے رہنے نہ پایا جسم میں ۔۔۔ اب رہیگا خون میرا گردنِ جلاد پر

سرخ جوڑا خونِ بسمل کا ہوا زیبِ بدن ۔۔۔ پھٹ پڑا جوبن عروسِ خنجرِ جلاد پر

اے زبانِ برگِ گل تو ہی سفارش کر دے کچھ ۔۔۔ توڑتا ہے بلبلِ ناشاد کا صیاد پر

حسرتوں کا گھر کبھی تھا جلوہ زارِ حق کبھی ۔۔۔ ابتو ہے قبضہ حسینوں کا دلِ ناشاد پر

قتلِ عالم کرکے بھی باقی ہی خونریزی کا شوق ۔۔۔ آفریں ہے زورِ دست و بازوئے جلاد پر

شاؔ میانہ شمعِ تربت چادرِ گل کچھ نہیں ۔۔۔ حسرتیں چھائی ہیں قبرِ عشرتِ ناشاد پر

وعدہ کل آنے کا تھا قاصد کی زبانی — یاں منتظرِ وقت کو بیتے کئی دن اور

ن در انداز ہے اوکافرِ بدعہد — ابتو ترے وعدہ پہ بھی بیتے کئی دن اور

ہ ملی نعمتِ آزار کی لذّت — حسرت ہے دمِ مرگ کہ جیتے کئی دن اور

تو موت آتی شبِ غم سرِ بالیں — کیوں آرزو مرگ میں جیتے کئی دن اور

ہیں اگر دستِ ہوس راہ پر آتا — ہم چاکِ گریباں ابھی سیتے کئی دن اور

ہیں تارِ نفس بعدِ فنا بھی — ہم چاکِ جگر قبر میں سیتے کئی دن اور

ے کھل کے ملنا آپ کا لائیگا رنگ آخر — دیا ہے ہم کو بھی اللہ نے کچھ نام و ننگ آخر

م سہیں کبتک ہنوں جینے سے تنگ آخر — رکھیں دل کی جگہ پہلو میں کیونکر خشت و سنگ آخر

ان عالمِ فنا ملک و زمیں سرگرداں — ملا آرام انکو جا کے زیرِ خشت و سنگ آخر

سینہ میں کتنی حفاظت سے رکھا لیکن — چُرا کر لے گئے دل کو بتانِ شوخ و شنگ آخر

وک فگن نے کھینچا جذبِ شوق نے روکا — رہا دل ہی میں اپنے ٹوٹ کر نوکِ خدنگ آخر

ب کیا ایجاد ہو گی جان لینے کی — ہمارے قتل میں کرتا ہے کیوں قاتل درنگ آخر

نگاہی عشوہ و شوخی معاذ اللہ — تمھیں بھی آ گیا دل کے چُرا لینے کا ڈھنگ آخر

ھیل تجھکو لے دلِ ناداں مگر سن لے — یہ عشقِ سادہ رویاں ایکدن لائیگا رنگ آخر

دم مرجانا پڑیگا عشق بازی میں — کھلا کر زہر چھوڑینگے بتانِ سبزہ رنگ آخر

وا سوائے عالم اور چھوڑا عشق بازی کو — ڈبویا ہائے عشرت تو نے اپنا نام و ننگ آخر

کیوں نہ ہو وحشت ہمیں گلزارِ رضواں دیکھکر
آئے ہیں نقش و نگارِ کوئے جاناں دیکھکر

یوں وہ خوش ہیں میرے دل میں داغِ حرماں دیکھکر
جس طرح قندیل کعبہ کو مسلماں دیکھکر

مجھ پہ وہ گذری فروغِ حسنِ جاناں دیکھکر
گذری تھی موسیٰ پہ جو کچھ نورِ یزداں دیکھکر

پڑگئی شاید نظر اس کی مآلِ کار پر
روتی ہے شبنم چمن میں گل کو خنداں دیکھکر

کعبۂ دل کو مرے برباد کرتے ہیں حضور
گھر خدا کا کر رہے ہیں آپ ویراں دیکھکر

خرمنِ صبر و قرار دل میں لگ جاتی ہے آگ
جلوۂ برقِ جمالِ شعلہ رویاں دیکھکر

ہم کو اپنا خستہ و مجروح دل آتا ہے یاد
خون میں اپنے کسی بسمل کو غلطاں دیکھکر

تیرے دیوانوں کی ہے صحرا نوردی میں بھی قدر
چوم لیتے ہیں قدم خارِ مغیلاں دیکھکر

پیشِ طاقِ کعبہ جھکنا عینِ ایماں ہے مرا
فرض ہے سجدہ خمِ ابروئے جاناں دیکھکر

جن ستمگاروں کو تھا میری دلآزاری کا شوق
وہ بھی نادم ہیں مرا حالِ پریشاں دیکھکر

حالتِ داغِ دلِ محزوں سمجھ لیجے حضور
پردۂ فانوس میں شمعِ فروزاں دیکھکر

اب تو کچھ کچھ قدر ہوتی ہے مری نظروں میں بھی
ان پری رویوں کو اپنے دل کا خواہاں دیکھکر

آئے تھے میری عیادت کو مگر اللہ رے وہم
اٹھ گئے بالیں سے وہ مرنے کا ساماں دیکھکر

مجھ کو اپنے خون کا دعویٰ ہو روزِ حشر کیا
میں تو خود نادم ہوں قاتل کو پشیماں دیکھکر

تجھ کو بھی او سنگدل ظالم کبھی آتا ہے رحم
جاں نثارانِ وفا کی قبر ویراں دیکھکر

شیخ سے کہدو کہ کھولے دیدۂ کوتاہ بیں
جلوۂ حق دیکھ لے روئے حسیناں دیکھکر

مجھ کو حیرت ہو رہی ہے ابلقِ ایام بھی
توسنِ عمرِ رواں کو گرمِ جولاں دیکھکر

...بہت نازک ہو دم آخر ہے بالیں سے اٹھو — کیا کرو گے اب مرا حال پریشاں دیکھکر

...ہ پہ جو گذرے گذر جائے کچھ اسکا غم نہیں — آپ تو خوش ہوں مرا حالِ پریشاں دیکھکر

...نہ دشمن کو بھی کہنا پڑا بیت الشرف — آج اس خورشید رو کو اسکا مہماں دیکھکر

...بہ وحشت کو بھی بیکار رکھا ضعف نے — کیا ندامت ہوتی ہی جیب و گریباں دیکھکر

...ہ اد سفاک میری لذتِ ایذا کشی — زخم دل خوں روتے ہیں خالی نمکداں دیکھکر

...تری سکھلائی ہی شوقِ شہادت نے مجھے — جھکتی ہے گردن مری شمشیر عریاں دیکھکر

...رن تا منزلِ مقصود پہونچیں گے ضرور — چل رہے ہیں ہم بھی نقشِ پائے یاراں دیکھکر

...پلے بربا و جب ناحق مرا مشتِ غبار — اب وہ کیوں نادم ہیں خاک آلودہ داماں دیکھکر

...مسے عذرِ جفا کچھ سوچ رکھا ادھیانہ گر — پھر کوئی موقع کہاں محشر کا میداں دیکھکر

...رناک افگن نہ اب تاخیر کر بہرِ خدا — تشنگی بڑھتی ہی دل کی آب پیکاں دیکھکر

...تو اکثر نقاب افگندہ روئے یار کا — ہوتا ہے دھوکا چراغ زیر داماں دیکھکر

...آتا ہے قفس میرا ادھر صیاد کیوں — دل تڑپ جاتا ہے دیوار گلستاں دیکھکر

...رے بیرحمی کہ اس سفاک کا دل شاد ہی — آستیں آلودہ خونِ شہیداں دیکھکر

...اگر بھی ہوئی مجھکو نہ کچھ راحت نصیب — روح پر صدمہ ہی قاتل کو پشیماں دیکھکر

...ے والے جا چکے اور رہائے ہم حسرت نصیب — سر پٹکتے ہیں نشانِ پائے یاراں دیکھکر

زخمِ جگر سے میرے سب ہیں دلکش — اُن کے تیرِ عشوہ کو مصروف درماں دیکھکر

...ہیں مسرور کتنے یہ بتانِ پُر غرور — بندگانِ حق کو اپنے زیرِ فرماں دیکھکر

میں کہے دیتا ہوں ہیں ارمان بھی تیرے ہمیں | دلمیں او ظالم چھپانا اپنا پیکاں دیکھکر
مجھکو اپنا خانہ برباد آجاتا ہے یاد | آشیانِ بلبلِ بیکس کو ویراں دیکھکر
جلوہ گاہِ حسن گلزار قدم ہے چشمِ دل | خاک دل بہلے بہارِ باغِ امکاں دیکھکر
اکدن صیاد مجھکو بھی دکھادے دور سے | کچھ تو ہو تسکین دیوار گلستاں دیکھکر
مالِ ناقص آگیا میرے نصیبوں سے پسند | رحمتِ حق ہوگئی خوش جنسِ عصیاں دیکھکر
ساتھ ہی اس کے نکل جائیں نہ ارماں بھی مرے | کھینچنا دل سے ستمگر اپنا پیکاں دیکھکر
کردیا خاموش اسکو بھی صبا نے یا نصیب | شمعِ بالیں کو سر تربت گل افشاں دیکھکر
ہیں یہ سارے گھر بسائے اُس بتِ سفاک کے | نازِ قاتل ہے بجا شہر خموشاں دیکھکر
گوشۂ دل ہی میں ہو مسکن خیالِ یار کا | پاؤں پھیلانا ذرا اے سوزِ پنہاں دیکھکر
ہوگئیں خیرہ شعاعِ حسن سے نظریں مری | پھر نہ دیکھا میں نے کچھ رخسارِ جاناں دیکھکر
دیکھو کھل جائے نہ میرا خونِ ناحق حشر میں | کیا کہیگا کوئی تم کو یوں ہراساں دیکھکر
خفتگان خاک کی نیندیں اچٹتی ہیں حضور | چین سے چلئے ذرا گورِ غریباں دیکھکر

یہ ستم ہے بعد مردن بھی کہ وہ ظالم ہو خوش
مدفنِ عشرت کو پامالِ رقیباں دیکھکر

ردیف زائے منقوطہ

ہیں تصور میں مرے حشر کے آثار ہنوز | پھرتا ہے آنکھوں میں عکس قدِ دلدار ہنوز

اب بھی آنا ہے تو آجاؤ کہ دم آخر ہے — میہماں آنکھوں میں ہے حسرتِ دیدار ہنوز
خواب ہی بن کے جو آجاتے تو تسکیں ہوتی — شب فرقت میں ہے وا دیدۂ بیدار ہنوز
دوڑتا پھرتا ہے یاں خون رگوں میں عشرت
واں نہیں دستِ تصور میں بھی تلوار ہنوز

ردیف سین مہملہ

تھیں جتنی حسرتیں دلِ مضطر کے آس پاس — بیٹھی ہیں قبرِ عاشقِ مضطر کے آس پاس
تنا کیا تھا تنگ ادب نے خیال کو — شب بھر پھرا ہے بزمِ ستمگر کے آس پاس
نوبیں کی آتے جاتے نظر ہو مآل پر — چار آئینے ہوں قبرِ سکندر کے آس پاس
بنا ز ناز پر یہ ہجومِ نظر نہیں — پھرتے ہیں عندلیب گلِ تر کے آس پاس
جب لطف ہو کھڑی رہے عشرت مثالِ عکس
تقدیر اپنی آئینہ پیکر کے آس پاس
رد سے کچھ آشنا ہو، سیکھے کچھ طرزِ وفا — کوئی دن رہنے دو اپنے دل کو میرے دل کے پاس
رغِ حرماں رنجِ ناکامی غمِ بیچارگی — بیٹھنے والے شبِ فرقت یہی ہیں دل کے پاس
ے قسمت آگئی شامِ شبِ وعدہ اجل — کشتیٔ امیدِ طوفانی ہوئی ساحل کے پاس
سرتِ دیدار جی بھر کے نکالوں وقتِ ذبح — ہو الٰہی زنگ آلودہ چھری قاتل کے پاس
گی بھر ٹھوکریں کھا کھا کے آئے گور تک — ہم پہنچے کس جا نکا ہیوں سے آج ہم منزل کے پاس

میری ناکامی دوائے دردِ تنہائی ہوئی — ہے ہجومِ حسرتِ دل قبر میں بھی دل کے پاس

چل دیئے صبر و سکوں فرقت میں تنہا چھوڑ کر — ایک داغِ نامرادی رہ گیا ہے دل کے پاس

صبر و طاقت بھی انھیں کیسا ٹھکرا کر چلی — اب ہمارا کام کیا ہے عاشقِ بیدل کے پاس

کیوں ابھی تک یاس و محرومی کا ہے یارب ہجوم — کیا کوئی امید چھپ کر رہ گئی ہے دل کے پاس

سیکڑوں ارمان، ہزاروں حسرتیں مرتی ہیں روز — چاہیئے گورِ غریباں بھی ہمارے دل کے پاس

دے چکے تھے اپنے پائے جستجو مجھ کو جواب — دوش پر احباب اٹھا لائے مجھے منزل کے پاس

توبہ کر لوں مرتے دم پیرِ مغاں کے ہاتھ پر — کوئی پہونچا دے مجھے اس مرشدِ کامل کے پاس

حضرتِ عشرت نہیں ہے خوابِ غفلت کا یہ وقت
کاروانِ عمر آ پہونچا ہے اب منزل کے پاس

ردیف شین معجمہ

آیا پہلو میں دلِ آوارہ مرحبا یا ہوا — کیا بھری تھی حلقۂ زلفِ پریشاں میں تپش

خونِ بسمل کی حرارت سے مگر دمساز تھی — بھر گئی یارب دمِ شمشیرِ براں میں تپش

یاد جب آتا ہے ہمدم مجھکو نازِ شعلہ خو — رنگ لاتی ہے شبِ تاریکِ ہجراں میں تپش

آتے ہی تیرِ ستم کا گرم پہلو ہو گیا — سوزِ الفت سے یہ تھی خونِ رگِ جاں میں تپش

ردیف صاد مہملہ

گھیرے ہوئے ہے چار طرف سے بلائے حرص　　دشمن کا قلب بن گیا مہمانسرائے حرص

جبتک ہے زندگی یہ مرض لاعلاج ہے
عشرت ملے گی شہر عدم میں دوائے حرص

ردیف ضاد معجمہ

نہ اوج بخت سے مطلب نہ نشیں سے غرض　　ہمیں ہے بس گرہ قبر کی زمیں سے غرض

کہا یقین کی تسکیں جمال وصل سے ہے　　تو ہنس کے بولے مجھے آپکے یقیں سے غرض

کبھی جو پوچھئے گا صاف صاف کہدینگے　　ہے دل میں کچھ شب امید کی بھبیں سے غرض

ہمارا سب سے علیحدہ مقام ہے عشرت
نہ لطف و مہر سے مطلب نہ بغض و کیں سے غرض

ردیف طائے مہملہ

ہے تصور کا اگر دیدۂ بیدار سے ربط　　بیخودی کیوں نہ کرے دعارۂ دیدار سے ربط

تھی پریشانیٔ نظّارۂ گیسو ایسی　　میری آنکھوں نے بڑھایا ہی شب تار سے ربط

بے طرح فاش ہوا عشق و ہوس کا پردہ　　کس کے دامن نے کیا دیدۂ خونبار سے ربط

کیا ہوا خواہیاں کرتی ہو نسیم دمِ صبح ہے مری خاک کو نقشِ قدمِ یار سے ربط
کوئی آبادی کی صورت تو ہے پہلو میں حسرتیں اپنا بڑھا لیں دلِ غمخوار سے ربط

عمر بھر حسرت و اندوہ کے قرباں ہی رہا
کبھی عشرت کا نہ دیکھا دلِ بیمار سے ربط

ردیف ظائے معجمہ

حسرت و اندوہ و حرماں کی جلو میں فوج ہے نکلی کس شوکت سے نالوں کی سواری الحفیظ
کیوں تصور نے لگایا دل قدِ دلدار سے حشر تک کرنی پڑی امیدواری الحفیظ
کاوشِ تیرِ نگاہِ ناز ہے دمسازِ قلب ہو گیا فرقت میں خوں آنکھوں سے جاری الحفیظ
ناتواں ہے لاش میری دیکھئے اللہ ہے گور کی ہوتی ہے پہلی رات بھاری الحفیظ
کوئے قاتل کی زمیں چیں بر جبیں آئی نظر یہ بڑھی بسمل کے دل کی بیقراری الحفیظ
دیکھئے نظریں جھکی پڑتی ہیں میرے قتل پر کس قدر بیچین ہے نیت ہماری الحفیظ

آج کوئے یار میں بے شبہہ قتلِ عام تھا
اب صفِ آخر میں ہے عشرت کی باری الحفیظ

ردیف عین مہملہ

زبانِ حال سے گویا ہے صبحِ بزمِ امید اب ایک دم نہیں دنیا میں آبِ دانۂ شمع

جو جاں نثار قدیمی ہیں پہلو گرم کریں رہ گیا چار پہر اوج پر زمانۂ شمع
تمام شب ہمہ تن گوش ہو کے پروانے لگی بجھانے کو سنتے رہے ترانۂ شمع
تھی بزم ناز میں وہ گرمی نگہ صیاد جلایا جس نے سر شام آشیانۂ شمع
نحیف و زار کو مشکل ہے طاقتِ پرواز کہ شاخ نخل سحر پر ہے آشیانۂ شمع
ہے بزم عیش میں کب دود آہ پروانہ کھنچا ہوا ہے نگاہوں میں شامیانۂ شمع

ردیف غین معجمہ

رہتی ہے باد سحر پروانے ہوں جلدی نثار اور دم بھر میہماں ہے بزم عشرت میں چراغ
یہ ستم باد صبا کی ٹھنڈی سانسیں قبر پر بعد مردن بھی نہیں ہے اپنی تربت میں چراغ

یا الٰہی آئیگا وہ شمع روکس شب یہاں
کب جلے گا خانۂ تاریکِ عشرت میں چراغ

ردیف فا

فراق یار کے یہ ذہن پر تقاضے ہیں لبوں پہ بات بھی آنے نہ پائی غم کے خلاف

ہے اختصار مضامیں نگاہ میں عشرت
کہیں یہ رمز نہو ہمتِ رقم کے خلاف

امیدی ہے نگہباں کوئے جاناں کیطرف حسرتیں الٹی پھر آئیں قلب ناداں کیطرف

زلفِ عنبر فام کا دھوکا نگاہوں کو مری | موکشاں لایا شب تاریک ہجراں کیطرف
وحشتیں ٹھنڈی پڑیں افسردہ دل میں آ لیے | کون لیجائے سرِ خارِ بیاباں کیطرف
کس تسلی سے نسیمِ نکہتِ گیسوئے یار | لیچلی ہے بن کے رہبر سنبلستاں کیطرف

کہتے ہیں عشرتؔ اسی کو دشت وحشت کی نظر
کس قدر بے ربط پڑتی ہے گریباں کیطرف

جو تھا خیال لبوں کو تری ہنسی کیطرف | تو بڑھتے ہاتھ نہ کس طرح دلگی کیطرف
وفا نے رو کے کہا دم قدم کی خیر نہیں | گیا ہے پھر دلِ گمراہ اُس گلی کیطرف
پری جمالوں کا جلوہ نظر ملائے اگر | حواس بھول کے جائیں نہ آدمی کیطرف
جو منہ میں آیا وہ بیساختہ سنا بیٹھے | تھیں نظر ہی نہیں ہے بھلی بُری کیطرف
ہے خوف مجھکو سن و سال ہی ترے قاتل | نہ دیکھ غور سے بسمل کی بیکسی کیطرف

رگوں میں خونِ تمنا کا جوش ہی عشرتؔ
بڑھایا ہاتھ جو سفاک نے چھُری کیطرف

ردیف قاف

مجھ کو دیکھا سرِ میداں تو یہ بولا قاتل | ایسے ہوتے ہیں خدائی میں قضا کے مُشتاق
مدتوں میری نگاہوں میں پھرے بے پردہ | پھر بھی ہو نام خدا شرم و حیا کے مشتاق
حلقۂ زلف میں پابند کیا خوب کیا | تیرے دیوانے تھے ایسے ہی سزا کے مشتاق

ِزم دیدہ سے کہتی ہو شبِ تارِ فراق　　عمر بھر رہتے ہیں بے چین گرفتارِ فراق

ا احباب کو میت کا اُٹھانا مشکل　　روح کے ساتھ نکل جائے کہیں بارِ فراق

ب فرقت بھی ہے پہلو بھی ہو خالی دل سے　　ہم نہ کہتے تھے برا ہوتا ہے آزارِ فراق

ہ زلف میں بیجا نہیں رہنا دل کا　　پابہ زنجیر ہی رہتے ہیں گنہگارِ فراق

درہمِ داغِ الم سے پرِ طاؤس ہو قلب
آپ عشرت کو نہ کہیے کبھی نادارِ فراق

ردیف کاف

ی تیغِ ستم وقتِ قتل گردن تک　　کھچا آستیں ہی نہیں خوں سے تر ہو دامن تک

ف ہے مرا مشتِ غبار بعدِ فنا　　رسائی کیوں ہو دشوار انکے دامن تک

ے بعد ہے بادِ صبا کے قبضہ میں　　ہماری خاک سے کرتا ہو ناز دامن تک

ہے کون ہوا خواہ آج اسیرِ قفس　　صبا کے ساتھ اُڑاتا ہے خاک گلشن تک

، سبزہ نہ ہو کس طرح سے بعدِ فنا　　بہاتے اشک ہیں تربت پہ میرے دشمن تک

ا ضعف نے یارب گلا دبایا ہے　　شبِ الم میں ہے مسدود راہِ شیون تک
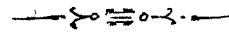
ا پھر امیر اتصور تو یہ پوچھا　　اس بزم میں ہے کثرتِ اغیار کہاں تک

ا کی صدا معرکہ حشر میں آئی　　بیٹھے ہیں بتا دو تو گنہگار کہاں تک

کچھ ترک ادب پر بھی نظر ہے کہ نہیں ہے
یہ اوج ترا آہ شرر بار کہاں تک

اس پردہ نشیں سے نہیں کہتی یہ صبا بھی
اب صبر کرے طالبِ دیدار کہاں تک

وہ بام پر آتے نہیں اے جاذبِ محبت
بیٹھا رہے کوئی پسِ دیوار کہاں تک

ردیف کاف فارسی

آرائشوں کے وقت رہا رعبِ حسن سے
حدِ ادب سے عکس بھی آئینہ رو الگ

حسرت خراب ہے دلِ گم گشتہ کے بغیر
صحرا میں ڈھونڈھنے کو چلی آرزو الگ

گر ہیں ہجوم اشک کی لب پر شکایتیں
ٹپکے گا میرے دیدہ تر سے لہو الگ

شامِ شبِ فراق کا ہے میکدہ میں رنگ
آئے نظر پڑے ہوئے جام و سبو الگ

عشرت اگر نہیں، نہ سہی اسکا غم نہیں
اے آرزوئے وصل نہ ہو دل سے تو الگ

ردیف لام

ترے کوچہ سے جب پیدا کیا ربط
ہزاروں ٹھوکریں کھاتا پھرا دل

کبھی پہلو میں ہے صحرا میں گاہے
ٹھکانے سے کہاں دو دن رہا دل

یہ قسامِ ازل کی شوخیاں ہیں
دیا ہے مجھکو ایسا چلبلا دل

دکھائی تھی ہمیں نے راہِ گیسو
ہمیں سے ہو گیا الٹا خفا دل

کبھی اچھی نہیں وحشت میں غفلت — کرے کچھ ہوش کی اپنے دوا دل
شبِ وعدہ فقط اک دو گھڑی کو — بھلے دل کو لگے کرنے بُرا دل
مرے دل کی حقیقت جب ہو معلوم — تمھارا بھی کہیں ہو مبتلا دل
جسے آغوش میں نازوں سے پالا — نہیں پہلو میں اب وہ بیوفا دل

نت ساتھ رہ کے بنا ہے عدوئے دل — خارِ الم سے الجھا ہے تار رفوئے دل
ے لگا ہے سنکے پیامِ وصالِ دوست — ہوتی چلی ہے نام خدا اب نموئے دل
رہا ہوں بزم میں غیروں کے سامنے — نظروں سے یا گراتا ہوں میں آبروئے دل
نے اسی کو چاہا جو آنکھوں کو بھا گیا — جو آرزوئے چشم وہی آرزوئے دل
ں کسے تمھارے سوا کس کی یاد ہو — تم آرزوئے چشم تمھیں آرزوئے دل
ں اٹھائیں رشتہ سوزن کا کس لئے — تارِ نگاہِ یار سے ہوگا رفوئے دل
سیاہِ ہجر و شعاعِ جمالِ دوست — وہ رو بروئے چشم ہے یہ روبروئے دل

ردیف میم

حشر تک کسی صورت نہیں سہی ہم — ایسے گرے تری نگہِ شرمگیں سے ہم
ساتھ ساتھ ہے فریاد و آہ کا — آتے ہیں چوٹ عشق کی کھائے کہیں سے ہم
ئے ہو رشک کی لذت تمھیں چکھائیں — کیا دل لگائیں اور کسی نازنیں سے ہم

محشر میں داد خواہ ستم کے ضرور ہوں ڈرتے ہیں پر تری نگہِ خشمگیں سے ہم
پامالِ غم تو گردشِ ایّام نے کیا کیا شکوۂ جفا کریں اس مہ جبیں سے ہم

خبر نہیں مجھے کس کس کا خوں بہائے الم قریب ہے مرے پہلو میں کربلائے الم
سوائے خونِ جگر نذر کیا کرے بیمار یہی دوائے الم ہے یہی غذائے الم
اٹھا کے لے چلے میت جو دوش پر احباب تو کیسا ساتھ چلا دو قدم بڑھائے الم
کہیں گے صاف، لیا ہم نے نقدِ دل دیکر خدنگ ناز نے پوچھی اگر بہائے الم
کٹیں گے چار پہر کس طرح قیامت کے شبِ فراق میں قصہ کوئی سنائے الم
انیس آٹھ پہر ہے فراق میں عشرت
ہے قہر مانگیں گے کس منہ سے ہم فنائے الم

دل کو لڑاتے ہیں کسی تیرِ نظر سے ہم پھوڑے کو آج چھیڑتے ہیں نیشتر سے ہم
اٹھے نہ مثلِ اشک نہیں سے تمام عمر کچھ ایسے گر گئے تھے تمھاری نظر سے ہم
ارمان سب امید کے بسنے کو آئیں تو خالی کریں گے گوشۂ پہلو جگر سے ہم
دیکھی ہیں اتنے سوزِ نہاں کی ترقیاں واقف ہیں جیتے جی ہی عذابِ سقر سے ہم
ہے اب تو شوقِ دید کا یہ حال ہمنفس دو گام آگے چلتے ہیں ہر راہبر سے ہم
اب تو اگر خدا ہی اٹھائے تو اٹھ سکیں بے طرح گر گئے ہیں بتو نکی نظر سے ہم
فتنوں کو کیا غرض تھی کہ یوں گھیرتے ہیں اے کاش بچکے چلتے تری رہگذر سے ہم

اللہ رے غمکدہ کی اداسی فراق میں — دشتِ جنوں میں بیٹھ رہے آکے گھر سے ہم

رنگِ پریدۂ چمنِ روزگار تھے — دیکھا نہ گھر کو پھر کبھی نکلے جو گھر سے ہم

دو چراغ کشتہ ہوئے رشکِ غیر سے — جاتے ہیں پیچ و تاب لئے تیرے گھر سے ہم

میری سرنوشت مٹائیگا سنگِ در — یا تیرے سنگِ در کو مٹائیں گے سر سے ہم

س ادب نے پاؤں کو بیکار کردیا — چلتے ہیں جادۂ دمِ خنجر پہ سر سے ہم

ری گلی میں ہم نہ رہیں تو کہاں رہیں — مالوف دشت سے ہیں نہ مانوس گھر سے ہم

عشرت وہ تیغ ناز کو آئیں تو کھینچکر

کرلیں گے قطع راہِ مصیبت کو سر سے ہم

نامہ بر کے ساتھ ہیں جانے کو ہم — آپ اپنا حال کہہ آنے کو ہم

بیخودی کے ساتھ تھے جانیکو ہم — بھول بیٹھے آپ میں آنیکو ہم

ہیں وہ میکش قربِ لب مثلِ سخن — ہر گھڑی رکھتے ہیں پیمانیکو ہم

نشۂ مے میں جو کرتے ہیں طواف — جانے کیا سمجھے ہیں میخانیکو ہم

تنگیِ کنجِ قفس کا ہو بُرا — مر رہے ہیں پاؤں پھیلانیکو ہم

گردشِ قسمت کا ہے اسمیں خمیر — کیا ملائیں لب سے پیمانیکو ہم

ناتوانی کی بدولت دہر میں — سانس لیتے ہیں قسم کھانیکو ہم

تیغ اُٹھانی گر نہ ہو مشکل انھیں — جان جائیں سہل مرجانیکو ہم

جاں سے لیتے ہیں مآلِ کارِ عیش — دیکھکر لبریز پیمانیکو ہم

ہاتھ اُٹھایا ظلم سے سفاک نے | جب ہوئے تیار مرجانے کو ہم
خلق میں جھوٹی قسم کھانیکو آپ | اُس پہ سچ ایمان ہیں لانیکو ہم
صورتِ نقشِ کفِ پا ضعف سے | مستعد بیٹھے ہیں مٹ جانیکو ہم
سبزہ ہیں یا گردِ رہ یا نقشِ پا | ہیں غرض پامال ہوجانیکو ہم
موت نے کی رہبری پہونچا گئی | ڈھونڈھتے تھے اپنے ویرانیکو ہم
دفن کیوں ہوں کوچۂ دلدار میں | راستہ دشمن کے دکھلانے کو ہم
مثل دل پہلو میں رہنے کو رقیب | درد دل کی طرح اُٹھ جانیکو ہم
بن گئے کوچہ میں انکے سنگِ راہ | دشمنوں کی ٹھوکریں کھانیکو ہم
رونق بزمِ نشاط و عیش تم | کنجِ تنہائی میں گھبرانیکو ہم

بدگماں پایا جو عشرت یار کو
چھوڑ بیٹھے دل کے سمجھانے کو ہم

پوری کرتے حسرتیں مرنیکو ہیں تیار ہم | پھر کہاں تجھ کو ملیں گے کثرتِ آزار ہم
لاغری سے ہیں غبار روزنِ دیوار ہم | بے تکلف لوٹتے ہیں دولتِ دیدار ہم
کس غضب میں ہیں شبِ ہجر بتِ عیار ہم | موت ہے ہم سے خفا اور زیست سے بیزار ہم
گوشۂ تربت میں بھی رہنے نہ پائے چین سے | اب کہاں جاکر چھپیں اے شوخیِ رفتار ہم

→ • ——— • ←

ردیف نون

اے بتو یہ ستم معاذ اللہ　　کیا ہمارا کوئی خدا ہی نہیں
صدقے جاؤں اس اجنبیت کے　　اے لو وہ صورت آشنا ہی نہیں
سینہ سے دل کو میرے تیرِ نگاہ　　اس طرح لے اڑا کہ تھا ہی نہیں
ایسا آوارہ تھا جدائی کا　　کہ کہیں اپنا دل ملا ہی نہیں
دست بستہ کھڑا تھا کیوں بگڑے　　عرضِ مطلب تو کچھ کیا ہی نہیں
اب کہاں ڈھونڈھئے کہ پہلو میں　　دل شوریدہ کا پتا ہی نہیں

ں وہ کیا جس دل میں سوزِ عشق کا شعلہ نہیں　　آنکھیں وہ کیا یار کا جن آنکھوں میں جلوہ نہیں
زدی کا رنگ شاید حسن کے جلووں میں ہے　　ہوش اپنا اس گلی میں دو قدم بڑھتا نہیں
ل اڑا کرتی ہے گردِ ناامیدی رات دن　　دامنِ دل میرا یارب دامنِ صحرا نہیں
شبِ تارِ جدائی میں یہاں تک گم ہوں میں　　ڈھونڈھنے سے بھی مرا سایہ مجھے ملتا نہیں
ضِ مطلب طعنۂ اغیار، شکوہ ظلم کا　　کون سا پہلو مری تقدیر سے پیدا نہیں
طقی ہرگز نہ کہہ سکتا تسلسل کو محال　　اس نے تیرا گیسوئے پرپیچ و خم دیکھا نہیں
ب ہوتے ہیں دل عاشق غشی کیا چیز ہے　　شعلۂ حسن پری کچھ طور کا جلوا نہیں
ا کو کہتے ہیں نقاہت ضعف اسکا نام ہے　　میں تو میں ہوں ذکر بھی میرا کہیں چلتا نہیں

کیوں وہ آئیں میری تربت پر یہاں کیا سیر ہے   گل نہیں، سبزہ نہیں، سایہ نہیں، میلا نہیں

میری ہستی دیتی ہے خود مجھکو تعلیمِ فنا   جوہرِ شمشیر سے کم سانس کا ڈورا نہیں

آئے ہو بالیں پہ وقتِ نزع ٹھہرو دو گھڑی   اب ہمارے دم نکلنے میں ذرا وقفا نہیں

زخم وہ جس زخم کی ہووے نہ تدبیرِ رفو   درد وہ جس درد کا ممکن کوئی چارا نہیں

دیر میں ناقوس پھونکیں یا ہو کعبہ میں اذاں   مجھکو کیا میں کیوں سنوں دلکش کوئی نالہ نہیں

دردِ دل نے دی غمِ نیرنگِ ہستی سے نجات   عمر بھر کی جو مصیبت کھوئے وہ ایذا نہیں

ہے شبِ غم میرے گھر میں یہ بلاؤں کا ہجوم   موت کے آنیکو بھی ملتا کوئی رستا نہیں

زخمیِ بے مہریِ ساقی ہوا ہیں بادہ کش   مرہمِ زخمِ جگر جز پنبۂ مینا نہیں

کر گیا رم میرے پہلو سے دلِ سرگشتہ بھی   مونسِ شبہائے فرقت ایک بھی ٹھہرا نہیں

جل گیا ہوگا مری آتش بیانی سے ضرور   بے سبب تو رنگِ روئے مدعی کالا نہیں

سہم کر تیرِ نگاہِ قاتلِ بے رحم سے   طائرِ رنگِ رخِ بسمل بھی اُڑ سکتا نہیں

بارِ خونِ ناحق عشرت اُٹھایا کس طرح
آپ تو کہتے تھے ہم سے پھول بھی اُٹھتا نہیں

دلِ آوارہ مرا سینۂ سوزاں میں نہیں   وہ بھی کہتے ہیں مری زلفِ پریشاں میں نہیں

صاف ہے طبعِ رواں بندشِ خار و گل سے   خس و خاشاک کا دخل اس چمنستاں میں نہیں

تل نے عارض پہ جگہ پائی تو بیجا کیا ہے   ذکر کفار کا آیا ہوا قرآں میں نہیں؟

جب سے چمکا ہے ترا مہرِ جمال اے گلرو   شبنمِ گریہ کہیں دیدۂ گریاں میں نہیں

…ہ کامان اجل سیر ہوں جس سے قاتل　　آب اتنی بھی ترے تیر کے پیکاں میں نہیں

…سے الجھے ہوئے کچھ دن تو رہیں پائے حیات　　کیا کوئی تار نفس بھی تن بیجاں میں نہیں

…اں چھوڑیں گے دیوانۂ الفت یارب　　در و دیوار کوئی حشر کے میداں میں نہیں

…ی ہے جام بھی ہے شیشہ بھی ہے ساقی بھی　　میں ہی توبہ کی طرح محفل جاناں میں نہیں

…ھا جاتی ہے ہر وقت کی تو تو میں میں　　فرق اک بال برابر سگ درباں میں نہیں

…ن کو سونپا ہے خود رفتگی وحشت میں　　آپ میں آنے کی طاقت دل نالاں میں نہیں

آبلہ پائی کی کیا قدر اسے اے عشرت

لذت درد سر خار مغیلاں میں نہیں

…کے تقاضے سے خزاں میں نظر آئے　　کچھ بلبل ناشاد کے پر صحن چمن میں

…ں نے اٹھایا تھا جنازہ مرا یارب　　مدت ہوئی لیکن وہی نکہت ہے کفن میں

…ہر اک وضع میں وہ فتنۂ محشر　　شوخی میں شرارت میں نزاکت میں چلن میں

…ق تبسم سے لڑیں ایسی نگاہیں　　ہے ہر سر مو شعلہ مرے سارے بدن میں

…کے ہلال فلک حسن، پری رو　　انگشت نما ہو گئے بیساختہ پن میں

کٹ جاتے ہیں حاسد مرے اشعار سے عشرت

آب دم خنجر ہے زباں اپنی دہن میں

…لاکھوں ہم نے وصف تیر مژگاں میں　　عروس فکر نے غوطے لگائے آب پیکاں میں

…ف نے بخشی ہے مجھ کو کوئے جاناں میں　　لپٹ کر رہ گیا تار نگاہ چشم درباں میں

سفر دنیا سے جب کرنے لگا دیوانۂ الفت — گلے مل مل کے کیا کیا وحشتیں روئیں بیاباں میں
حواسِ خمسہ بکھریں گے نفس کی آمد و شد سے — یہ اک بودا سا شیرازہ ہے اوراقِ پریشاں میں
قدم کیوں جادۂ مطلب کے باہر رکھتے دیوانے — جو ہوتی وسعتِ واماندگی صحنِ بیاباں میں
بہار بیکسی جورِ خزاں سے کم نہیں ہمدم — سیاہی ہے گلِ شمعِ سرِ گورِ غریباں میں
الٰہی اپنے طفلِ اشک اب ہیں خاک پر غلطاں — یہی اک دن پلے تھے سایۂ دامانِ مژگاں میں
اڑا اے جامۂ ہستی کے پرزے دستِ وحشت نے — نہیں ہے اب کوئی تارِ نفس بھی جسمِ بیجاں میں
کسی کا ناوکِ دل روز مہماں بنکے آتا ہے — نہیں بیوجہہ خون کا دوڑتا تارِ رگِ جاں میں
قیامت ٹوٹے گی شہرِ عدم کے رہنے والوں پر — نجائیں آپ بہرِ فاتحہ گورِ غریباں میں
رفو اس سے کرینگے ہم دلِ زخمیِ زلیخا کا — اگر کچھ تار باقی رہ گئے یوسف کے داماں میں
نہیں رنگِ مسی انکے سرِ انگشتِ حنائی پر — گلِ سوسن کھلا ہے آج شاخِ نخلِ مرجاں میں

وہ اگر خنجر بکف آنے کو ہیں — ہم بھی تو تیار مر جانے کو ہیں
ہاتھ تو وقفِ گریباں ہو چکے — پاؤں وحشت کی سزا پانے کو ہیں
جی نہیں لگتا سرائے دہر میں — ہم خدا جانے کہاں جانیکو ہیں
کیوں نگہباں بنکے بیٹھی بیخودی — دیر سے ہم آپ میں آنے کو ہیں
بیخودی کو وہ دکھاتے ہیں جمال — ہوش پھر آئے ہوئے جانے کو ہیں
واجب التعظیم ہے محرابِ تیغ — سر کے بل جانباز جھک جانیکو ہیں

وہ دکھاتے ہیں مجھے تیغ ادا دل ہی دل میں غیر کٹ جانیکو ہیں
دیکھئے اب کون سا فتنہ اُٹھے
مرقد عشرت پہ وہ آنے کو ہیں

گم ہے دل پہلو میں ملتا ہی نہیں یہ غلط ہے کہ کبھی تھا ہی نہیں
ضعف نے ہار دی ہمت ایسی مر کے دنیا سے میں اٹھا ہی نہیں
دم بھی ارمانِ شبِ وعدہ ہے کہ نکالے سے نکلتا ہی نہیں
ضعف نے دی ہے مجھے عمرِ خضر موت کو میں نظر آتا ہی نہیں
نگہِ شوق سے نکلی نہ غرض روئے اُمید تو دیکھا ہی نہیں
پھونکنے کے لئے اے سوزِ نہاں کیا کسی غیر کا دل تھا ہی نہیں
دل میں کیا آئے گی اُمیدِ وصال اجڑے گھر میں کوئی رہتا ہی نہیں
کیا اٹھے کوئے جفا سے بستر نا توانی کا ارادہ ہی نہیں
بھر کے کانوں میں جوانی کی ہوا میری فریاد وہ سنتا ہی نہیں
لاش مجھ زار کی دیکھی تو کہا مرنیوالے میں تو کچھ تھا ہی نہیں
وہ نظر بن کے اُٹھے پہلو سے گئے اس طرح کہ دیکھا ہی نہیں
ضعف میں ہو سکے کیا ماتمِ دل ہاتھ تو سینہ تک آتا ہی نہیں
برق ہے جلوہ پیہم انکا کہ تصور میں ٹھہرتا ہی نہیں

لیا ہے نقدِ دل اس چشمِ وحشت زا نے الفت میں　　یہ گذری ہے مری درخواست دیوانی عدالت میں

عدو کٹتے ہیں کیوں دل میں مرے مضموں سے عشرت
روانی ہے مگر تلوار کی موجِ طبیعت میں

اسے بھی صرف کرنا ناوکِ فگنِ دل کے دکھانے میں　　نئی تکلیف باقی ہو اگر کوئی زمانے میں
شباب آنے دو ٹھہرو کمسنی کی طرز ناقص ہے　　ابھی مشاقیاں کامل نہیں تم کو ستانے میں
دمِ آرائش اُن سے روبرو آئینہ کہتا ہے　　جواب اپنا نہیں رکھتے ہو تم آنکھیں لڑانے میں
سخنور جس کو آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں وہ نہیں ملتا
بہت سی خاک چھانی ہم نے عشرت اس زمانے میں

یہ کس سفاک نے مسکن کیا اس اُجڑی منزل میں　　کہ ہر دم حسرتِ نو کا ہوا کرتا ہے خوں دل میں
یہاں ہے رنج دوری رشکِ دشمن انکی محفل میں　　کہیں ہم نے نہ پایا فرق اس بیتابی دل میں
وفورِ رشک سے رنگِ حنا خوں ہو گیا دل میں　　لگی مہندی مرے خوں کی جو دستِ پائے قاتل میں
وہ ہرجائی رہا ہنگامہ آرا دونوں منزل میں　　نظر بنکر رہا آنکھوں میں ارماں بنگیا دل میں
جفائے چرخ سے طاقت نہیں ہے ناتوانوں کو　　پڑے ہیں سایۂ دیوار بنکر کوئے قاتل میں
تلاشِ مجرمانِ عشق میں سرگرمیاں کیوں ہیں　　مزا آنے لگا قاتل کو شاید رقصِ بسمل میں
یہ کیوں گورِ غریباں میں نظر آتا ہے سناٹا　　کن رہ حسرتیں کرتی ہیں کیا پہلی ہی منزل میں
ہوئی ہے سدِ راہِ کوئے مقصد یاس و نومیدی　　کمر کھولے ہوئے بیٹھے ہیں ہم پہلی ہی منزل میں
نہ کیونکر فتنۂ تازہ اُٹھے واں سے، کہ رہتی ہے　　قیامت سایۂ دیوار بنکر کوئے قاتل میں

ر جاتا ہے وہ سفاک پھر جاتا ہے منہ اسکا　　صفت ہے طائرِ قبلہ نما کی مرغِ بسمل میں

ا مجھ کو ہمیشہ مجمعِ اغیار سے نفرت　　میں وہ ارماں ہوں جو برسوں رہا ہو گوشۂ دل میں

ر وہ مجمعِ اغیار میں جلسوں میں باغوں میں　　ادھر ہم رنج میں تکلیف میں آفت میں مشکل میں

ت قد، بلا آنکھیں، غضب صورت، کمر لاشے　　دہن اک نقطۂ موہوم وہ بھی فہم باطل میں

اِن وفا کیوں آشنائے غسلِ میت ہوں　　کہ غوطے کھا چکے ہیں موجِ آبِ تیغِ قاتل میں

ہمیں تھے رہرو راہ محبت ورنہ اے عشرت
نہ آئے خضر بھی بھولے سے اِس دشوار منزل میں

جفائیں چاہو کرو کچھ گلہ نہیں　　تم جس میں خوش ہو وہ ستم ناروا نہیں

ہیں اس سے کوئی مسرت سوا نہیں　　ہے مژدۂ وصال پیام قضا نہیں

ستم پہ بھی مجھے مطلق گلہ نہیں　　اتنا کہونگا آپ کو خوفِ خدا نہیں

نظر میں جب کوئی اس کے سوا نہیں　　کیونکر کہوں کسے کہوں بت ہے خدا نہیں

ہوں خفا ہوں میں تو کہونگا ہزار میں　　ان گلرخوں میں نام کو بوئے وفا نہیں

ے مشت خاک مری کوئے یار میں　　توفیق اتنی بھی تجھے باد صبا نہیں

ب ہی حسن پر الزام گر رکھوں　　کیونکر کہوں کہ عشق ہماری خطا نہیں

سے ملتے وقت یہ ظالم رہے لحاظ　　دل ہے کسی غریب کا برگِ حنا نہیں

ش ہوئے نکال کے محفل سے وہ مجھے　　یا ربِ دلِ رقیب کا میں حوصلہ نہیں

ث تصور صادق رہوں نہ کیوں　　میں روز ہجر بھی کبھی ان سے جدا نہیں

اللہ روزِ حشر تو ہونے کو آئی شام ۔ میرا بیانِ غم ابھی آدھا ہوا نہیں
زلفوں میں گر جگہ نہ رہے پھینکا دیجئے ۔ اب میرے کام کا یہ دلِ مبتلا نہیں
رسوائی کیا ہے اُنکی جو بیٹھا ہوں در پہ میں ۔ کچھ غیرِ بد سرشت کا میں نقشِ پا نہیں
کیا ظلم ہے جو لے گئے تھے دل کو چھین کر ۔ اب وہ بھی کہتے ہیں کہ مرے کام کا نہیں
روشن وہ کیا کرینگے مری بزمِ آرزو ۔ جن سے چراغِ تربتِ عاشق جلا نہیں
ممکن نہیں کہ بچ کے نکل جائے کوئی دل ۔ تیرِ قضا سے کم نگہ سرمہ سا نہیں
پہونچی ہے جب دعا مری، آئی یہی صدا ۔ بابِ قبول آج ابھی تک کھلا نہیں

عشرت نہ ڈر تلاطمِ دریائے عشق سے
کافی تجھے خدا ہے، اگر ناخدا نہیں

ہے بات صاف اسمیں لگاوٹ ذرا نہیں ۔ دل میں ہمارے ہو تمھیں تم دوسرا نہیں
ایفائے وعدہ ہو نہ ہو، اسکا گلہ نہیں ۔ میں رشکِ غیر کا متحمل ذرا نہیں
کب طالبانِ دید کا میلہ لگا نہیں ۔ کس دن تری گلی میں قیامت بپا نہیں
افشائے رازِ غیر پہ کیوں رک گئی زباں ۔ فقرہ بھی ذہن میں کوئی چلتا ہوا نہیں
لب پر ہمارے دیکھ کے نالوں کا اضطراب ۔ کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے گویا سنا نہیں
تیرِ نگاہ یار کو وحشت کے پر لگے ۔ دم بھر بھی چین سے مرے دلمیں رہا نہیں
کیا منہ دکھاؤں تجھ کو خدنگِ نگاہِ ناز ۔ قطرہ بھی خون کا مرے دلمیں رہا نہیں
ہم مبتلائے غم ہیں تو دشمن ہیں کون خوش ۔ سچ تو یہ ہے کسی کا وہ نا آشنا نہیں

میں جانتا ہوں حسن کی زینت ہی جو یسے ظالم تجھے ضرورت عذر جفا نہیں
اے تیغِ یار دم ترا قائم رکھے خدا تیرے سوا کوئی مرا مشکل کشا نہیں
ئے ہیں کب وہ گورِ غریباں کی سیر کو جب کچھ مرا نشانِ لحد بھی رہا نہیں
س جان ناتواں کے لئے یہ کشیدگی اے تیغِ یار تجھسے میں ہرگز جدا نہیں
س درجہ خوش سواد ہے اقلیمِ دل مرا ارمان کوئی آیا جو یاں بس گیا نہیں
امیری سخت جانی ہے یا انکی نازکی ق جھگڑا مگر یہ قتل میں اتبک سنا نہیں
ہ کہتے ہیں تری رگِ گردن کٹی نہ کیوں میں کہتا ہوں کہ آپ سے خنجر چلا نہیں

رگ رگ میں سوزِ عشق نے عشرت بھری وہ آگ
سبزہ بھی میری قبر کا رہتا ہرا نہیں

دلِ شبِ فراق کی کچھ انتہا نہیں اب دل کو خوف پرسشِ روزِ جزا نہیں
پہلو میں دل ابھی تھا ابھی کچھ پتا نہیں کیونکر کہوں کہ شوخیِ دزدِ حنا نہیں
وقوف اک تجھی پہ بت مہ لقا نہیں جو صاحبِ جمال ہیں ان میں وفا نہیں
تا ہوں اُن سے جب، مرا جینا محال ہے دیتے ہیں وہ جواب کہ میں کچھ خدا نہیں
ے ستم سے آپ اُٹھاتے ہیں کیوں مجھے رستا ہے یہ حضور کی دولت سرا نہیں
نا اگر ملیں تو کروں عرضِ مدعا دم بھر تو چھوڑتی کبھی اُنکو حیا نہیں
یں قتل ہو کے زندۂ جاوید ہو گیا آب بقا ہیں تو کہیں خنجر بجھا نہیں
ی کہاں سے آیا مرے اشکِ خوں میں آج ٹوٹا جو اپنے دل کا کوئی آبلہ نہیں

اک اک سے پوچھتا ہے خدنگ نگاہِ ناز　　کس نے کہا کہ دردِ جگر کی دوا نہیں

مرنا بھی ہجرِ یار میں ہے ضعف سے محال　　جینے سے بھی تو ہاتھ مرا اُٹھ سکا نہیں

رہوں زیر بارِ منتِ شمشیرِ یار میں　　ورنہ کسی کے آگے مرا سر جھکا نہیں

صبر و قرار و تاب و تواں عقل و فہم و ہوش　ق　روز فراق ایک کا ان میں پتا نہیں

اے دردِ دل خدا تجھے عمرِ دراز دے　　تیرے سوا تو اب کوئی مونس رہا نہیں

کاوش ہمارے سینہ و پہلو سے اب ہے کیوں　ق　کیا ڈھونڈھتا ہے تیرِ نظر جانتا نہیں

مدت ہوئی کہ گیسوے پرخم کو دے چکے　　اب ہم سے اور دل سے کوئی واسطا نہیں

پاتا ہوں خالی خالی شفاخانۂ عدم
عشرت یہاں بھی دردِ جگر کی دوا نہیں

جنوں کا جوش ہے ٹکڑے گریباں ہوتے جاتے ہیں　　ہمارے ہاتھ وقفِ جیب و داماں ہوتے جاتے ہیں

نثارِ زلفِ کافر دین و ایماں ہوتے جاتے ہیں　　ہزاروں کعبۂ دل ہیں کہ ویراں ہوتے جاتے ہیں

مرے مرنے کو یارب وہ ابھی تک مکر سمجھے ہیں　　الٰہی دن بدن وہ اور ناداں ہوتے جاتے ہیں

میں جی بھر کے تجھے کس طرح اے خورشید رو دیکھوں　　کہ نظارے حجابِ چشمِ گریاں ہوتے جاتے ہیں

کہاں تک خونِ دل بھر تواضع کافی ہو عشرت
نئے ارمان دل میں روز مہماں ہوتے جاتے ہیں

ضد کی بیا مبر نے جو خط کے جواب میں　　کیا جانے ہم نے لکھ دیا کیا اضطراب میں

ساقی کا عکسِ رخ نہیں جامِ شراب میں　　ہے آفتاب جلوہ فگن آفتاب میں

بن جاگتے ہیں نہ آرام خواب میں　　کیا دل لگا کے جان پڑی ہی عذاب میں

دنمائی بھی رہے شامل حجاب میں　　تارِ نگہ کا بند لگا دُلفتاب میں

رِ قرارِ دل کا مرے لے کے چلدیے　　مدت کے بعد رات وہ آئے جو خواب میں

ں کو انتظار کا خوگر بنا رکھوں　　وعدہ وہ کر گئے ہیں جو آنے کا خواب میں

ہیں کہوں اور آپ سنیں غیر کو ہو رشک　　بس دلمیں ہی وہ میں نے جو دیکھے ہیں خواب میں

تے میں اس حیا کے نثار اس حجاب کے　　اس پر خفا ہوئے ہیں کہ کیوں آئے خواب میں

عدو میں جلوۂ روئے نگار ہے　　یا شمع جل رہی ہے رہ نا صواب میں

ام میں تو ہے غم کونین سے نجات　　ناحق ہے شیخ فکر عذاب و ثواب میں

ہوئے ہیں دفن دلِ بے قرار کو　　ہے آجتک زمین لحد اضطراب میں

نلابِ دہر کا ہر جا اثر، مگر　　آیا نہ فرق کچھ مرے حالِ خراب میں

سے بھی بیعتِ پیر مغاں کا فیض　　آتا جو شیخ حلقۂ دورِ شراب میں

م فراق نے دل خون کر دیا　　اب ہے لہو کا رنگ بھی چشم پر آب میں

ن ڈوب کے مرنا کرے پسند　　آئیگی نیند کیا مری چشم پر آب میں

ہی آنکھوں ہوتی ہی تعلیم عشق کی　　یہ مسئلہ لکھا نہیں ہوتا کتاب میں

ہے ایک جام میں سارے جہاں کی سیر　　جمشید کی تو روح نہیں ہے شراب میں

م یاس سے اتنی جگہ کہاں　　ٹھہرے امید کیا دلِ ناکامیاب میں

مرے خیال میں بے پردہ رہ چکے　　اب کیوں نگاہِ شوق سے تم ہو حجاب میں

میں اور خدانخواستہ دعوئے خوں کروں ‫ ‫ قاتل ہے روزِ حشر عبث اضطراب میں

رنجِ فراق، دردِ جگر، دل کا اضطراب ‫ ‫ کمبخت ایک جان ہے کس کس عذاب میں

میں بچ گیا حساب معاصی سے روزِ حشر ‫ ‫ جسکا شمار کچھ ہو وہ آئے حساب میں

دونوں جہاں کی فکر سے مل جاتی ہے نجات ‫ ‫ یہ نفع عام خاص ہے شغلِ شراب میں

کیا ظلم ہے کہ غیر کو بھی لائے ساتھ ساتھ ‫ ‫ گر مدتوں پہ وہ کبھی آئے بھی خواب میں

بحرِ کرم ہیں نامۂ عصیاں کے دھونے کو ‫ ‫ ٹپکے ہیں جتنے اشکِ غم بو تراب میں

اللہ رے فروغِ رخِ رشکِ آفتاب ‫ ‫ اک بجلی کوندتی ہے سحاب نقاب میں

جو چاہیں آپ حضرتِ واعظ بیاں کریں ‫ ‫ لیکن نہو وہ ساغر و مینا کے باب میں

سادہ ہی کاغذ آتا تو اس خط سے خوب تھا ‫ ‫ بھیجا جو اُسنے غیر کا لکھا جواب میں

اے مرگ تو ہی مجھ پہ کرم کر شبِ فراق ‫ ‫ اب جان مبتلا ہے بڑے اضطراب میں

یارب ہو خیر مردمِ دیدہ کی روزِ ہجر ‫ ‫ طوفان ہے بپا مری چشم پر آب میں

عشرت یہ عقدہ کھل گیا انکار وصل سے
کچھ گو مگو سے تھے دہنِ لاجواب میں

کیوں بلبلوں سے یہ گل تر بولتے نہیں ‫ ‫ کیا مفلسوں سے صاحبِ زر بولتے نہیں

اس سرو قد نے منہ سے نہ کیا کچھ کہا مجھے ‫ ‫ کہنے کی بات ہے کہ شجر بولتے نہیں

کنجِ قفس میں مرغِ چمن چھوڑ چرخ سے ‫ ‫ کرتے ہیں اپنی عمر بسر بولتے نہیں

مقتل میں وہ ٹہلتے ہیں خنجر لئے ہوئے ‫ ‫ ہیں مرنے والے آج کدھر بولتے نہیں

و دو زباں ہیں سنان غم فراق — دشمن سے آدھی بات مگر بولتے نہیں

ل سے تنگ آ کے کہیں گے برا بھلا — تجھ سے تو اے خدنگ نظر بولتے نہیں

د ور کیا شفق کا سر شام کھا گئے — کس دھن میں ہیں کہ مرغ سحر بولتے نہیں

ں وضع ماتم پروانہ ہے کہ یوں — دھنتے ہیں شعلے شمع کے سر بولتے نہیں

ل سے میرے وعدہ فراموش خیر ہے — دامن چلے چھوڑا کے کدھر بولتے نہیں

ہ یار مرے مرغ دل کی سمت — آتا ہے اس طرح سے کہ پر بولتے نہیں

ا نہ اپنی خاک کبھی کوئے یار تک — ہم تجھ سے اے نسیم سحر بولتے نہیں

عشرت جواب طعنۂ حاسد نہ دینگے ہم
جاہل سے بات اہل ہنر بولتے نہیں

رت جی اٹھی ہے سایۂ شمشیر میں — قم باذنی کا اثر ہے نعرۂ تکبیر میں

نا ہوں خوشی سے بہر استحکام ظلم — سانس کا ڈورا لگا لو قبضہ شمشیر میں

ا بان اجل جھک جائیں جس سے وقت قتل — آب اتنی بھی نہیں قاتل تری شمشیر میں

مژگاں سے ہوئی سفاک اور انکی نظر — کس بلا کے پر لگائے ہیں قضا کے تیر میں

تار بلا کو حکم آزادی ملا — ہے مبارکباد کا غل خانۂ زنجیر میں

ں سے ہماری دیکھنا ہنگام قتل — آبلے پڑ جائیں گے قاتل تری شمشیر میں

ن نے رکھا ہے آپ کو اک رنگ پر — چاہیئے رنگ زمانہ آپ کی تصویر میں

سن یار سے تھا روبرو آنا محال — چھپ گئی عرض تمنا پردۂ تقریر میں

عکسِ حسنِ روئے قاتل نے جلادی اور بھی ۔۔۔ بڑھ گئی دونی صفا آئینۂ شمشیر میں

کاوشِ تقدیر نے گر ہاتھ پھیلائے نہیں ۔۔۔ چاک لاکھوں ہو گئے کیوں اِن تدبیر میں

اُڑ گیا جوشِ جوانی ڈھل گیا چڑھتا شباب

موت بھی اچھی نہ تھی عشرت تری تقدیر میں

گلۂ جور کریں شکوۂ بیداد کریں ۔۔۔ سننے والا ہو تو جی کھول کے فریاد کریں

مجھ سے کہتے ہو کہاں بھول کر آئے دلکو ۔۔۔ آپ تو وعدۂ فردا کو ذرا یاد کریں

غیر ممکن ہے یہ احساں شبِ فرقت کے لیئے ۔۔۔ قیدِ عنصر سے مری روح کو آزاد کریں

ہاتھ ہونگے نہ گریباں سے کبھی صلح پذیر ۔۔۔ پاؤں کہتے ہیں چلو نجد کو آباد کریں

دشت غربت میں وہ استاد ہوں مجھسے عشرت

حضرت خضر بھی وحشت کا سبق یاد کریں

غیر کی اُن کو مروت کچھ نہیں تو کچھ نہیں ۔۔۔ حاصلِ رسمِ شکایت کچھ نہیں تو کچھ نہیں

آدمی میں آدمیت کچھ نہیں تو کچھ نہیں ۔۔۔ صاف ہے مٹی کی مورت کچھ نہیں تو کچھ نہیں

جب تلک دل پاس ہے در دِ خدا سے خوف ہے ۔۔۔ میرے پہلو میں یہ دولت کچھ نہیں تو کچھ نہیں

شوق سے وہ بال کھولے غیر کے لاشے پہ جائیں ۔۔۔ ان کی آشفتہ طبیعت کچھ نہیں تو کچھ نہیں

چاہیے عشرت کوئی گیسو کے سودے کا نشاں

ہجر میں جب دل کو وحشت کچھ نہیں تو کچھ نہیں

کیا ہجومِ رشک کے ہاتھوں سے تنگ آیا ہوں میں ۔۔۔ زیرِ خنجر ہے گلا اغیار کا مرتا ہوں میں

لقمہ کبھی نہ رکھا کاہشِ تن نے مجھے   اے دہانِ گور اب تجھ سے بھی شرماتا ہوں میں

میں آکر کہہ رہا ہے سوزِ عشقِ شعلہ رو   شمع بنکر پردۂ فانوس میں چھپتا ہوں میں

ا ہوں اسطرح شبہائے فرقت تا سحر   مجھ سے کچھ کہتا ہے دل ور دل سے کچھ کہتا ہوں میں

جانِ ناتواں پر یوں بلاؤں کا ہجوم   اے شبِ تارِ الم اللہ کا بندا ہوں میں

کبھی چھوٹا نہ قیدِ غم سے وہ دیوانہ ہوں   شور بنکر خانۂ زنجیر میں رہتا ہوں میں

کیا ہو ناتوانی سے رہِ ملکِ عدم   رشتۂ تارِ نفس کے دام میں الجھا ہوں میں

لف میری ہستی بے تامل میری موت   اک ادائے لغزشِ مستِ خمِ صہبا ہوں میں

رکھا میں نے تنہائی کے ڈر سے ہجر میں   درد دل تو بار ہا اٹھا کہ اب جاتا ہوں میں

جب سے جاگزیں ہے دلمیں عشقِ شعلہ رو ق   دین و ایماں صبر و طاقت سب سے بیگانا ہوں میں

دی کو نہیں منظور رہنا ساتھ بھی   اے خیالِ یار لے اب تجھ سے بھی چھٹتا ہوں میں

لطف پورا بادہ نوشی کا مجھے عشرت ملے

خاک ہو کر بھی اگر خشتِ خمِ صہبا ہوں میں

خفا ہوتے ہو کب میں نے کہا یار ہوں میں   عاشق ہوں میں جاں نثار ہوں میں دل افگار ہوں میں

برق تجلی کی نہیں تقصیر کچھ   میں ہی اپنا خود تو سچ ہے میں خطاوار ہوں میں

کی رات ہی تو بھی چلا منہ موڑ کر   اے دلِ ناداں میں تیرے ناز بردار ہوں میں

آئینِ اسیری سے ابھی واقف نہیں   کیوں خفا صیاد ہے میں تو گرفتار ہوں میں

گورِ غریباں آگئے ہیں کیا نذر دوں   جان تک تن میں نہیں اس درجہ نادار ہوں میں

بعد مردن دیکھئے کس نام سے مشہور ہوں — نزع تک تو شاکرِ بیدادِ وحشیں میں
یوں تسلی دیتی ہے شامِ شبِ فرقت مجھے — میں بھی تیرے بختِ خفتہ کے عزاداروں میں ہوں
عقل کہتی ہے کہ یہ سرگشتگی اچھی نہیں — دل یہ کہتا ہے کہ میں مشہور آواروں میں ہوں

رنج اٹھائے ظلم جھیلے دکھ سہے اور خوش رہے
کیوں نہ مجھکو ناز ہو عشرتؔ وفاداروں میں ہوں

مانا کہ میں نہ سوزِ جگر کو بیاں کروں — بوئے دلِ برشتہ کو کیونکر نہاں کروں
آمادہ جفا وہ دل آزار ہو اگر — نورِ نظر کو فرشِ رہِ امتحاں کروں
سنتا ہوں میں کہ یار ہے قید مکاں سے پاک — حیران ہوں تلاش اسے اب کہاں کروں
یہ بھی بتا دو قتل پہ ہو مستعد اگر — کسکے سپرد امانتِ دردِ نہاں کروں
سختِ جگر تو پہلے ہی خوں ہو کے رہ گئے — اے مرگ کسکو وارثِ دردِ نہاں کروں
کہتی ہے مجھسے شوخیِ رفتارِ آپ کی — برباد بعدِ مرگ لحد کا نشاں کروں

شعلے ہزار قلب و جگر میں بھڑک اٹھیں
عشرتؔ اگر میں ہجر میں ضبطِ فغاں کروں

گر نہ ملتیں کنجِ مرقد میں کفن کی دھجیاں — پنجۂ وحشت اڑا دیتا بدن کی دھجیاں
ہے عیاں برگِ خزاں دیدہ سے یوں رنجِ بہار — اڑ رہی ہیں یہ گریبانِ چمن کی دھجیاں
کسکے دستِ ظلم کی دیر و حرم میں دھوم ہے — ہوگئیں ملبوسِ شیخ و برہمن کی دھجیاں
جیتے جی تھا زورِ دستِ جنوں مرنے پہ بھی — ہیں لحد میں بھی گریبانِ کفن کی دھجیاں
ہوں وہ اہلِ فقر کو ملبوسِ شاہی سے سوا — ہاتھ آئیں گر گلیمِ پنجتن کی دھجیاں

تنکے چُنتا ان کے گھر پہونچا دلِ وحشت زدہ — آج دیوانے نے لیں دیوانے پن کی دھجیاں
قدر دانانِ سخن نے اُنکو آنکھوں پر لیا — پھاڑ کر میں نے جو پھینکی تھیں سخن کی دھجیاں
کنجِ تربت میں نہ رہ بیکار اے دستِ جنوں — یاں بھی حاضر ہیں گریبانِ کفن کی دھجیاں
خیر ہو یا رب نسیمِ صبح نے کیا کہہ دیا — کیوں اُڑا ڈالیں گلوں نے پیرہن کی دھجیاں
دشتِ غربت میں اسے میں نے تبرک جانکر — باندھ لی ہیں سر پہ ملبوسِ وطن کی دھجیاں
لیجئے ہم وحشیانِ سخت جاں کا امتحاں — دیکھئے اڑتی ہیں کیا دار و رسن کی دھجیاں
کسکے غم میں ہے مکدر اے نسیمِ صبحدم — دشتِ غربت میں اڑیں کس بیوطن کی دھجیاں
پھر خزاں کی آمد آمد ہے الٰہی خیر ہو — پھر نہ اڑ جائیں کہیں رنگِ چمن کی دھجیاں
سخت جانوں سے مدد لے کوہکن مشکل ہی کام — بازوؤں پر باندھ لے میرے کفن کی دھجیاں
عاشقِ گیسو کی تربت پر چڑھا نا بعدِ مرگ — حلقۂ زنجیر کے ٹکڑے رسن کی دھجیاں
یہ غلط فہمی ہے گلچیں کی جو سمجھا برگِ گل — ہیں یہ دامانِ جوانانِ چمن کی دھجیاں
بس بس اے چالاکیِ دستِ فشارِ کنجِ قبر — یادگارانِ عزیزاں ہیں کفن کی دھجیاں
بے محل ہنسنا ہے ہم سودا زدوں کے حال پر — وحشتوں نے چھوڑیں کسکے پیرہن کی دھجیاں

جذبِ دل کا پیرِ کنعاں کے یہ عشرتؔ تھا اثر
اڑ گئیں یوسف کے بوئے پیرہن کی دھجیاں

شعلہ رخسار دل جلاتے ہیں — آگ کعبہ میں یہ لگاتے ہیں
لعلِ لب پر مسی جماتے ہیں — آگ وہ خاک سے دباتے ہیں

طاقتِ نالہ آزماتے ہیں　　سقفِ گردوں کو ہم گراتے ہیں
سر تربت وہ مسکراتے ہیں　　بجلیاں قبر پر گراتے ہیں
جو نظر سے ہمیں گراتے ہیں　　وہی آنکھوں میں بھی سماتے ہیں
وہ تصور میں بھی جو آتے ہیں　　دشمنوں کو لگائے لاتے ہیں
جمع کرتے ہیں حسرتیں دل میں　　اجڑی بستی کو ہم بساتے ہیں
نہ رہا پاس نازکی اُن کو　　خونِ ناحق کا بوجھ اُٹھاتے ہیں
دیکھ کر نازکی کو قاتل کی　　دہن زخم مسکراتے ہیں
بیخودی سے ثبوت عشق ملا　　کھو کے ہم اور پائے جاتے ہیں
پھول میرے اٹھا نہیں سکتے　　ناز غیروں کے جو اُٹھاتے ہیں
ضعف میں مشکلوں سے دِقّت سے　　ہاتھ جینے سے ہم اٹھاتے ہیں
رشک کا فعل ہے یہ قابلِ دید　　ہم بھی قاصد کے ساتھ جاتے ہیں
کسکا دل آپ کرتے ہیں ٹھنڈا　　کہ ہمیں رات دن جلاتے ہیں
الفتِ چشمِ سرمہ آگیں میں　　دل کو ہم خاک میں ملاتے ہیں
کیوں نہو عاشقی میں نیت سیر　　زخم تیغِ ستم کے کھاتے ہیں
بچ کے چلتے ہیں میری تربت سے　　سیدھا رستہ وہ کاٹ جاتے ہیں
اُٹھے محفل سے سن کے نام مرا　　یوں مری قدر وہ بڑھاتے ہیں
آب خنجر سے لے خبر ظالم　　دہنِ زخم سوکھے جاتے ہیں

خیر اجڑے مزار کی یا رب　　کہ وہ اٹھکھیلیوں سے آتے ہیں

پھرتے ہیں جنگلوں میں آبلہ پا　　پیاس کانٹوں کی ہم بجھاتے ہیں

روکے اب ہم کو پاسباں تیرا　　بن کے ہم ذکر غیر آتے ہیں

کیا گلہ اُن کے یاں نہ آنے کا　　ہم یہاں آپ میں کب آتے ہیں

کعبہ و دیر کا چراغ نہیں　　دل مرا آپ کیوں جلاتے ہیں

رُخ پہ بکھری ہے زلفِ یار اگر　　ہوش کیوں میرے بکھرے جاتے ہیں

جذبِ دل جتنا کھینچتا ہے انھیں　　ہم سے اتنا وہ کھنچتے جاتے ہیں

کھائے جاتے ہیں ہم غمِ دل کو　　غمِ دل ہم کو کھائے جاتے ہیں

یہ رہِ جستجو نرالی ہے　　کھو کے اپنے کو اسکو پاتے ہیں

کل جہاں بھول آئے تھے دلکو　　آج پھر اس گلی میں جاتے ہیں

ایک عالم کو ہم سے نفرت ہے　　زخم تک دل کے بگڑے جاتے ہیں

کوچۂ زلف میں یہ ہے اندھیر　ق　جو وہاں پہونچے زک اُٹھاتے ہیں

چھینے جاتے ہیں نقدِ صبر و قرار　　قافلے دل کے لوٹے جاتے ہیں

جھکے پڑتے ہیں گیسوئے جاناں　ق　عارضِ صاف کو چھپاتے ہیں

سر اٹھایا ہے کافر وں نے بہت　　پہلوِ اسلام کا دباتے ہیں

عید جانبازوں کی ہے مقتل میں　ق　آبِ شمشیر سے نہاتے ہیں

سینہ پر برچھیاں ہیں زخموں کی　　خلعتِ سُرخ بدلے جاتے ہیں

نہ ہوا غصّہ بعد قتل بھی کم ق پسِ مردن بھی ظلم ڈھاتے ہیں
کہ اب اٹھکھیلیوں سے چل چل کے وہ نشانِ لحد مٹاتے ہیں
فاتحہ کیوں پڑھیں وہ تربت پر ق طعنہ دینے لحد پہ آتے ہیں
کہتے ہیں کیوں خفا ہو تم ہم سے آؤ اٹھو کہ ہم بلاتے ہیں
تھا اسی منہ پہ عشق کا دعویٰ یوں ہی نازِ جفا اٹھاتے ہیں
پاؤں پھیلائے سو رہے ہو تم ہم سرھانے کھڑے جگاتے ہیں
کوئی فتنہ اٹھے گا پھر **عشرت**
نیچی نظریں وہ پھر اٹھاتے ہیں

کب خیالِ کاکلِ پُرخم نہیں کب میں اپنی زیست سے برہم نہیں
آجتک اُنکی جفائیں کم نہیں زخمِ دل شرمندۂ مرہم نہیں
کیوں سلجھتے گیسوئے برہم نہیں میری قسمت کا تو پیچ و خم نہیں
وحشتوں میں بھی خیالِ رم نہیں آپ کی مرضی سے باہر ہم نہیں
ظلم میں یوں تو فلک مشہور ہے آپ بھی نام خدا کچھ کم نہیں
ہے جبینِ ناز پر افشاں چنی برگِ گل پر قطرۂ شبنم نہیں
خاک اُڑاتے ہیں بگولے دشت میں کسکو مجھ وحشت زدہ کا غم نہیں
طاقِ کعبہ ہے تری محرابِ تیغ کس کی گردن اسکے آگے خم نہیں
صبر و طاقت کی جدائی شاق ہے دل کے جانیکا تو چنداں غم نہیں

روز کی امیدواری تا بکے — آج وہ خنجر نہیں یا ہم نہیں

گر شبِ غم میں نہیں صبر و قرار — دردِ دل تو ہمدمی کو کم نہیں

مر کے ہے اُن سے اُمید فاتحہ — حسرتیں بعدِ فنا بھی کم نہیں

کیوں نکالا تو نے محفل سے ہمیں — بے وفا ارمان دشمن ہم نہیں

شام غم میں ہو گئی حالت بھی غیر — بیکسوں کا کوئی بھی ہمدم نہیں

کیوں ہے باہر فہم سے کنہہ دہن — لفظ مہمل معنی مبہم نہیں

وہ جنازے پر کھڑے ہیں بعد مرگ — ہائے چشم منتظر میں دم نہیں

ایک میلہ بھی نہ چھوٹے شہر کا
ایسے بھی آوارہ عشرت ہم نہیں

آتے ہیں یاد میں نہ کسیکے خیال میں — ہم ایسے ہیں چھپے ہوئے گردِ ملال میں

زاہد کبھی نہ آئے گا تیرے خیال میں — جو کچھ مزا ہے اس مئے دیرینہ سال میں

بے مثل تم کو کیوں کہوں حُسن و جمال میں — تم سا ہی ایک اور ہے میرے خیال میں

مایوسیوں کی آگ میں جل بھن کے رہ گئیں — تھیں جتنی حسرتیں دلِ حسرت مآل میں

میرے تصوّرات کا رُکنا محال ہے — ہاں میں نہ آؤں گا ترے بزمِ خیال میں

ہم سے سیاہ کار رہوں زاہد کہ تجھ سے نیک — تخصیص کچھ نہیں کرمِ ذوالجلال میں

باہر ہے قید سمت سے ڈھونڈھوں کہاں اُسے — ہے شرق و غرب میں، نہ جنوب و شمال میں

میں کہتا ہوں کہ خواب میں آجائیے کبھی — وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں آتے خیال میں

مستِ مئے نظارہ حسنِ نگار ہیں — اچھے ہیں وہ جو رہتے ہیں انکے خیال میں

او مہر وش! نہ اٹھتی جوانی پہ ناز کر — ہے دوپہر کا فرق عروج و زوال میں

دونوں جو ہیں مکان تو دونوں مکیں بھی ہیں — دل میں جو ہے ملال تو دل ہے ملال میں

محفوظ اک مکان دیا ہے رقیب نے — رہتے ہیں ہم ہمیشہ عدو کے خیال میں

کیا کیا حسیں ہیں جمع تماشا تو دیکھئے — رہیئے تو چار دن مرے قصرِ خیال میں

صبر و قرار جا چکے پہلو سے تو نہ اٹھ — اے دردِ دل نہ چھوڑ مجھے ایسے حال میں

دیکھا تو تھا تصورِ اغیار کا ہجوم — گذرے تھے آج ہم بھی کسی کے خیال میں

باغِ امید، بزمِ طرب، خلوتِ وصال — کیا کیا ہیں سیرگاہ طلسمِ خیال میں

کیا وہم ہے کہ غیر کو رکھتے ہو ساتھ ساتھ — تنہا نہ آئے تم مرے بزمِ خیال میں

ان ابروؤں کو دیکھ کے کیوں دیکھوں ماہِ عید — کیا ایسے چار چاند لگے ہیں ہلال میں

عشرتؔ میں شکر کرتا ہوں نقصانِ علم پر
جس کو ہوا کمال وہ آیا زوال میں

گرد اٹھتی ہے جو ان کی چال سے گلزار میں — سرمہ ہوتی ہے وہ چشمِ نرگسِ بیمار میں

میری تو آنکھیں کھلی ہیں حسرتِ دیدار میں — وہ یہ کہتے ہیں ابھی باقی ہے دم بیمار میں

جان دیکر سستے چھوٹے غم سے قیس و کوہکن — ہم رہے سر پھوڑنے کو دامنِ کہسار میں

جس کو تم چاہو جلا لو، جس کی چاہو جان لو — سحر ہے رفتار میں، اعجاز ہے گفتار میں

وہ نہ گذرے گی جہنم میں کسی کافر پہ بھی — جو گذر جاتی ہے ہم پر انتظارِ یار میں

ٹھوکریں کھاتے ہیں لیکن وہ گلی چھٹتی نہیں / سنگِ رہ بنکر پڑے ہیں کوچۂ دلدار میں

عالمِ تجرید میں کیا بے تعلق کٹ گئی / سبزۂ بیگانہ ہوکر ہم رہے گلزار میں

جان دیکر کیوں نہ لیتے مول عشقِ زلفِ یار / یہ وہی سودا ہے جو ملتا نہیں بازار میں

حسرتِ دیدار ہی کے ساتھ نکلی جان بھی / اٹھئے اب باقی نہیں کچھ آپ کے بیمار میں

ڈھونڈھتی کیا ہے کسیکی نوکِ پیکانِ نگاہ / کیا چھپا رکھا ہے میں نے زخمِ دامندار میں

دل گرفتہ ہی اگر رہنا تھا ہم کو عمر بھر / کاش غنچہ ہوکے رہتے ہم کسی گلزار میں

روبرو اس رشکِ عیسیٰ کے نہ آنے پائیگی / موت کو آنا ہو گر آجائے ہجرِ یار میں

گردشِ بختِ سیہ نے پیس ڈالا بھی تو کیا / سرمہ ہوکر گھر بنایا میں نے چشمِ یار میں

دشمنوں کے دل پہ بھی عشرتؔ کا قبضہ ہوگیا

رشک بنکر رہتے ہیں اب خاطرِ اغیار میں

جان دیکر بھی میں لیتا فرقتِ دلدار میں / جنس تسکیں کیا کہوں بکتی نہیں بازار میں

کیا اٹھاؤں ہاتھ جینے سے فراقِ یار میں / اتنی بھی طاقت نہیں باقی ہے جسمِ زار میں

یہ سمجھکر ہم نہ اُٹھے قبر سے روزِ جزا / جنس نامقبول ہیں کیا جائیں ہم بازار میں

ذبح کر ظالم اجل کے ناز اُٹھ سکتے نہیں / اتنی طاقت اب کہاں باقی ہے جسمِ زار میں

رشک سے تنہا نہ چھوڑیں گے تمھاری یاد کو / ساتھ ہی ہم بھی رہیں گے خاطرِ اغیار میں

قہر آلودہ نگہ سے دیکھتے ہو کیوں مجھے ؟ / زہر کیوں تم نے ملایا شربتِ دیدار میں

پوچھنے آئے ہیں کب وہ میرے حالِ زار کو / جب نہ ملنے کی رہی طاقت لبِ اظہار میں

سیکڑوں رخنے بنا لیگی نگاہِ اشتیاق کیا تردد ہے اگر روزن نہیں دیوار میں
تم خفا ہوتے ہو کیوں تم کو نہیں ہم گھورتے دیکھتے ہیں اپنا منہ آئینۂ رخسار میں
میں نہ خارِ رشک ہوں یارب نہ دربانکی نگاہ کیوں کھٹکتا ہوں ہمیشہ خاطرِ اغیار میں
تم سمجھ لینا کہ یہ غنچے دلِ عاشق کے تھے جتنی کلیاں بے کھلے سوکھیں تمہارے ہار میں

لاکھ کوشش کی نہ پایا آجتک اسکا سراغ
عمر اپنی کٹ گئی عشرتؔ تلاش یار میں

کوئی امید اپنے دل میں جلوہ گر ہوتی نہیں اس سیہ خانے میں تنویر قمر ہوتی نہیں
اک مری شامِ جدائی کی سحر ہوتی نہیں ورنہ حالت کسکی یاں نوعِ دگر ہوتی نہیں
وہ نگاہِ شوخ بے پروا ادھر ہوتی نہیں کوئی فکر بخیۂ چاکِ جگر ہوتی نہیں
شغل بے کاری ہے ورنہ اب ہجوم یاس سے خود دعاؤں کو تمنائے اثر ہوتی نہیں
مہر محشر کی یہ حدت اک قیامت ہی بپا کچھ مدد تجھسے کبھی اے دامان تر ہوتی نہیں
ہے خس و خاشاک غم کا کلبۂ احزاں میں ڈھیر اک نظر برقِ تجلی کی ادھر ہوتی نہیں
اے دلِ بے صبر ابھی سے عشق میں مضطر ہی کیوں اس بلا سے تو رہائی عمر بھر ہوتی نہیں
روز ہوں میں منتظر ہوتا ہے آخر کیا مآل مبتلائے عشق کی شاید خبر ہوتی نہیں
ہے تہی دستوں کو حاصل اس جہاں میں سرکشی منکسر دنیا میں شاخِ بے ثمر ہوتی نہیں
ہے تغافل پیشگی بھی ان حسینوں کی ادا یہ غلط ہے حالِ عاشق کی خبر ہوتی نہیں
ہے مری نازک دماغی کا اثر اتنا وسیع اب دعا بھی میری ممنونِ اثر ہوتی نہیں

دوست بنکر ہم سے اس دل نے کیا جو کچھ سلوک　　دشمنوں سے بھی یہ امید ضرر ہوتی نہیں

خاک ہی میری پہونچ جائے درِ دلدار تک　　اتنی ہمت تجھسے اے بادِ سحر ہوتی نہیں

کچھ تو کم ہو جائے داغ نامرادی کی جلن　　تجھ سے اتنی بھی مدد اے چشم تر ہوتی نہیں

غیر ممکن ہے کہ حل ہو وہ معمائے دہن　　اتنی معنی رس کبھی فکر بشر ہوتی نہیں

میں بھی ہوں ایذا طلب اللہ اکبر کس قدر　　دو گھڑی بے دردِ دل اپنی بسر ہوتی نہیں

کیوں وہ آئیں میری تربت پر کہ انکو تو کبھی　　عزت افزائی مری مد نظر ہوتی نہیں

بستۂ دامِ کمندِ الفتِ صیاد ہوں　　اب مجھے تو آرزوئے بال و پر ہوتی نہیں

پوچھتے ہو حال کیا اپنے مریضِ عشق کا　　ابتو فرصت غش سے بھی دو دو پہر ہوتی نہیں

بھولے بھٹکے جا پہونچتے کوچۂ دلدار میں　　گردشِ قسمت بھی یا رب راہبر ہوتی نہیں

او تغافل کیش حالِ عاشق جانباز سے　　ہوتی ہے غفلت بھی لیکن اسقدر ہوتی نہیں

اے فلک تھوڑی جگہ دیتا جو کوئے یار میں　　بعد مردن خاک اپنی دربدر ہوتی نہیں

لاکھ نور افشانیاں ہوں تمسے کیا نسبت انھیں　　اتنی پیاری صورت شمس و قمر ہوتی نہیں

سر پٹک لیتا ہوں جس جا سخت پاتا ہوں زمیں　　دشت وحشت میں کہیں دیوار اگر ہوتی نہیں

ایکدم میں منزلِ ملک عدم ہوتی ہے طے　　اس قدر آساں کوئی راہِ سفر ہوتی نہیں

میرے اشکِ غم سے تو ہوتا ہے ناحق مشتعل　　کچھ کمی تجھ میں تو اے سوز جگر ہوتی نہیں

گر تلاش یار میں آوارگی ہوتی نصیب　　خضر کی گمنامیوں میں یوں بسر ہوتی نہیں

آنکھیں موندے سب چلے جاتے ہیں تا ملک عدم　　اتنی بھی سیدھی کوئی راہِ سفر ہوتی نہیں

اہل دولت کو کبھی پایا نہیں حاجت روا — وجہ رفعِ تشنگی آبِ گہر ہوتی نہیں

غیر ممکن ہے کہ پائے ظالموں سے کوئی فیض — آبِ خنجر سے گیاہِ خشک تر ہوتی نہیں

اف رے استغنائے قاتل دامنِ خنجر سے بھی — پردہ پوشی زخم کی مدِ نظر ہوتی نہیں

مر رہونگا میں نہ پوچھا مجھکو قاتل نے تو کیا — موت کچھ تلوار ہی پر منحصر ہوتی نہیں

روز میں لاؤں کہاں سے تازہ خونِ آرزو — مجھسے اب مہمانیِ تیرِ نظر ہوتی نہیں

ایک قطرہ آبِ پیکاں کا جو پہونچا قلب میں ق اس سے رفعِ تشنگی بیداد گر ہوتی نہیں

ہو اگر ہمت تو جی بھر کے پلا دے آبِ تیغ — نفع پہونچانے میں امید ضرر ہوتی نہیں

شام ہی سے ہجر میں تھا قلبِ مضطر کا سوال ق یا الٰہی کیا شبِ غم کی سحر ہوتی نہیں

مرتے مرتے صبح دیکھی بھی تو اب ہے یہ گماں — روزِ فرقت کی جہاں میں دوپہر ہوتی نہیں

الغرض دن رات اک آفت بپا ہے ہجر میں — دل کو تسکیں میرے، قصہ مختصر ہوتی نہیں

دل کے آئینہ میں **عشرت** ہے سبھی کچھ منعکس

صورتِ امید لیکن جلوہ گر ہوتی نہیں

سونے دے شورِ حشر کہ ناآرمیدہ ہوں — میں ساری زندگی کا صعوبت کشیدہ ہوں

کیا پوچھتے ہو کس لئے خاطر کشیدہ ہوں — حرماں چشیدہ، غمزدہ، آفت رسیدہ ہوں

صیاد صدقہ کرکے مجھے چھوڑ دے کہ میں — رنگِ بہارِ گلشنِ ہستی ندیدہ ہوں

زاہد میں مدتوں سے بحث میں الفاظ کے پڑا — لیکن ہنوز صورتِ معنی ندیدہ ہوں

اک تم کہ جز نشاط و طرب کام ہی نہیں — اک میں کہ بہر رنج و الم آفریدہ ہوں

کیا زہر مرگ مجھ کو بھلا ناگوار ہو — میں نامراد تلخی ہجراں چشیدہ ہوں
یکساں زمانے میں ہے وجود و عدم مرا — اک حرفِ آرزو بزباں نارسیدہ ہوں
مجھ بال و پر شکستہ کا یارب ہے تو کفیل — از دام جستہ تا بچمن نارسیدہ ہوں
الجھائے خاک خار تعلق مجھے کہ میں — اس خارزارِ دہر سے دامن کشیدہ ہوں
بحرِ جہاں میں خس کا سہارا نہیں جسے — وہ تختۂ شکستہ بطوفاں رسیدہ ہوں
شاید ہوں میں بھی گلشنِ عالم کا کوئی پھول — جب مجھکو دیکھو جیب و گریباں دریدہ ہوں
سب دیکھتے ہیں حال کا پرساں کوئی نہیں — گویا کہ میں کسیکی شبیہِ کشیدہ ہوں
دل دینے کی برائیاں ناصح نہ مجھ سے کہہ — میں خود ہی سرد و گرم زمانہ چشیدہ ہوں
صیاد ہمصفیروں کی حالت بتا تو کچھ — میں مدتوں سے حالِ چمن ناشنیدہ ہوں
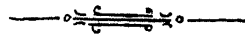
فروغِ حسن عروجِ شباب دیکھے کون — یہ دوپہر کا چڑھا آفتاب دیکھے کون
فراقِ یار کے جینے سے موت اچھی ہے — یہ روز روز کا رنج و عذاب دیکھے کون
اٹھایا میں نے تو عیش و نشاط روز وصال — شب فراق کا رنج و عذاب دیکھے کون
انھیں نظر ہی نہیں حال زار پر میرے — یہ رنگ زرد یہ چشم پر آب دیکھے کون
فراقِ یار و غم روزگار و فکر نجات — ہیں ایک جان پہ کیا کیا عذاب دیکھے کون
شعاعِ حسن میں پنہاں ہے عارضِ پرنور — بنی ہے برق تجلی نقاب دیکھے کون
شب فراق میں ہے کون مونس و ہمدم — تری تڑپ دل پر اضطراب دیکھے کون

ہے ساری بزم تو بیخود نگاہِ ساقی سے — سرور نشہ و کیف شراب دیکھے کون
نقابِ عارضِ روشن الٹ تو دی اُس نے — مگر ہے پیش نظر آفتاب دیکھے کون
نہ مصلحت نہ کسی میں یہ طاقتِ دیدار — دکھائے کون رخِ بیحجاب دیکھے کون
جو ہنستے کل تھے اب آج انکو لوگ روتے ہیں — الٰہی دہر کا یہ انقلاب دیکھے کون
بجا ہے ضبط کی تعلیم حضرتِ ناصح — کسی کا درد جگر اے جناب دیکھے کون
کہاں نصیب یہ خال و خط و لب و دنداں — تمھارے ہوتے رخِ آفتاب دیکھے کون
لگا دی آگ کلیجہ میں کیسی ساقی نے — یہ برق حل شدہ تھی یا شراب دیکھے کون
سبھی تو حال میں ہیں اپنے مبتلا یارب — ترے سوا مرا حالِ خراب دیکھے کون
کہا یہ شانِ رحیمی نے بخشش کر مجھ کو — مقرِ جرم کی فردِ حساب دیکھے کون
کہاں سے چشمِ حقیقت نگر کوئی لائے — یہاں تو ذرّے میں ہے آفتاب دیکھے کون

شبِ فراق میں عشرت نکل کے پہلو سے
کہاں گیا دلِ خانہ خراب دیکھے کون

جائیے آپ اگر غیر کے گھر جاتے ہیں — ہم بھی مرجانےکو تیار ہیں مر جاتے ہیں
سختیِ عشق سے تنگ آ گئے مر جاتے ہیں — دل تو کھو ہی چکے جی سے بھی گذر جاتے ہیں
کیا ندامت ہے میسر نہیں دو قطرۂ خوں — تشنہ لب دل سے ترے تیر گذر جاتے ہیں
نقدِ دل اپنا کل آئے تھے جہاں سے کھوکر — آج اسی کوچہ میں ہم بارِ دگر جاتے ہیں
دیکھئے کٹتی ہے کس طرح عدم کی منزل — ہے سفر دور کا بے زادِ سفر جاتے ہیں

شام ہی سے شب غم غیر ہے حالت اپنی　　صبح تک دیکھئے جیتے ہیں کہ مرجاتے ہیں
موت کی راہ کوئی ہجر میں کبتک دیکھے　　آج ہم اپنا گلا کاٹ کے مرجاتے ہیں
پہونچے تا گوش ستمگار نہ تا باب اثر　　نالۂ دل نہیں معلوم کدھر جاتے ہیں
جذب الفت کا اثر ہوتا ہے یا پاس رقیب　　دیکھیں آتے ہیں ادھر یا وہ اُدھر جاتے ہیں
کوئی جھوٹوں بھی یہ کہکر مجھے تسکین دیتا　　دن مصیبت کے بھی دنیا میں گذر جاتے ہیں
ہوش سے گذرے ہوئے کوہکن و قیس بھی تھے　　تیرے دیوانے تو ہستی سے گذر جاتے ہیں
نیند بھی ہمکو نہیں آتی الٰہی توبہ　　لوگ کس طرح شب ہجر میں مرجاتے ہیں
پھر گئی موت مری آئے جو وہ بالیں پر　　بت کافر کبھی اعجاز بھی کر جاتے ہیں
ناوک ناز حسیناں سے بچائے اللہ　　یہ وہی تیر ہیں جو دل میں اُتر جاتے ہیں
او ستمگر یہ ترا پاس نزاکت ہی فقط　　لب تک آکر مرے نالے جو ٹھہر جاتے ہیں
ہم کو تو جینے سے آسان ہے مرنا شب ہجر　　آپ کی بھی یہی مرضی ہے تو مرجاتے ہیں
کیا غرض اس سے ہے کیا ہوگی جزائے طاعت　　اپنے کرنیکا جو ہے کام وہ کر جاتے ہیں

سختیٔ دہر سے دل تنگ نہو نا عشرت
دن مصیبت کے بھی دنیا میں گذر جاتے ہیں

کہہ تو دو حضرت عشرت سے یہ کیا کرتے ہیں　　دل حسینوں سے لگاتے ہیں برا کرتے ہیں
وہ غریبوں پہ اگر مشق جفا کرتے ہیں　　ہم بھی پابندی تسلیم و رضا کرتے ہیں
چین سے رکھتے ہیں یا وقف جفا کرتے ہیں　　دیکھئے دل کو مرے لیکے وہ کیا کرتے ہیں

کعبۂ دل مرا مسمار جفا کرتے ہیں
بت بیدین کبھی خوف خدا کرتے ہیں

میں نے تو اُن کے لئے دونوں جہانکو چھوڑا
دیکھئے اب وہ مرے واسطے کیا کرتے ہیں

اتنے کم سن ہیں کہ بلوا کے ستاتے ہیں مجھے
وہ ابھی نام خدا مشق جفا کرتے ہیں

عرصۂ حشر میں کی کس نے شکایت ان کی
کیوں وہ شرمندہ ہیں کیوں عذر جفا کرتے ہیں

ہوں وہ مشتاق اجل کہتا ہوں میں بھی آئیں
میرے مرنے کی جو اغیار دعا کرتے ہیں

آپ کے گھر میں حنا نام اسی کا تو نہیں
دل عشاق جو ہر وقت پسا کرتے ہیں

سن کے کہتے ہیں وہ بے تابی فرقت میری
ایسے افسانے تو ہم روز سنا کرتے ہیں

مرض عشق میں یہ ہو گئی حالت اپنی
دوست میرے مرے مرنیکی دعا کرتے ہیں

کیوں دل آزاروں پہ مرتے ہیں کہیں کیا ناصح
اتنا تو ہم بھی سمجھتے ہیں برا کرتے ہیں

سیکھے ہم سے کوئی راضی بہ رضا ہو جانا
بت ستاتے ہیں تو ہم شکر خدا کرتے ہیں

جب سے اُس بت نے نکالا ہے صنم خانے سے
گھر میں بیٹھے ہوئے ہم یاد خدا کرتے ہیں

حکم ہے دل میں نہ رکھ میری محبت کی خلش
وہ تو اب گوشت سے ناخن کو جدا کرتے ہیں

کمسنی میں تو کیا فتنۂ محشر برپا
دیکھنا ہے کہ جوانی میں وہ کیا کرتے ہیں

تاب نظارہ کہاں ہے کہ کریں خواہش دید
اُن کی آواز پس پردہ سنا کرتے ہیں

دیکھیں تو ہوتی ہے غیروں کی رسائی کیونکر
اب انھیں یاد میں ہم اپنی رکھا کرتے ہیں

وہ یہ کہتے ہیں کہ تم مر نہیں چکتے عشرت
روز کہتے ہو کہ ہم تم پہ مرا کرتے ہیں

اب لطفِ گفتگو ہے غیروں سے انجمن میں — ہوتی ہے نکتہ چینی میرے سخن سخن میں
مرنے پہ بھی یہ گرمی ہے عشق کی بدن میں — اک شعلہ آگ کا ہے لپٹا ہوا کفن میں
دیر و حرم ہیں دونوں گھر اسکی بندگی کے — توحید کی صدا ہے ناقوس برہمن میں
پھر ان کے بعد ہوگا کیا شغلِ دست وحشت — کچھ تار رہ گئے ہیں باقی ابھی کفن میں
کچھ اپنے دل کی وحشت کچھ پاسِ دشتِ غربت — بیٹھے نہ چار دن بھی ہم چین سے وطن میں
تکلیف ہو کہ زحمت غربت کی کیا شکایت — کب میں نے روئے راحت دیکھا کبھی وطن میں
اپنے اسیر سے بھی صیاد کو یہ ضد ہے — ظالم کبھی نہ لایا میرا قفس چمن میں
مٹی میں مل کے بولا جسمِ نحیف اپنا — مدت کے بعد آئے ہم خیر سے وطن میں
سنبل ہے مو پریشاں، ہر گل ہی چاک داماں — بلبل کا ہو رہا ہے ماتم چمن چمن میں
ہوتی ہے فصلِ گل سے آمد خزاں کی ثابت — عبرت کا ہے مرقع جو پھول ہو چمن میں
رشکِ عدو سے جلنا حالت پہ اپنی رونا — اک شمع ہے دل اپنا اس بت کی انجمن میں
للہ دیکھنے دو، کیا شے تڑپ رہی ہے — میرا ہی دل ہو شاید گیسوئے پرشکن میں
صیاد کا ستم ہو، یا ظلم ہو خزاں کا — کچھ آشیاں پڑے ہیں اجڑے ہوئے چمن میں
ہو کر صدف سے باہر ہوتی ہے قدر گوہر — اہلِ صفا کے جوہر کھلتے نہیں وطن میں
صبر و سکوں کو یارب کیا ہو گیا کہاں ہیں — مانا کہ دل پھنسا ہے اس زلفِ پرشکن میں
مرنے کا میرے کیا غم اہلِ جہاں کو عشرت — اک شمع ہو گئی ہے خاموش انجمن میں
عشرت یہ یاد رکھنا بخشش کا ہی وثیقہ — جو لفظ منہ سے نکلا توصیفِ پنجتن میں

نگاہ غور سے گر صاحبِ نظر دیکھیں جمالِ یار ہر اک شئے میں جلوہ گر دیکھیں
یہ رنگ زرد و لبِ خشک و چشم تر دیکھیں جو چاہیں دل کا لگانا ذرا ادھر دیکھیں
وہ دن کب آئے کہ ہم ان کو اپنے گھر دیکھیں نہالِ عشق و محبّت کو بار ور دیکھیں
فراقِ یار کی ایذائیں بڑھتی جاتی ہیں الٰہی دیکھیں مصیبت تو کس قدر دیکھیں
کوئی جگہ تو نہ چھوٹی زمیں سے تا بہ فلک کہاں کہاں اُسے ڈھونڈھیں کدھر کدھر دیکھیں
شکن جبیں پہ بل ابرو پہ آنکھ میں غصّہ یہ برقِ قہر و غضب گرتی ہے کدھر دیکھیں
رہیں وہ لاکھ پریشاں تو مجھ پہ کیا الزام کہا تھا کس نے مرے نالوں کا اثر دیکھیں
جنھوں نے شام کو دیکھی ہے رونقِ محفل وہ حالِ بزم اب آکر دمِ سحر دیکھیں
یہ سنتے ہیں کہ اجل ہے دوائے دردِ جگر اگر یہ سچ ہے تو بہتر ہے ہم بھی مر دیکھیں
رہی نہ ان کی نزاکت سے اتنی بھی اُمید کہ میری سمت اٹھا کر کبھی نظر دیکھیں
دیا نہ تیزیِ خنجر نے اتنا بھی موقع کہ وقتِ ذبح بھی قاتل کو بھر نظر دیکھیں
وہ اپنے حسن و ادا کی دکھا چکے تاثیر اب اس غریب کے نالوں کا کچھ اثر دیکھیں
قفس کو لیکے ہم اُڑ جائیں جانبِ گلشن ذرا جو قوّتِ پرواز بال و پر دیکھیں

جو جانتے تھے کہ بیکس ہے عشرتِ مغفور
وہ حسرتوں کو سرِ قبر نوحہ گر دیکھیں
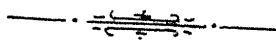
ردیف واؤ

نہ اٹھیں فاتحہ کو ہاتھ جو تربت پہ مری
صدقے رفتار کے ٹھوکر ہی لگاتے جاؤ

ہاتھ منہ پر دمِ رخصت جو رکھا اس سے غرض
ضبطِ نالہ دلِ نالاں کو سکھاتے جاؤ

شدتِ ضعف میں بھی ہے یہ تقاضا جنوں
بارِ صد کوہ الم سر پہ اٹھاتے جاؤ

اضطرابِ دلِ بسمل پہ اگر رحم آئے
اور دو ہاتھ ذرا کس کے لگاتے جاؤ

اڑ کے لپٹے گا غبارِ تنِ بر باد شدہ
میری تربت سے ذرا راہ بچاتے جاؤ

لیکے دل گوشہ پہلو کو نہ چھوڑو خالی
اپنے ملنے کی امیدوں کو بساتے جاؤ

یوں نہ جاؤ مرے ہاتھوں سے چھڑا کر دامن
روح کو بھی قفسِ تن سے چھڑاتے جاؤ

نیت دزدِ حنائے کفِ دلبر ہے یہی
نقدِ لعلِ دلِ خوں گشتہ چراتے جاؤ

بسملو آمدِ سفاک ہے پھر مقتل میں
فرشِ زخمِ تنِ مجروح بچھاتے جاؤ

ہم بھی کچھ لوٹ لیں آخر میں جوانی کی بہار
ہنس کے دو پھول تو تربت پہ چڑھاتے جاؤ

آبلہ دل کا کہیں ٹوٹ نہ جائے عشرت
سانس کی ٹھیس نہ ہر وقت لگاتے جاؤ

انکار کی کثرت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو
مرنے میں بھی دقت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

پہلو میں کبھی دل ہے کبھی دشتِ بلا میں
دیوانے کو وحشت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

کیا سایہ پڑا اس پہ مرے بختِ سیہ کا
کالی شبِ فرقت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

آئینہ کے صدقے نہ ہو کیوں عالم حیرت　　دلچسپ وہ صورت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

کچھ بس نہ چلا میرے دم سخت کے آگے　　خنجر کو ندامت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

مانع ہے مرے قتل سے قاتل کی نزاکت　　آسانی میں دقت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

بالیں سے مرے اٹھ گئے گھبرا کے مسیحا　　بیماری فرقت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

عشق رخ خوباں دل زاہد میں ہے کیا　　تاریک وہ خلوت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

باندھے سے تصور میں بکھرتی ہیں ادائیں　　ظالم کی نزاکت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

تم دیدۂ دشمن میں بنا بیٹھے ہو کیوں گھر　　در پردہ شکایت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

کہتے ہیں لب گور سے یہ آتش و ناسخ
عشرت کی طبیعت ہے کچھ ایسی کہ نہ پوچھو

مٹا جاتا ہوں میں اثر محبت ہو تو ایسی ہو　　وہ بے پروائیاں کرتے ہیں نفرت ہو تو ایسی ہو

تصور میں نہیں آتے نزاکت ہو تو ایسی ہو　　تصدق ہو رہا ہے حسن صورت ہو تو ایسی ہو

سر شوریدہ اپنا جب گرا قاتل کے قدموں پر　　عدو بھی رشک سے بولے شہادت ہو تو ایسی ہو

مری جاں لیکے قاتل نے چھڑایا قید ہستی سے　　عداوت ہو تو ایسی ہو محبت ہو تو ایسی ہو

اداسی بیکسی تنہائی وحشت حسرت و حرماں　　شب فرقت میں دل پر غم کی کثرت ہو تو ایسی ہو

ہزاروں حسرتیں ہیں جمع اور لاکھوں تمنائیں　　خراب آباد ملک دل کی وسعت ہو تو ایسی ہو

غرض کیا چادر گل کی ہوس کیا شمع بالیں کی　　نہ بھٹکے بیکسی بھی پاس تربت ہو تو ایسی ہو

اد اللہ رے تکلف جان لینے پر ہیں آمادہ　　تصدق ہو رہا ہے حسن صورت ہو تو ایسی ہو

جب آیا ذکر عشرت کا اُٹھے وہ بزم دشمن سے
دل معشوق میں عاشق کی وقعت ہو تو ایسی ہو

رحم کیا اس بانیٔ بیداد کو ۔۔۔ نغمہ جو سمجھے مری فریاد کو
بھول کر دل میں جگہ دیتے نہیں ۔۔۔ زہر سمجھے ہو ہماری یاد کو
آتشِ ہجر چمن سینہ میں ہے ۔۔۔ پھونک دونگا خانۂ صیاد کو
قتل گہ میں دیکھکر روئے عدو ۔۔۔ خندۂ زخمِ دلِ ناشاد کو
عرصۂ محشر تک آئی ساتھ ساتھ ۔۔۔ آفریں کہیئے تمھاری یاد کو
انکے جلووں سے ہوئیں آنکھیں دوچار ۔۔۔ بیخودی پہونچی مبارکباد کو
دربدر مجھ کو لئے پھرتا ہے دل ۔۔۔ کیا کہوں اس خانماں برباد کو
اف رے بیدردی کہ وہ سمجھے ہیں آگ ۔۔۔ نالہ ہائے خاطرِ ناشاد کو

گردن تہِ شمشیر ہو لب وقفِ دعا ہو ۔۔۔ اے حوصلۂ ضبط ستم تیرا بھلا ہو
بدنام ہو، رسوا ہو، گرفتار بلا ہو ۔۔۔ یارب کسی بیرحم پہ کوئی نہ فدا ہو
اللہ رقیبوں کی شکایت میں مزا ہو ۔۔۔ ہم شکر بھی بھیجیں تو وہ شکوہ ہو گلا ہو
سونا نہ رہے خانۂ دشمن کبھی یارب ۔۔۔ ہنگامہ ہو فریاد کا ماتم کی صدا ہو
کانٹے نہ بچھائے نگہِ غیر گلی میں ۔۔۔ شاید کہ مرا پیکِ نظر آبلہ پا ہو
اتنا تو تعلق مجھے حاصل ہو بتوں سے ۔۔۔ جو میری قضا ہو وہ حسینوں کی ادا ہو

دمِ سخت سے اندیشہ مجھے بھی پھر دیکھلے قاتل کوئی تسمہ نہ لگا ہو
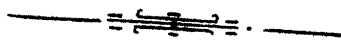
ہتے ہیں گیسوئے خمدار کو ہو گیا ہے طول اس آزار کو

مد ہے پیکانِ نگاہِ یار کو چھیڑتا ہے خاطرِ غمخوار کو

بر میں بھی وا ہے چشمِ انتظار دیکھو میری حسرتِ دیدار کو

یاد آیا حضرتِ **عشرت** کا گھر

بعد مدت چرخِ کج رفتار کو

ہوں دہانِ زخم سے سوفار کو میرے جی سے کوئی پوچھے لذتِ آزار کو

کیا پوچھتے ہو حسرتِ بیمار کو اب تو جنبش بھی نہیں ہوتی لبِ اظہار کو

کی میرے قدر ہوتی ہے یہیں یاخدا آباد رکھیو وادیٔ پرخار کو

تے ہیں تری فرقت میں شیخ و برہمن جامۂ احرام کو، تسبیح کو زنار کو

غم ہیں توام اے منعمو اس دہر میں جانئے اشکِ مسلسل موتیوں کے ہار کو

فرقت میں دل کی بے زبانی ہے غضب بات بھی کرنی نہیں آتی مرے غمخوار کو

مدموں سے چھوٹا مرکے شیدائی ترا لے ستمگر آج صحت ہو گئی بیمار کو

وعدوں پر ترے کبتک کوئی تسکیں دے ق صبر کو ہوش و خرد کو دل کو جانِ زار کو

خوب میں نے اور بتِ پیماں شکن تیرے وعدے کو، قسم کو قول کو اقرار کو

لے ہو تو اخلاص بڑھاتے کیوں ہو منہ چھپاتے ہو تو پھر یاد میں آتے کیوں ہو

ہاتھ مہندی بھرے غیروں سے ملاتے کیوں ہو　　اک نئی آگ مرے دل میں لگاتے کیوں ہو

ٹھوکریں تربتِ عاشق پہ لگاتے کیوں ہو　　ظلم بیجا کا نشاں اپنے مٹاتے کیوں ہو

لاکھ نازک سہی تم بوجھ مگر کون سا ہے　　ذہن سے اپنے مرا نام مٹاتے کیوں ہو

میرے دل کو بھی کوئی نقشِ وفا سمجھے ہو　　اے بتو بہر خدا اس کو مٹاتے کیوں ہو

شمعِ محفل تو نہیں ہے دلِ سوزاں میرا　　رشکِ دشمن سے سرِ بزم جلاتے کیوں ہو

سامنے گر تمھیں آنا نہیں منظورِ نظر　　اپنی آواز پسِ پردہ سناتے کیوں ہو

دو قدم چل کے ابھی کر دو قیامت برپا　　بے سبب وعدۂ دیدار بڑھاتے کیوں ہو

کیا یہی چادرِ گل ہے یہی شمعِ بالیں
تیوریاں تربتِ عشرتؔ پہ چڑھاتے کیوں ہو

نہ تیغِ ستم اے اضطرابِ دل ذرا کم ہو　　کہیں ایسا نہ ہو وہ قاتلِ بے رحم برہم ہو

یہ حالت ہو تو کہیے کون حالِ جانِ پرغم ہو　　اُٹھے اک ٹیس دل میں گر ذرا دردِ جگر کم ہو

ذرا اے شیخ پی تو بھی جو شوقِ سیرِ عالم ہو　　مرا جامِ سفالینہ ہی شاید ساغرِ جم ہو

قرار و صبر کے تو نام سے نفرت ہے ظالم کو　　دلِ مضطر کا آخر کون مونس کون ہمدم ہو

شبِ فرقت میں اُٹھتا ہے دھواں دل سے تو ڈرتا ہوں　　مبادا اس بتِ ناز آفریں کی آنکھ پُرنم ہو

یہی نیرنگ عبرت خیز ہے گلزارِ عالم کا　　جو خنداں صورتِ گل ہو وہ گریاں شکلِ شبنم ہو

مرے سینہ پہ گر دستِ حنا مالیدہ تم رکھ دو　　ابھی تھم جائے دردِ دل ابھی سوزِ جگر کم ہو

جو وہ رشکِ مسیحا اپنے ہاتھوں سے کبھی چھڑکے　　مرے زخمِ جگر پر سودۂ الماس مرہم ہو

بلا سے ربط جسم و جاں چھٹے سودائے گیسو میں　　مگر یارب مری جمعیت خاطر نہ برہم ہو
یہانتک عشق کامل نے دکھائی اپنی یکرنگی　　لگائیں غیر سرمہ انکو میری آنکھ پر نم ہو

اے عشق جانتا ہوں تجھے میں کہ کیا ہے تو　　ہر درد کی دوا مرض لا دوا ہے تو
کیا قہر ہے وہ جانے لگے ہیں عدو کے گھر　　اے جذب اشتیاق کہاں مر رہا ہے تو
اے عشق کیا ڈبو دی مری کشتی قرار　　میں تو یہ جانتا تھا مرا ناخدا ہے تو
کہتا ہے مجھ سے شکوۂ بیداد پر وہ شوخ　　میں نے سنا تھا خوگر رنج و بلا ہے تو
میں اور ترک عشق بھلا کوئی بات ہے　　اے ناصح شفیق یہ کیا بک رہا ہے تو
نکلا نہ کوئی طائر دل تیرے پیچ سے　　اے زلف تابدار کمند بلا ہے تو
لوٹے ہیں کتنے قافلے صبر و قرار کے　　چالاک اپنے کام میں دزد حنا ہے تو
اے دل یہ بیقراریاں بیوجہ تو نہیں　　اے خانماں خراب کسی پر فدا ہے تو
دیکھا ہے تو نے جلوہ تقوی گذار بھی　　میں مانتا ہوں شیخ بڑا پارسا ہے تو
گو میں گناہگار ہوں اے غافر الذنوب　　اتنا مجھے بہت ہے کہ میرا خدا ہے تو
آرام سے زیادہ ہے ایذا مجھے پسند　　جب سے سنا ہے مائل جور و جفا ہے تو
اوبت اٹھینگی مجھ سے نہ یہ بے نیازیاں　　بندہ نہ میں ترا ہوں نہ میرا خدا ہے تو

جمتا چلا ہے رنگ عدو بزم یار میں
عشرت تجھے خبر بھی ہے کچھ جانتا ہی تو

ناحق جو ستاتے ہیں مجھ آشفتہ نوا کو　　کیا منہ بتِ کافر نہ دکھائینگے خدا کو
جو جانتے ہیں لذتِ صہبائے فنا کو　　مرجائیں تڑپ کر نہ چھوئیں آب بقا کو
کیا سجدہ کروں اس صنمِ ہوش ربا کو　　منہ اپنا کسی دن تو دکھانا ہے خدا کو
شام شبِ فرقت ہی چلی آے مرے گھر　　رحم آے اگر کچھ مری حالت پہ قضا کو
ہے دل تو کسی ناوکِ مژگاں کی امانت　　یہ جانِ حزیں لے لے جو لینا ہو قضا کو
پہونچا دے مری خاک ہی تا کوچۂ جاناں　　رحم آے پسِ مرگ اگر بادِ صبا کو
دل پاس ہے اپنا تو نہیں خضر کی حاجت　　کافی میں سمجھتا ہوں اسی راہ نما کو
پامالی کے قابل بھی نہ تھے کیا دلِ عاشق　　بخشا ہے جو تم نے یہ شرف برگِ حنا کو
ہو جسکا گذر شہرِ خموشاں میں وہ دیکھے　　اک حال میں افتادہ یہاں شاہ و گدا کو
آجائیں گے کھنچکر تنِ کاہیدۂ عشاق　　سرمہ میں ملا دو کششِ کاہ ربا کو
کس منہ سے یہ بت کرتے ہیں دعوائے خدائی　　بندوں سے تو غفلت نہیں ہوتی ہے خدا کو
وہ آج نہ آئینگے تو موت آئیگی اپنی　　یا رحم انھیں آے گا یا میری قضا کو
عشرت جو تھیں عشقِ بتاں دیتا ہے آزار　　کیوں وردِ زباں کرتے نہیں نامِ خدا کو

جلنے نہیں دیتی ہے چراغِ سرِ تربت
کیا عشرتِ ناشاد سے نفرت ہے صبا کو

دل دے دیا اپنا جو بتِ ہوش ربا کو　　مجبور تھے ہم تھا یہی منظور خدا کو
وہ ترک نہیں کرتے اگر خوئے جفا کو　　ہم چھوڑ دیں کیوں شیوۂ تسلیم و رضا کو

خضرِ مراحلِ حق و باطل ہے آئینہ　　اچھا ہے ان کا مدِ مقابل ہے آئینہ

کی غور تو مآلِ سکندر نظر پڑا　　خود بیں کو صاف گور کی منزل ہے آئینہ

آرائشیں جو ہیں سببِ خونِ عاشقاں　　منہ پر کہیں گے خنجرِ قاتل ہے آئینہ

عشرتؔ لڑا کے اُس سے نظر حال غیر ہے

حیرانیوں کا مصدرِ حاصل ہے آئینہ

آئے کیا پیشِ جمالِ ماہ پیکر آئینہ　　لائے کیا تابِ نگاہِ روئے دلبر آئینہ

پارہ پارہ شرم سے ہو دل میں کٹ کر آئینہ　　دیکھ لے گر خنجرِ ابرو کا جوہر آئینہ

بے تکلف حسنِ عارض سے لڑاتا ہی نظر　　ہو گیا لاریب دشمن کا مقدر آئینہ

اے بتِ خود بیں تری اللہ ری آرائشیں　　ہاتھ میں شانہ ہے اور زانو پہ دن بھر آئینہ

کیا غبارِ رنج کا ہو صاف باطن پر اثر　　گرد پڑنے سے نہیں ہوتا مکدر آئینہ

ردیف یائے تحتانی

میں نہیں کہتا کہ اپنا روئے زیبا دیکھئے　　آئینہ لیجے حق و باطل کا نقشا دیکھئے

چشمِ عبرت بیں پہ پردے غفلتوں کے ڈالکر　　کس کا مرنا دیکھئے اور کس کا جینا دیکھئے

چلنے والوں میں ہم سے بیکسوں کا ہو شمار　　طبعِ نازک کو نہیں یہ بھی گوارا دیکھئے

اُف نہ کرنے تک یہ ہیں آرائشیں آئینہ میں　　ایک دم بھر میں بگڑ جائے گا نقشا دیکھئے

میری حیرانی کو نذرِ طاقِ نسیاں کیجئے　　پہلے آئینہ میں اپنا خود نکھرنا دیکھئے

ہم نہ کہتے تھے کہ یہ تیغ آزمائی اور یہ سِن — اب بلائے جاں ہے بسمل کا تڑپنا دیکھئے

آبِ پیکاں پر چلا تھی کشتۂ سیماب کی — کیوں گزوں اڑتا ہے وحشت میں کلیجا دیکھئے

ہجر کے صدموں نے ایسا کر رکھا ہے ناتواں

ہائے عشرت موت کے قابل نہ ٹھہرا دیکھئے

اکدم وہ یاد کرتے نہیں بھول کر مجھے — کیوں ہچکیاں ستاتی ہیں دو دو پہر مجھے

صیاد مجھ کو چھوڑ دے جاؤنگا اب کہاں — الفت نے تیری کر دیا بے بال و پر مجھے

دیکھا کبھی جو خندۂ دنداں نمائے یار — درجِ عقیق میں نظر آئے گہر مجھے

لے آہ عاشقاں ہوں نہ فریادِ بیکساں — کیوں آسماں پھراتا ہے یوں دربدر مجھے

صدقے میں اس تغافل بیجا کے وقتِ قتل — انجان کیسے بنتے ہو پہچان کر مجھے

نظارہ بازیوں کی ہوس آج ہمنشیں — بزمِ ستم میں لے ہی گئی کھینچکر مجھے

کروٹ بدلنا سہل ہے فرقت کی رات میں — کرتا ہے اضطراب ادھر سے اُدھر مجھے

چشمِ نگاہبان کا مجھکو گماں ہوا — آیا نظر جو حلقۂ زنجیرِ در مجھے

باقی ہے کیا کہ چھینے گی اب کاکلِ رسا — قزدِ حنا سے کیوں ہے خوف و خطر مجھے

مدت ہوئی کہ گم ہوئی اپنی متاعِ دل — اب چور کا خطر ہے نہ رہزن کا ڈر مجھے

عشرت کسے تلاش ہو مضموں کی کہ میں

بیخود وہ ہوں کہ خود نہیں اپنی خبر مجھے

صفحۂ عالم پہ کیا ہو شور مجھ دلگیر سے — نالہ کیا نکلے زبانِ بلبلِ تصویر سے

عشق کچھ بیجا نہیں زلفِ بتِ بے پیر سے　　ہوتی ہے الفت سدا دیوانہ کو زنجیر سے

بے سبب تیغِ ادا سے دل کے ٹکڑے کر دئے　　کیا ملا تم کو بھلا بے جرم کی تعزیر سے

اس کے انداز دل کو کچھ زلفِ سیہ سے پوچھ لو　　گر نہ ہو واقف ہجومِ نالۂ شبگیر سے

سوزِ حالِ دردِ فرقت لکھ تو دوں پر ہے یہ خوف　　خاک ہو جائے نہ قاصد شعلۂ تحریر سے

جسمِ لاغر پہلے تو برباد کرنا کھیل تھا　　اب ندامت ہوتی ہے کیوں خاک دامنگیر سے

کیا بتاؤں رنگ چہرہ پر نہیں کیوں وقتِ قتل　　اڑ گیا ہوگا ہوائے دامنِ شمشیر سے

روح مجھ حیرت زدہ کی موت کے ہاتھ آ چکی　　پھول چن سکتا ہے کوئی گلشنِ تصویر سے

گر کماں خانہ کی قلعی آپ کو منظور ہو　　مانگ لیجے کچھ سپیدی دیدۂ نخچیر سے

گر پڑے نظروں سے مثلِ اشک لطفِ تازہ ہے　　اب نہیں اٹھنے کے ہم کوئے بتِ بے پیر سے

کس طرح دیکھے کوئی عشرت کے شعروں کا فروغ

برق بنتا ہے وہ اپنی گرمیِ تقریر سے

میں تڑپوں کہے خاکِ بسمل یہی ہے　　گرا پائے شمشیرِ قاتل یہی ہے

انیسِ شبِ غم بنائیں گے کسکو　　نہیں صبر بھی دلمیں مشکل یہی ہے

کدورت کا انبار سمجھا ہے جسکو　　دلا بحرِ الفت کا ساحل یہی ہے

ذرا دیکھئے داغِ دل کی چمک کو　　سمجھ جائیے بدرِ کامل یہی ہے

غم و رنج و درد و الم یاس و حسرت　　زمینِ محبت کا حاصل یہی ہے

اتر میرے سینہ میں لیلائے خنجر　　کہ اجڑا ہوا تیرا محمل یہی ہے

نکل آیا ہمراہ پیکاں تو بولے ۔ جو بیتاب تھا کہیئے وہ دل یہی ہے

محبت میں عشرت نے کیا کیا نہ دیکھا
نہ دیکھیں کے کیا کیا اگر دل یہی ہے

کیا کہوں ہجر میں کس طرح زباں سوکھ گئی ۔ کرتے ہی سوزشِ پنہاں کا بیاں سوکھ گئی
سوکھ کر خون ہوا خوفِ جدائی سے خاک ۔ موجۂ ریگ کی صورت رگِ جاں سوکھ گئی
سنگدل تجھ کو ابھی تاثر ہوا کوئی اثر ۔ آہ و فریاد سے یاں میری باں سوکھ گئی
ظلم بیجا سے بتوں کو نہیں ہوتا مانع ۔ ناصحا آج ترے منہ میں زباں سوکھ گئی
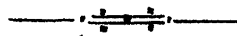
کوئی پامالِ حسرت ہے کسی کا دم نکلتا ہے ۔ نئی اٹکھیلیوں سے قاتلِ عالم نکلتا ہے
کب آ لنو درد فرقت سے مرا بیہم نکلتا ہے ۔ کلیجہ غم سے پانی ہو کے اے ہمدم نکلتا ہے
زمانہ سے نرالی ہیں ادائیں سخت جانی کی ۔ ہمارے قتل سے شمشیر کا بھی دم نکلتا ہے
قیامت ہے کہ اک طرزِ خرامِ نازِ دلبر سے ۔ کوئی اعجاز کا قائل کسی کا دم نکلتا ہے
الٰہی آب و آتش تو کبھی یکجا نہیں رہتے ۔ ہمارا لختِ دل کیوں اشک سے توام نکلتا ہے
عجب دلچسپ ہیں عالم میں مہر حسن کے جلوے ۔ نظر بازی کو نورِ دیدۂ شبنم نکلتا ہے
خیالِ یار نے بھی ہمدمی کی ترک فرقت میں ۔ جہاں میں بیکسوں کا بھی کوئی ہمدم نکلتا ہے
ستالے اے شبِ فرقت جہاں تک تجھ سے ممکن ہو ۔ ترے ارماں تو نکلیں گو ہمارا دم نکلتا ہے
ملیگا خاک میں عشرت غرورِ فتنۂ محشر ۔ قدِ جاناں تو اس سے بھی قد آدم نکلتا ہے

خلق میں مشہور ہے تیغ آزمائی آپ کی ہر لبِ زخمِ جگر پر ہے دوہائی آپ کی
آپ کو رغبت ہے واں پہلو تہی سے اور یہاں قلب کو بیچین کرتی ہے جدائی آپ کی
ذبح کرنا سخت جانوں کا بہت دشوار ہے خم ہے بارِ تیغ سے نازک کلائی آپ کی
اس قدر اہلِ وفا کی ہے بھلائی پر نظر ذہن کی ہمدم نہیں ہوتی برائی آپ کی
نوکِ پیکاں سے مرے دل کی گرہ کو کھولکر دیکھئے نکلے گی اس میں بیوفائی آپ کی

عشرتِ عاصی کی کیونکر حسرتیں واماندہ ہیں
یا علیؑ مشہور ہے مشکلکشائی آپ کی

وہ ہاتھوں ہاتھ صبا ساتھ لیگئی ہوگی جو خاک کوے وفا میں رہی سہی ہوگی
جو گریہ کی شبِ غم چشمِ تر کمی ہوگی تو دیکھنا بڑی ہچشموں میں ہنسی ہوگی
ملا کے غیر سے نظریں یہ مجھ سے کہتے ہیں ادا کی چوٹ تھی دل کو بری لگی ہوگی

پسِ فنا کوئی ہمدم اگر نہیں عشرت
ہم اور گوشۂ تربت میں بیکسی ہوگی

گلا یوں آج میرا خنجرِ قاتل سے ملتا ہے کوئی بچھڑا کسی کا جس طرح مشکل سی ملتا ہے
عدم کے جانے والے گذرے ہیں کوئے غریباں سے نشانِ کاروانِ رفتہ اس منزل سی ملتا ہے
الٰہی خیر بحرِ غم میں ہے بے ناخدا کشتی پیامِ مرگ مجھکو دوریِ ساحل سی ملتا ہے
دکھایا آئینہ تا دور ہو دعوائے یکتائی یہ وہ بولے کہ ناداں حق کہیں باطل سے ملتا ہے
شبِ مہتاب کا عالم ہے ہردم خانۂ دل میں مرا داغِ جگر عشرت مہِ کامل سی ملتا ہے

مٹ گئے سب درد فرصت ہو گئی — مر گیا بیمار صحت ہو گئی
فوتِ مطلب سے مرادیں مل گئیں — مر گیا بیمار صحت ہو گئی
مر کے ہم چھوٹے بلائے ہجر سے — سب بکھیڑوں سے فراغت ہو گئی
آپ بولیں غیر بولیں بزم میں — میری خاموشی قیامت ہو گئی
فتنہ دوراں قدم پر ہے نثار — وہ جدھر نکلے قیامت ہو گئی
وعدۂ دیدار پورا ہو گیا — آپ کیا آئے قیامت ہو گئی
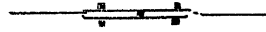
تم سلامت رہو ہمت کے بڑھانے والے — موت سے آنکھ لڑا لیں گے لڑانے والے
نہ مری یاد سے باہر ہیں وہ جانے والے — نہ مجھے دھیان میں اپنے کبھی لانے والے
وہ نقابِ رخِ زیبا ہیں اٹھانے والے — بجلیاں ہوش و خرد پر ہیں گرانے والے
کس مپرسی کے ہیں صدموں کو مٹانے والے — خوش رہیں ٹھوکریں تربت پہ لگانیوالے
اپنی نظروں سے جو ہیں مجھکو گرانے والے — وہی آنکھوں میں کھبی ہیں میری سمانیوالے
نہیں جنت کو بھی خاطر میں وہ لانے والے — جو ہوا کوچۂ جاناں کی ہیں کھانے والے
دیدۂ تر کو مرے کوئی نہ سمجھے تھوڑا — ہیں یہی نوح کا طوفان اٹھانیوالے
انتہا ضعف کی ظالم ہے کہ تیرے بیمار — زندگی سے بھی نہیں ہاتھ اٹھانیوالے
کتنا دلچسپ ہے اقلیمِ عدم بھی واللہ — جو وہاں پہونچے یہاں پھر نہیں آنیوالے
زورِ وحشت کی بدولت ہیں مرے دستِ جنوں — دھجیاں دامنِ صحرا کی اڑانے والے

نہ رہا میں تو ہوئے ترکِ جفا پر مجبور — آج روتے ہیں مجھے میرے ستانیوالے

آنکھ میں بن کے نظر دل میں سویدا ہو کر — ہر کہیں اپنی جگہ ہیں وہ بنانے والے

ہے ٹھکانا کوئی اس سنگدلی کا یارب — ہم کو ہنس ہنس کے رلاتے ہیں رلانیوالے

ابھی جی بھر کے انھیں دیکھنے پائے بھی نہیں — ہاتھ ٹوٹیں ترے گھڑیال بجانے والے

ناتوانی نے مجھے گھر سے نکلنے نہ دیا — چل دیے ساتھ مرا چھوڑ کے جانیوالے

وہ جنازے پہ نہ آئیں مرے سر کھولے ہوئے — ہونگے ہمراہ بہت خاک اُڑانے والے

حسرتیں پیٹ کے سر یہ دمِ آخر بولیں — ہائے دنیا سے چلے ناز اُٹھانے والے

بن کے نقشِ کفِ پا بیٹھے ہیں کوچہ میں ترے — دیکھیں کس طرح اُٹھاتے ہیں اٹھانیوالے

رکھ زمیں پر نہ قدم اے شہِ حسن و خوبی — ہم تری راہ میں آنکھیں ہیں بچھانیوالے

زندہ کرنا ہے انھیں نامِ مسیحا شاید — جانبِ گورِ غریباں ہیں وہ آنے والے

ناز اٹھانا کبھی مشکل تھا حسینوں کا ہمیں — اب ہیں بارِ غمِ ہجراں کے اُٹھانے والے

وہ جفا کرتے ہیں اور مجھ کو مزا ملتا ہے — نئے انداز کے ملتے ہیں ستانے والے

جائیے جائیے اغیار کی خاطر ہے ضرور — خوش رہیں آپ مرے دل کے دکھانیوالے

یاد آ آ کے عزیزانِ وطن غربت میں — خارِ غم ہیں دلِ محزوں میں چُبھانیوالے

حضرتِ دل ہی ہوئے خضرِ طریقت اپنے — ہیں یہی کوچۂ محبوب میں لانے والے

آج اغیار پہ ہے چشمِ عنایت ظالم — تھے کبھی ہم بھی ترے ناز اٹھانیوالے

جمع کرنے میں کٹی عمر مگر وائے نصیب — ہاتھ خالی ہی چلے یاں سے خزانے والے

تم کئے جاؤ جفا ہم کو بھی ہے پاسِ وفا
تا بہ لب حرفِ شکایت نہیں لانیوالے

اتفاقاً کبھی آ نکلے تھے اک روز یہاں
اب وہ دم بھر کو نہیں یاد سے جانیوالے

ایک دل اور ہجومِ غم و رنج و ایذا
اک ہدف سیکڑوں ہیں تیر لگانیوالے

سگ و درباں کے سبھی ظلم سر آنکھوں پہ مگر
اور ہونگے کوئی اُس کوچہ سے جانیوالے

دیکھتے ہیں وہ کدورت کی نگاہوں سے مجھے
خاک میں ہیں مری ہستی کو ملانے والے

نالہ ہائے دلِ خستہ کو نہ سمجھو کمزور
ہیں یہی عرشِ معلیٰ کو ہلانے والے

تم کو توفیق کہاں اتنی وہ ہونگے کوئی اور
قبرِ عاشق پہ گل و شمع چڑھانے والے

بھولے پن پر نہ حسینوں کے ذرا بھولے کوئی
دل چراتے ہیں یہی آنکھ چرانے والے

لاکھ دیوانہ تھا، آوارہ تھا، سودائی تھا
آپ تھے کون مرے دل کو ستانے والے

آنیوالا ہے کبھی روزِ جزا یاد رہے
او جفا پیشہ، دل آزار، ستانے والے

قافلہ یاروں کا کب کا سرِ منزل پہونچا
اک ہمیں رہ گئے یاں خاک اُڑانے والے

آئے ہیں عرصۂ محشر میں یہ سنکر ہم بھی
دولتِ دید ہیں وہ آج لُٹانے والے

کیا ہوا گر نہیں روشن ہے چراغِ تربت
داغِ دل قبر میں ہیں شمع جلانے والے

آسماں دور، زمیں سخت، الٰہی توبہ
کیا کریں صدمۂ ہجراں کے اُٹھانے والے

آتشِ شوق کو کر دیتے ہیں کچھ اور بھی تیز
اپنی آواز پسِ پردہ سنانے والے

اک نگاہِ غلط انداز ادھر بھی للہ!
او مری قبر سے منہ پھیر کے جانیوالے

کہہ گئے وہ یہ دمِ نزع کہ تم بھی عشرت
سختیِ عشق سے تھے جی کے چرانیوالے

شامیانہ کی بِس دفن نہ حاجت ہو گی — قبر بیکس پہ یہ چھائی ہوئی حسرت ہو گی
تیرہ روزی بھی مجھے باعثِ راحت ہو گی — کہ نہاں آنکھوں سے اغیار کی صورت ہو گی
تہ مدفن بھی نہ آرام کی صورت ہو گی — آپ آئے سرِ تربت تو قیامت ہو گی
ان کے آنے کی خبر سے مجھے صحت ہو گی — پوری کس طرح مری رسم عیادت ہو گی
جان دینے کی بھی معلوم نہ صورت ہو گی — ایسی گہری جو شبِ ہجر کی ظلمت ہو گی
آپ ہو جائیں اگر وضعِ وفا سے واقف — پھر مجھے جور و جفا کی نہ شکایت ہو گی
عوضِ فاتحہ گر خندۂ بیجا وہ کریں — اک نئی پھولوں کی چادر سرِ تربت ہو گی
صدمہ و رنج سے تنگ آ کے گلا کاٹیں گے — جان دیکر تو بکھیڑوں سے فراغت ہو گی
ضعف میں موت بھی آئے تو مرینگے کیونکر — طائرِ روح کو کب اُڑنے کی طاقت ہو گی
بیمجانوں کا اگر کام ادھورا چھوڑا — ہر لبِ زخم پہ قاتل کی شکایت ہو گی
بیکسی روتی ہے سر پیٹ رہی ہے حسرت — وہ سمجھتے ہیں کہ تنہا مری تربت ہو گی
تم نے پامال کیا جس کو دمِ مشقِ خرام — کسی بیکس کی وہ اُجڑی ہوئی تربت ہو گی
وعدۂ حشر پہ بھی شاد ہیں مشتاقِ جمال — تم سلامت ہو تو ہر روز قیامت ہو گی
بیڑیاں آج بڑھائی گئیں بعد از مردن — عاشقِ زلف کی شاید یہی منت ہو گی
گوشۂ دل سے نکلنا نہیں آتا جسے وہ — آپ کا تیرِ نظر یا مری حسرت ہو گی
پہلے سے سیکھ رکھو عذرِ جفا محشر میں — دل جو انصاف طلب ہو گا تو آفت ہو گی
دورِ پیمانہ کی حالت جو دکھائی دمِ وجد — شیخ کو پیرِ خرابات سے بیعت ہو گی

نہ الٹ عارضِ روشن کی نقاب آہ رسا ۔۔۔ وہ جو ہو جائیں گے بے پردہ قیامت ہوگی
تمھیں اغیار سے کہدو کہ نہ بولیں ہم سے ۔۔۔ ہم جو بولیں گے تو بے کار کو حجت ہوگی
جانتے ہو کہ یہ مرتا ہے مری الفت میں ۔۔۔ ق زندگی بھر تمھیں کیونکر مری وقعت ہوگی
رنگ لا یا جو پسِ مرگ مرا جذبۂ دل ۔۔۔ یاد رکھنا یہ کہے دیتے ہیں آفت ہوگی
بھول جاؤ گے یہ سب شیوۂ ناز و انداز ۔۔۔ رات دن میرے ہی مرجانیکی حسرت ہوگی
شوق سے کون کرے گا سرِ تسلیم کو خم ۔۔۔ سر کٹانے کی بتاؤ کسے حسرت ہوگی
کس کی گردن پہ چلے گی نگہ تیز کی تیغ ۔۔۔ چشمِ سفاک کو خونریزی سے نفرت ہوگی
یاد آیا جو مرا دور سے صدقے ہونا ۔۔۔ کنگھی چوٹی سے تمھیں اور بھی وحشت ہوگی
زلفیں بکھریں گی پریشان نگاہیں ہونگی ۔۔۔ چار دن میں نہ یہ شوخی نہ شرارت ہوگی
چشم پرنم نظر آئیں گے ہر اک روزن در ۔۔۔ بے مرے تیری گلی میں نئی وحشت ہوگی
خاک اُڑائیگی ستمگر ترے کوچہ کی زمیں ۔۔۔ ماتمی سایۂ دیوار کی رنگت ہوگی

ہونگے سب صبر کے انداز غلط اے عشرت
سچ یہ ہے دل کے تڑپنے سے ندامت ہوگی

گر جفا جو تری چتون ہے بدلنے کے لئے ۔۔۔ تن سے ہے روح بھی آمادہ نکلنے کے لئے
ناز کی خنجر سفاک سے بولی دمِ ذبح ۔۔۔ میں نے وقفہ دیا بسمل کو سنبھلنے کے لئے
دن کی صورت ہمیں ڈھل جائیں تو ڈھل جائیں مگر ۔۔۔ دو پہر ہجر کے ہرگز نہیں ڈھلنے کے لئے
دل مایوس جو تھا مونس شبہائے فراق ۔۔۔ وہ بھی بیتاب ہے پہلو سے نکلنے کے لئے

خوابِ غفلت سے اُٹھو حضرتِ عشرتؔ دیکھو
قافلہ عمر کا تیار ہے چلنے کے لئے

آہوں کے ساتھ رابطہ جسمِ زار ہے — مشتِ غبار دوشِ صبا پر سوار ہے
حاصل فنا کے بعد جو لطفِ فشار ہے — دو دن لحد بھی حلقۂ آغوشِ یار ہے
ہر وقت پیشِ چشم جو وہ گلعذار ہے — موسم ہو کوئی اپنی نظر میں بہار ہے
دزدِ حنا نے کہدیا جو اعتبار ہے — پہلو میں دیکھئے تو دلِ بیقرار ہے
اے کاوشِ خدنگ مژہ تیرے ہاتھ سے — دل میں، جگر میں، سینہ میں پہلو میں خار ہے
کیا خوف محتسب کا ہو مجھ بادہ نوش کو — پردہ کو کافی دامنِ ابرِ بہار ہے
اللہ رے ضعف تیرے مریضانِ ہجر کا — جن کے بدن پہ جامۂ ہستی بھی بار ہے
مایوس دید ہو کے اجل کا ہوں منتظر — آنکھوں پہ ختم معرکہ انتظار ہے
کوئے وفا میں کھودنے دے ظالم ہماری قبر — دشمن کی بزمِ عیش نہیں رہگذار ہے
ہے لالہ زار خوں سے زمیں قتل گاہ کی — شاید رگِ گلو رگِ ابرِ بہار ہے
جو دل میں بیٹھکر نہ اُٹھے تا بہ روزِ حشر — یا داغِ عشق یا وہ ہمارا غبار ہے
جب مجھکو دیکھتے ہیں تو جھک جاتی ہے نظر — گردِ عتاب دامنِ مژگاں پہ بار ہے
باقی ہے بعد مرگ بھی وحشت کا یہ اثر — عریاں نصیب شعلۂ شمعِ مزار ہے

رحمت خدا کی عشرتِ بیکس کی قبر پر
نے چادرِ لحد نہ چراغِ مزار ہے

لپٹا قدم سے ان کے جو میرا غبار ہے
اتنا بھی اُن کی شانِ نزاکت پہ بار ہے

بعد از فنا بھی رنگ الم آشکار ہے
خاموش بیکسوں کا چراغِ مزار ہے

پرسانِ حال کون شبِ ہجر یار ہے
اک آئینوالا گریۂ بے اختیار ہے

دھجی نہ جیب میں ہے نہ دامن میں تار ہے
جوشِ جنوں ہے آمدِ فصلِ بہار ہے

یارب پسِ فنا بھی نہ داغِ جگر مٹے
تیرِ ستم کا ایک یہی یادگار ہے

اُلجھے ہوئے ہیں دامنِ اُمید و آرزو
اللہ! دل ہے سینہ میں یا نوکِ خار ہے

دشتِ جنوں میں آبلہ پائی کی ہے یہ قدر
استادہ پیشوائی کو ہر نوک خار ہے

پیاسے نہ رہنے پائیں گے اپنے دہانِ زخم
سنتا ہوں انکی تیغِ ستم آبدار ہے

کوئے بتاں میں دل کا نگہباں رہے خدا
ناداں ہے بے شعور ہے ناکردہ کار ہے

ملتا ہے آب و دانہ نہ ہوتا ہوں فسج میں
صیاد بھی نصیب سے غفلت شعار ہے

جھکتا ہے خود بخود مرا سر جانبِ زمیں
پیشِ نظر جو نقشِ کفِ پائے یار ہے

برباد یوں پہ بھی نہ تعلی مری گئی
مشتِ غبار دوشِ صبا پر سوار ہے

صد شکر پڑھکے فاتحہ عشرت کی قبر پر
کہتے ہیں یہ بھی ایک مرا جاں نثار ہے

فروغِ حسن ہے چڑھتا ہوا شباب بھی ہے
قسم خدا کی کوئی آپ کا جواب بھی ہے

ازل سے ساتھ ہیں یہ جیتے جی کے دو جھگڑے
ہجومِ مرگ بھی ہے ہستی خراب بھی ہے

کبھی تو فاتحہ پڑھ جائیے لحد پہ مری
حصولِ سبز بھی ہے حاصلِ ثواب بھی ہے

عدم کو سیدھے چلے جائیں ہجر کے پابند — شب فراق بھی ہے جان پر عذاب بھی ہے
ہمارے ہوش پہ ہو گی چڑھائی غفلت کی — جو بزم شوق میں ساغر بھی ہے شراب بھی ہے

وہ آج پہلوئے دشمن میں جاگزیں تو نہیں
جو قلب نازکِ عشرت کو پیچ و تاب بھی ہے

دل نے فریاد کی سمت جو بڑھائی ہوتی — عرش سے آگے بھی نالوں کی رسائی ہوتی
گر نہ ہوتی وہ تری موج تبسم پہ نثار — میری تربت پہ نسیم سحر آئی ہوتی
اے صبا تیری ہوا خواہی کے قائل ہوتے — کوئے دلبر میں مری خاک جو لائی ہوتی
بیقراری دل زار کا چارہ ہوتا — تم نے پردہ سے جو آواز سنائی ہوتی
دیکھکر وسعتِ دامانِ نگاہِ نرگس — آپ نے دولتِ دیدار لٹائی ہوتی
دل اڑا لے گئیں دزدیدہ نگاہیں انکی — میں شکایت کبھی کرتا تو برائی ہوتی

چال اٹھکھیلی کی چلنی تھی یہ مانا، چلتے
خاک عشرت کی سحر کی نہ اڑائی ہوتی

اٹھا طوفاں کچھ ایسا چشم تر سے — کہ اتری موج عماں بھی نظر سے
عیاں افتادگی ہے چشم تر سے — گرینگے اشک ہنکر ہم نظر سے
ذرا کھد کیجئے تیر نظر سے — مچلنا سیکھ لے دردِ جگر سے
عذابِ حشر کھویا درد دل نے — بجھی نار جہنم چشم تر سے
ستم ہو جائے گا جامہ سے باہر — سمجھکر کھینچئے خنجر کمر سے

ترے آگے منہ اپنا شمعِ محفل چھپا لیتی ہے دامانِ سحر سے
اٹھا سکتا نہیں دستِ قضا بھی گرا ہوں بے طرح انکی نظر سے
خیالاتِ اسیری کا ہوں پابند شبِ غم ہاتھ اٹھا کر بال و پر سے
مرا دستِ دعا سننے نہ پائے جو آتی ہے ندا بابِ اثر سے
ڈراتا ہے مجھے درباں کسیکا صدائے حلقۂ زنجیرِ در سے
نہ تھا رستہ کوئی پہلو میں یارب جگر میں تیرِ غم آیا کدھر سے
ہوا رسوا بھی اور اُس کو نہ پایا خدا سمجھے فغانِ بے اثر سے
مرے دستِ دعا دستِ جنوں تھے کہ الجھے ہیں گریبانِ اثر سے
ملا دیوار کے سایہ سے جھک کر مجھے دینا پڑا ہے گھر کے گھر سے
مگر ہوں شمعِ کشتہ کا دھواں میں نہ دیکھا گھر کو پھر نکلا جو گھر سے
ہجومِ یاس سے بہتے نہیں اشک نکلتی ہیں امیدیں چشمِ تر سے
شبِ غم ہے یہ مٹنے کی تمنا گرے پڑتے ہیں آنسو چشمِ تر سے
وہ آ بھی جائیں یارب تیغ لیکر کہ اترے بارِ احساں میرے سر سے

نہالِ آرزو اے دل اے عشرت
پھلے پھولے بھی تو تیغ و سپر سے

اس بزم میں مانا کہ دعا بھی نہیں جاتی دل سے کہیں امید وفا بھی نہیں جاتی
ہے جادہ الفت پہ دمِ تیغ کا دھوکا ہمت سے کبھی بار کہا بھی نہیں جاتی

یارب شب غم نے مرا گھر دیکھ لیا ہے دشمن کی تو بالیں پہ قضا بھی نہیں جاتی
وہ گھر سے نکل آتے گدا جان کے مجھکو پر ضعف سے نالوں کی صدا بھی نہیں جاتی
یہ ہے ادب حسن کہ فرقت کی شبوں میں اس ماہ کے گھر آہ رسا بھی نہیں جاتی

وحشت دل خود رفتہ ہے اس بزم میں عشرت
وحشت تو ہے کیا چیز ہوا بھی نہیں جاتی

گوشہ دل میں آئیے تو سہی اجڑے گھر کو بسائیے تو سہی
میری آنکھوں میں آئیے تو سہی پردہ شرم اٹھائیے تو سہی
رہ مطلب پہ آئیے تو سہی مجھے ممنوں بنائیے تو سہی
ہوگا عالم ابھی تہ و بالا نیچی نظریں اٹھائیے تو سہی
نازکی کے خلاف ہو سو ہو نعش دشمن اٹھائیے تو سہی
ہو رہے گا جو ہونے والا ہے میری ہستی مٹائیے تو سہی
قدر میری وفا کی کیونکر ہو غیر کا دل دکھائیے تو سہی
درد دل ساتھ اٹھ کھڑا ہوگا اٹھکے پہلو سے جائیے تو سہی
فرش رہ ہم بنائیں دیدۂ دل آپ تشریف لائیے تو سہی
ستیاناس بدگمانی کا آنکھ ہم سے ملائیے تو سہی
گر نہ ہو قصد فاتحہ نہ سہی قبر عاشق پہ آئیے تو سہی
سارے جانباز سر جھکا دینگے آپ خنجر اٹھائیے تو سہی

کثرتِ داغ سے ہے رشکِ بہار   خانۂ دل میں آئیے تو سہی

لاش پر آکے سوچنے سے غرض   کوئی ٹھوکر لگائیے تو سہی

پس ہی جائیں گے گھورنے والے   آپ سرمہ لگائیے تو سہی

تشنہ کامی سے کچھ نجات ملے   آب خنجر پلائیے تو سہی

ٹوٹ جائے گا آبلہ دل کا   تیر مژگاں دکھائیے تو سہی

دل کو تسکین ہو ہی جائیگی   آپ پہلو میں آئیے تو سہی

دیکھ کر ہمّتِ وفا کا رنگ   خونِ عشرت بہائیے تو سہی

عشرت اہل وفا کہیگا کون

نام ہستی مٹائیے تو سہی

امیدِ خیر کیسی نا امیدی کو بھی نفرت ہے   کوئی مجھ سا بھی یارب دہر میں برگشتہ قسمت ہے

ادا کرتا یہی ہر حال میں حقِ رفاقت ہے   یہ داغِ نامرادی میرے سینہ میں غنیمت ہے

ہماری خانہ ویرانی علاجِ جوشِ وحشت ہے   کہ گوشہ گوشہ گھر کا رشکِ صحرائے غربت ہے

نہ دن کو چین ہے دم بھر نہ شب کو خوابِ راحت ہے   حسینوں کی محبت کیا ہی اک خاصی مصیبت ہے

یہانتک سختیاں سہنے کی مجھ وحشی کو عادت ہے   کہ دودِ نالۂ آتش فشاں بھی ابرِ رحمت ہے

ہمیں ہو مانعِ عشقِ بتاں مرتے ہو حوروں پہ   تمھاری ذات بھی اے حضرت واعظ غنیمت ہے

برا ہو سخت جانی کا نہیں کٹتا گلا میرا   نہ پوچھو خنجرِ قاتل سے ہم کو کیا ندامت ہے

ہزاروں حسرتیں اور لاکھوں ارماں دفن ہیں اسمیں   مرا دل ہے الٰہی یا تمناؤں کی تربت ہے

فلک دشمن مقدر منحرف نامہرباں صحبت — نہیں معلوم ہمکو زندگی کی کیا ضرورت ہے

آمد مرگ میں ہے چشم براہی کیسی — بن گئی اس دل ناداں پہ الٰہی کیسی
کہتے ہو مجھ کو ترے دل کی ضرورت کیا ہے — پھر مجھیں کہو یہ ذردیدہ نگاہی کیسی
ابھی کمسن ہو بہت نام خدا کیا جانو — عشق صادق ہے کسے کسنے نباہی کیسی
جسم و جاں دیدہ و دل سب ہیں تو ہیں قاتل کیطرف — دیکھیں محشر میں یہ دیتے ہیں گواہی کیسی
دل بیتاب ہوا جاتا ہے زخمی میرا — چوٹ کرتی ہے تری نیم نگاہی کیسی
دربدر خاک بسر پھرتے ہیں مارے مارے — میری تقدیر میں لکھی تھی تباہی کیسی

میرے مرنے سے انھیں حسرت اتمام جفا
مجھکو عشرت یہ مسرت کہ نباہی کیسی

کوچۂ زلف پریزاد سے کیا آتی ہے — مجھ میں بو مشک کی لے باد صبا آتی ہے
منزل گور غریباں سے یہ کیا آتی ہے — خاک اُڑاتی ہوئی کیوں باد صبا آتی ہے
ہچکیوں کا پئے تعظیم لبوں پر ہے ہجوم — یاد گر آپ کی ہنگام فنا آتی ہے
کوئے جاناں میں پڑا ہے جو مرا مشت غبار — کیسی اٹکھیلیوں سے باد صبا آتی ہے
جلوہ فرما ہیں وہ کیا کھول کے جوڑا لب بام — کیا مرے سر پہ کوئی تازہ بلا آتی ہے
پردۂ رنگ سے باہر کبھی دیکھا ہی نہیں — انکی تصویر کو آنکھوں سے حیا آتی ہے
مدتوں آپ تصور میں رہے بے پردہ — اب مری آنکھوں میں آنے سے حیا آتی ہے

دیکھ لو سونگھ کے قبر شہدا کی مٹی آج تک خاک سے بھی بوے وفا آتی ہی

عمر بھر پوچھا تھا کس نے ہمیں جز یاد صنم مرتے دم کاہیکو اب یاد خدا آتی ہی

کس طرف قافلۂ عمر رواں کو ڈھونڈھوں گرد اٹھتی ہے نہ آواز درا آتی ہی

کہیں دشمن سے نہ ہو دست و گریباں عشرت

فصلِ گُل سر پہ ہے وحشت کی بلا آتی ہی

شور اگر نالۂ رسا نہ کرے وہ اِدھر دھیان بھی ذرا نکرے

بدگمانی کا کچھ علاج نہیں وہ ہوں اور غیر یہ خدا نکرے

چھیڑ تیر ادا کو ہے مرغوب دل کو کیوں درد آشنا نکرے

بند میری زباں کو وقتِ سوال نگہِ چشم سرمہ سا نکرے

فصل گل میں جدا چمن سے رہوں ایسی قسمت مری خدا نکرے

لب مرے کیوں دبائے چٹکی سے کوئی مرنے کی بھی دعا نہ کرے

حال دل کا کبھی سنا نہ سُنے وعدہ پورا کبھی کیا نہ کرے

اتنی سی بات پر بگڑنا کیا دلِ پُر آرزو گلہ نہ کرے

وہ بھی گیسو کی بو میں بوہر کوئی جو مرے ہوش کی دوا نہ کرے

ایسی ویسی خوشامدِ گیسو بھول کر بھی مری بلا نہ کرے

انتہا زیست کی ہے چار ہی دن وقت انسان بے مزہ نہ کرے

جسکے نازک ہوں دست و پا عشرت قصد وہ امتحان کا نہ کرے

نہ ایسا جاہل، نہ اتنا ناداں، کہ خو نہ پہچانوں آدمی کی
یقین آئیگا اُن کو لے دل، کبھی شکایت پہ مدعی کی

ہے اس جفا کا بھی کچھ ٹھکانا، ہوئی تھی کچھ کچھ زباں کو جنبش
وہ حرف مطلب سمجھ کے بگڑے ہنسی ہنسی میں جو دلّگی کی

صبا اڑاتی ہے خاک سر پر، بتاتی ہے موت راہ مدفن
کسی کی پامالیوں کے ہاتھوں، خراب مٹی ہے زندگی کی

وہ کہہ رہے ہیں یہ آئینہ سے، نظر پڑی ہے جو میری صورت
بھلا کہیں ایسے رونیوالے، کرینگے باتیں ہنسی خوشی کی

دُلھن بنایا لحد کو میری، اُڑھا کے پھولوں کی تمنے چادر
پھر اُس پہ طرّہ یہ کہہ رہے ہو نظر نہ لگجائے بیکسی کی

میں دل کے ہاتھوں سے تنگ آیا، کہ ہو یہ خانہ خراب برباد
کہ اُس نے اپنے ہی گھر پہ ہمدم نظر سدا رکھی ابتری کی

ہے ایسی ہر دلعزیز وحشت کہ دل میں پتھر کے گھر بنایا
جو نکلی فریاد منہ سے میرے، تو کوہ نے بھی برابری کی

نہ پوچھ اے شاہِ حسن اصلا، صدا فقیروں کی اور کیا ہے
مناتے ہیں خیر دم قدم کی، بلائیں رد ہوں گھڑی گھڑی کی

پڑے ہو تنہا لحد میں عشرت، نہ کوئی دلسوز ہے نہ دلبر
زباں پہ اب بھول کر نہ لانا، وہ سب حکایت تھی جیتے جی کی

شوخیِ حسن سے لگا کر دل　　صبر کو بیقرار کون کرے

نہیں واقف حسابِ پیکاں　　زخمِ دل کا شمار کون کرے

ہے خزاں کا لگا ہوا کھٹکا　　سیرِ فصلِ بہار کون کرے

جان دینی ہے تیغ قاتل پر　　زیست کا اعتبار کون کرے

پائے وحشت میں آبلہ ہی نہیں　　منتِ نوک خار کون کرے

کلمہ گویوں میں ہر بتو نگی زباں　　ذکر پروردگار کون کرے

تیری تسکین بزم دلبر میں　　دلِ ناکردہ کار کون کرے

دل کے دینے پہ شرط کون بدے　　مفت کی جیت ہار کون کرے

جھوٹے وعدوں کا یار کے عشرتؔ
حشر تک انتظار کون کرے

اچھا ہے دردِ عشق دلِ زار کیلئے　　آخر تو کوئی شغل ہو بیکار کیلئے

ظالم کچھ اس تغافلِ بیجا کی حد بھی ہے　　کھُدنے لگی نہ در ترے بیمار کیلئے

کنجِ لحد میں کام کا ہے سوزِ داغِ دل　　روشن ہوا چراغ شبِ تار کیلئے

داغِ فراق و حسرت و ناکامیٔ وصال　　سو آفتیں ہیں ایک دلِ زار کیلئے

عجز و نیاز و بیکسی و شکر و بندگی　　تحفے یہ لائے ہم تری سرکار کیلئے

کیا کیا بگڑتے ہیں مرے دل کے دہانِ زخم　　بوسے جگر نے کیوں لبِ سوفار کیلئے

سوزِ نہاں نے خونِ جگر خشک کر دیا　　رونق ہو خاک دیدۂ خونبار کیلئے

کمسن ہو سہم جاؤگے حالت تباہ ہے آئے تو ہو عیادت بیمار کیلئے

نظارہ بازیوں کے سوا عشرتِ حزیں

چارہ نہیں ہے دردِ دلِ زار کیلئے

دل سے یارب شبِ وعدہ بھی نہ حسرت نکلی کہ نگہبان ادا اُن کی نزاکت نکلی

جان دوں قابضِ ارواح کو دل کسکو دوں وائے ناکامی کہ مرنے میں دقت نکلی

کردیا بادِ مخالف نے اسے بھی ٹھنڈا ایک دلسوز جو شمعِ سرِ تربت نکلی

پیشوائی کے لئے آمدِ جاناں سنکر دل گیا ہاتھ سے قابو سے طبیعت نکلی

دل بتوں کا ہے کوئی شیشۂ ساعت یارب کہ یہاں سے نہ کبھی میری کدورت نکلی

سچ کہو دل کی گرہ کھول کے کیا ہاتھ آیا اسمیں کچھ نقد وفا تھا کہ مصیبت نکلی

نور افزا ہوئی کب صبحِ طرب آنکھوں میں کب مرے گھر سے بلائے شبِ فرقت نکلی

ضعف میں لے چلی گردش جو گلی سے اسکی ہاتھ پکڑے ہوئے ہمراہ مصیبت نکلی

دیکھا جب دیدۂ مشتاق کا گوشہ گوشہ پردے پردے میں نہاں آپکی صورت نکلی

اسکے کوچہ سے جنازہ جو اُٹھا عشرتؔ کا

خاک اُڑاتی ہوئی ہمراہ مصیبت نکلی

کاہیدگی یہی ہے اگر جسمِ زار کی حاجت کفن کی ہے نہ ضرورت مزار کی

تنہائی کیا بتاؤں شبِ ہجر یار کی حالت بھی غیر ہے دلِ پُر اضطرار کی

شاید کرے بیاں وہ پسِ مرگ سوزِ دل کاٹو زبان شعلۂ شمعِ مزار کی

دشتِ جنوں میں آبلوں کی سرکشی مٹی — لذت جو پائی ہے خلشِ نوکِ خار کی

یارب یہ سوزِ عشق ہے کس پردہ دار کا — آتی نہیں ہے بو بھی دلِ داغدار کی

دیکھا نہ وقتِ نزع وہ بالیں پہ تھے کھڑے — کثرت یہ میری آنکھوں میں تھی انتظار کی

سر پیٹتی ہے جو پسِ مردن سرِ مزار — ہوگی وہ آرزو دلِ امیدوار کی

مرنیکے بعد دل میں جگہ دی ہزار شکر — رکھ لی بتوں نے شرم ہمارے غبار کی

بعدِ فنا بھی چرخ نے پامال ہی رکھا — بہرِ سجدہ زمین بھی دی رہ گذار کی

ٹھہری نہ قیدِ جسم میں دم بھر بھی چین سے — عنصر میں اپنے خاک تھی کس بیقرار کی

بعدِ فنا تو آؤ خدارا مزار پر — لو اب تو ہم نے جان بھی تم پر نثار کی

دشتِ بلا میں ہے کبھی کوئے جفا میں ہے — مٹی خراب ہے مرے مشتِ غبار کی

اٹکھیلیوں سے آتے ہیں وہ بہرِ فاتحہ — اللہ! خیر ہو مرے اجڑے مزار کی

مایوس دید ہو کے اجل کا ہے منتظر
عشرت تجھے تو ہوگئی خو انتظار کی

یہی ہے ضعف تو کیونکر کٹیگی راہِ عدم — نکلنا تن سے ترا جانِ زار مشکل ہے

زباں تو چپ ہے مگر درد دل کا کیا چارہ — اٹھیگا پہلو میں وہ بار بار مشکل ہے

چلا تو ہے طرف کوئے دلربا لیکن — پھر آنا تیرا دلِ بیقرار مشکل ہے

تری جفا کا مرے دل کو ہر طرح ہے یقیں — مری وفا کا تجھے اعتبار مشکل ہے

آوارگی کے لطف سے بے خانماں رہے　عنقا کی طرح حاصلِ نام و نشاں رہے

یوں عالم خراب میں ہم نا تواں رہے　خالی ہمارے نام سے کون و مکاں رہے

بھڑکی ہوئی جو آتشِ سوزِ نہاں رہے　دل میں ہجوم حسرت و ارماں کہاں رہے

اس شہسوار حسن کے دل میں جو تھا غبار　نظارے صرف گردِ رہِ کارواں رہے

حسرت کا خون کرتا ہے سفاک کس لئے　کوئی تو میرا بعد فنا نوحہ خواں رہے

حاجت نہ ہوگی جا در گل کی پس فنا　یوں ہی اگر چراغ لحد گلفشاں رہے

یہ بھی خبر نہیں ہے شب ہجر میں مجھے　نالے نکل کے قلب و جگر سے کہاں رہے

پہونچے کبھی نہ منزل مقصد پہ ضعف سے　ہم نقش پا کی طرح لبِ کارواں رہے

عشرت اس اجنبیتِ سفاک کے نثار

مقتل میں مجھ سے پوچھتا ہے تم کہاں رہے

چارہ گر خاک سمجھتا نہیں سمجھانے سے　تازگی زخم کی مٹ جاتی ہے مرجھانے سے

ثوت عذاب ہوا یارب مرے مرجانے سے　توبہ اس شوخ نے کی قبر کے ٹھکرانے سے

باز آ ناصح مشفق مرے سمجھانے سے　چھیڑ ہر وقت کی اچھی نہیں دیوانے سے

ایک تنہائی ہوئی دل کے چلے جانے سے　ورنہ کچھ کام تو چلتا نہ تھا دیوانے سے

وہی نسبت ہے پریزادوں کو دیوانے سے　گل کو بلبل سے جو ہے شمع کو پروانے سے

واعظا کچھ بھی نہ ہوگا ترے بہکانے سے　جیتے جی تو میں نکلتا نہیں میخانے سے

سوز پنہاں میں کسی طرح سے تسکیں نہ ہوئی　شمع دلسوزیاں کرتی رہی پروانے سے

اس کی لذت سے نہیں ناصحِ ناداں کو خبر — سنگِ طفلاں کا مزا پوچھئے دیوانے سے

آئیے دیکھئے کیا جلوہ نظر آتا ہے — دل بھی میرا نہیں کچھ کم ہے صنمخانے سے

کہیں ایسا نہ ہو اللہ کا گھر بن جائے — اِن بتوں کو نہ نکالے کوئی بتخانے سے

خیر ہو خُم کی یہیں ہے مجھے سب کچھ حاصل — میں کہاں جاؤنگا ساقی ترے میخانے سے

میں وہ مقبولِ بتاں تھا کہ حرم میں بھی مجھے — روز پیغام چلے آتے ہیں بتخانے سے

ہمہ تن درد بنا صدمۂ فرقت مجھکو — لذتِ زیست نئی ملتی ہے دکھ پانے سے

بت پرستی کے ستم ہر کس و ناکس پہ کھلے — نکلی فریاد جو ناقوس کی بتخانے سے

شعبدہ یہ بھی ہے اک گرمیِ صحبت کا تری — کہ مئے ناب ابلنے لگی پیمانے سے

میکشو تم کو مبارک مئے و ساقی و سرور — ہم تو ناکامِ تمنا چلے میخانے سے

اتنی ہمت نہیں پڑتی کہ اٹھوں دنیا سے — کثرتِ ضعف نے روکا مجھے مرجانے سے

جلوۂ رحمتِ حق دیکھ لے آکر واعظ — راہ کترا کے کہاں جاتا ہے میخانے سے

چشمِ پیمانہ جو لبریز ہے ہر دم ساقی — اٹھ گیا کون سا میکش ترے میخانے سے

اجنبی کر دیا دنیا سے تری الفت نے — جتنے اپنے ہیں نظر آتے ہیں بیگانے سے

اپنے ساتھ اس نے زمانہ سے مجھے بھی کھویا — باز آیا دلِ وحشی کے میں یارانے سے

عرصۂ حشر میں کیا شکوہ بیداد کروں — کیا نتیجہ سرِ محفل تمھیں شرمانے سے

ناصحا عشق سے باز آؤں میں توبہ توبہ — اس رہِ راست کو چھوڑوں ترے بہکانے سے

مرضِ عشق میں کچھ بھوک بھی بڑھ جاتی ہے — سیر ہوتی نہیں نیت مری غم کھانے سے

ہوں زخود رفتہ و سرمست مۓ روزِ الست — نہ تعلق مجھے شیشے سے نہ پیمانے سے
سُن کے آلامِ جدائی کو وہ ظالم بولا — نیند آنے لگی مجھکو ترے افسانے سے
عشق کا نفع و ضرر پوچھ رہا ہوں دل سے — مشورہ کرنے کو بیٹھا ہوں میں دیوانے سے
تجھکو مسجد سے تو میں نے کبھی روکا ہی نہیں — شیخ تو روکتا کیوں ہے مجھے میخانے سے
کیسے کیسے نظر آجاتے تھے جلوے افسوس — درِ بتخانہ چھٹا شیخ کے بہکانے سے
جان دیکر درِ دلبر پہ بنا اہلِ وفا — آبرو میری بڑھی خاک میں ملجانے سے
جب اُٹھا کعبہ سے دوڑا ہوا آیا ہے یہیں — ابرِ رحمت کو بھی کیا انس ہے میخانے سے
دل ہے اللہ کا گھر، دیکھ اُجڑ جائے گا — اے غمِ عشقِ صنم تیرے چلے جانے سے

کوئی دیکھے تو ذرا حضرتِ عشرت تو نہیں
مُنہ چھپائے ابھی نکلا کوئی میخانے سے

جب مدِ نظر آپ کی صورت نہیں ہوتی — چھائی ہوئی آئینہ پہ حیرت نہیں ہوتی
کب فتنۂ خوابیدہ کو بیدار نہ دیکھا — کس دن ترے کوچہ میں قیامت نہیں ہوتی
تربت پہ بھی درکار رہی شمع و گل و چادر — مر کر بھی تعلق سے فراغت نہیں ہوتی
یا رب سحرِ وصل فلک پھٹ نہیں پڑتا — وہ اُٹھ کے چلے اور قیامت نہیں ہوتی
دل حلقۂ گیسو سے نکالا نہیں جاتا — قیدِ غمِ الفت سے فراغت نہیں ہوتی

ہے صاف وفاؤں سے طبیعت مری عشرت
دشمن سے بھی واللہ عداوت نہیں ہوتی

بزمِ الطاف میں ہو موردِ احساں کوئی — واے تقدیر کرے منتِ درباں کوئی

جز نکیرین نہیں حال کا پرساں کوئی — نہیں جز مرگ علاجِ تپِ ہجراں کوئی

خانۂ عشرتِ دلبر میں ہے مہماں کوئی — در پہ بیٹھا ہے کئے موت کا ساماں کوئی

دلِ بسمل سے نہیں کھنچتا پیکاں کوئی — کہ نکل آئے نہ لپٹا ہوا ارماں کوئی

اڑکے لپٹے گی مری قبر کی مٹی پسِ مرگ — اس طرف آئے اٹھائے ہوئے داماں کوئی

جس طرف قافلۂ فکر کو آسانی ہو — ایسی ملتی نہیں راہِ درِ جاناں کوئی

کیوں کمی وار میں سفاک ہی ہنگامِ اخیر — کیا مرے سر سے اتر جائیگا احساں کوئی

آمدِ پردہ نشیں کی ہے شبِ وعدہ خبر — دل میں بھی چھپ کے نہ بیٹھا رہے ارماں کوئی

سایۂ دامنِ دلبر ہو کسی کے سر پہ — جوشِ وحشت سے رہے دست و گریباں کوئی

ہے یہانتک دلِ بیمار میں حرماں کا ہجوم — آنے پاتا نہیں اندیشۂ درماں کوئی

پاؤں پکڑے ہیں نزاکت نے حیا کے دامن — آئے کیونکر طرفِ گنجِ شہیداں کوئی

سمجھے ہم داد ملی بادیہ پیمائی کی — چبھ گیا تلوؤں میں گر خارِ بیاباں کوئی

لوٹ کر لے گئے انداز و ادا عشوہ و ناز — دل کوئی، جان کوئی، دیں کوئی ایماں کوئی

بن گیا ٹوٹ گیا چیت ہوا سست ہوا — دل بھی کیا ہے کسی بدعہد کا پیماں کوئی

غیر سے رسمِ وفا بس اسی امید پہ تھی — سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہے پشیماں کوئی

گلعذاروں سے تصور ہے مرا رشکِ بہار — اتنا سرسبز نہو گا چمنستاں کوئی

غیر کے واسطے احباب جلاتے ہیں مجھے — میں بھی ہوں شمعِ سرِ گورِ غریباں کوئی

محو نظارہ رہا برسوں ترے کوچہ میں ۔ تھا مرا نقش قدم دیدہ حیراں کوئی

تیغ ابرو نے تری کاٹ دی قید مذہب ۔ اب نہ کافر ہی ہے کوئی نہ مسلماں کوئی

ہے ہر اک شاہد مضموں کا نرالا جوبن ۔ عالم فکر بھی ہے بزم حسیناں کوئی

جس میں ساکن نہ رہے حضرت **عشرت** برسوں

ہمنے دیکھا ہی نہیں ایسا بیاباں کوئی

روح کہتی ہے مجھے کیا چاہیئے ۔ موت بولی اٹھی نکلنا چاہیئے

حسرتوں کے ساتھ دل کیوں چل دیا ۔ کوئی تو پہلو میں ہونا چاہیئے

دیدۂ بسمل کا پھرنا دیکھکر ۔ بولے یہ انداز دیکھا چاہیئے

دل کی بیتابی سے **عشرت** پوچھ لو

کیا تہ خنجر تڑپنا چاہیئے

کوئی بیخود کوئی محو نعرۂ مستانہ ہے ۔ صحن میخانہ بھی گویا اک عجائب خانہ ہے

کیا بتاؤں کون غمخوار دل دیوانہ ہے ۔ آہ ہے فریاد ہے یا نالۂ مستانہ ہے

آج جو نیرنگ ہے کل خواب ہے افسانہ ہے ۔ چشم عبرت کا تماشہ یہ مسافر خانہ ہے

نشہ میں گرنا ادائے سجدۂ شکرانہ ہے ۔ صحن میخانہ بھی گویا اک عبادتخانہ ہے

مر کے بھی وہ رند میکش زینت میخانہ ہے ۔ جس کی مٹی داخل چار عنصر پیمانہ ہے

محو آرائش ہیں خوف بد نگاہی کچھ نہیں ۔ شغل خود بینی ہے ہر دم آئینہ ہی شانہ ہے

یا ہے اشک یاس چشم منتظر میں موجزن ۔ یا لبالب حسرت دیدار کا پیمانہ ہے

یا وہی دل جلوہ زارِ نورِ حق مشہور تھا یا وہی یادِ صنم سے رشکِ صد بتخانہ ہے
داستانِ ہجر سن کر نیند کیوں آئی تمھیں شرحِ حالِ دردِ دل گویا کوئی افسانہ ہے
میرے دل میں بے محل کیوں آرے امیدِ وصال یہ تو اک اجڑا ہوا سا گوشہ ویرانہ ہے
حضرت زاہد کو بڑا دونگا سو ظرفِ وضو میرے دامن میں بہت خاکِ درِ میخانہ ہے
حسرتوں کو قید بے مدت سمجھے دلبستگی دل کا ہر پہلو الٰہی کوئی زندانخانہ ہے

جس جگہ آتے ہیں **عشرت** حضرتِ دل کے قدم
ہر کس و ناکس سمجھ لیتا ہے وحشت خانہ ہے

ارماں ملائے خاک میں الفت کے چاہ کے قربان اس حجاب و حیا کی نگاہ کے
تم منتظر سزا میں عبث ہو گواہ کے ہم خود مقر زباں سے ہیں اپنے گناہ کے
چھایا جو آتشِ رُخِ جاناں پہ دودِ خط یہ بھی کرشمے تھے مرے بختِ سیاہ کے
کمسن ہیں ان کے جور و ستم کا گلہ نہیں یہ دن وفا کے ہیں نہ یہ سن ہیں نباہ کے
گذری شبِ فراق نمودِ سحر ہوئی مدت پہ دن پھرے مرے روزِ سیاہ کے
پامالیوں کی قید سے چھوٹے نہ بعد مرگ مٹنے پہ بھی غبار رہیں ہم شاہراہ کے
زنداں بھی ان کو وحشتِ صحرا سے کم نہیں پابند ہیں جو حلقۂ زلفِ سیاہ کے
چپ چاپ اپنے گیسوئے برہم سے پوچھ لو دونوں گواہ ہیں مرے حالِ تباہ کے
دیکھوں میں کس طرح شبِ وعدہ جمالِ یار پردے پڑے ہیں آنکھ میں بختِ سیاہ کے
پامالیوں کا سر میں ہے سودا پسِ فنا ہم مر کے بھی غبار بنے شاہراہ کے

انکھوں میں آئے پہلو سے دل کیسے لے گئے　　انداز کیا نرالے ہیں اس رسم و راہ کے

عشرت جفائے چرخ کو دونا ملا ہے اوج

وہ بھی شریک ظلم ہیں اس کینہ خواہ کے

شکوہ ستم کا ہے نہ شکایت جفا کی ہے　　چپ چاپ ہوں تو فکر کسی مدعا کی ہے

ہوتے ہیں مرگ و زیست کے ہر روز فیصلے　　بزم جفا ہے یا کہ عدالت خدا کی ہے

آئینہ سے نہ پوچھیگا حسن زلف کو　　کہدیگا منہ پہ صاف کہ صورت بلا کی ہے

آئینہ کی نگاہ پھسلتی ہے وقت دید　　نکھری ہوئی جو شکل بت خودنما کی ہے

معدوم کچھ زمانے سے نقد اثر نہیں　　ہمت گھٹی ہوئی مرے دست دعا کی ہے
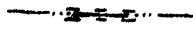
وہ گھڑی طالع بیدار دکھائے کوئی　　بخت خوابیدہ کو حیلہ سے جگائے کوئی

رنگ وہ لذت تقریر جمائے کوئی　　ہم تقاضے کریں اور باتیں بنائے کوئی

کیا غرض انکو دم مرگ بلائے کوئی　　دم چلا جائے گا آئے کہ نہ آئے کوئی

آج ہے میرا گلا اور چھری قاتل کی　　خوبی بخت اگر رنگ نہ لائے کوئی

بیکسی بھی نہ رہی پاس تو وحشت ہوگی　　چلتے پھرتے مرے مرقد پہ نہ آئے کوئی

وہ مرے سینہ سے پیکان ستم کھینچتے ہیں　　دل کی امید بھی یارب نکل آئے کوئی

خود نزاکت سے اٹھاتے نہیں وہ تیغ ستم　　حکم جانبازوں کو ہے سر نہ اٹھائے کوئی

شمع محفل نہ چراغ سر تربت ہوں میں　　غیر کے واسطے کیوں مجھکو جلائے کوئی

مجھ سے روپوش ہی رہتا ہے جو منظورِ نظر میرے آغوشِ تصور میں نہ آئے کوئی
یہ طبیعت کی کجی ہے نہ مٹے گی ہرگز لاکھ بگڑی ہوئی زلفوں کو بنائے کوئی

دفن کیوں کوئے ستمگر میں ہو عشرتؔ پسِ مرگ
مفت کیوں ٹھوکریں اغیار کی کھائے کوئی

نہیں کچھ دور دورِ آسماں سے کہ اُٹھ جائیں وہ بزمِ دشمناں سے
نکالوں ڈھونڈھکر اسکو کہاں سے کہ وہ آزاد ہے قیدِ مکاں سے
مرا قصہ سنو میری زباں سے نہ لطف آئیگا تم کو قصہ خواں سے
غرض ہم کو جو تھی کوئے بتاں سے بڑھایا ربط ہم نے پاسباں سے
بنایا ضعف نے نقشِ کفِ پا نہ اٹھیں گے تمھارے آستاں سے
کوئی فتنہ مجھے سمجھا ہے تم نے اٹھاتے ہو جو بزمِ دشمناں سے
چمن میں حکم پہونچا ہے خزاں کا نکالی جائے بلبل آشیاں سے
کچھ ایسی ناتوانی زور پر ہے دبا جاتا ہوں میں خوابِ گراں سے
تعجب ہے رہے کعبہ میں زاہد نکالے جائیں ہم کوئے بتاں سے
رقیبِ بے ادب کو منع کیجے نہ کاٹے بات میری درمیاں سے
شبِ ہجر ابرِ غم چھایا ہوا ہے برستی ہیں بلائیں آسماں سے
نہ تھا یارب کوئی پرساں ہمارا یہ پیغامِ اجل آیا کہاں سے

چشم حاسد میں نہیں گر نہ ہو وقعت میری — ہاں ذرا اہل ہنر سمجھیں حقیقت میری

عرض کی کوئے عدو میں نہ ہو تربت میری — بولے اس بات کی ضامن ہے کدورت میری

کشتۂ تیغ تبسم ہوں یہ نازک ہے دماغ — چادر گل سے دبی جاتی ہے تربت میری

سمجھے تا دشت ہوس خادم و مخدوم کا فرق — دو قدم سایہ سے آگے چلے وحشت میری

سرد مہری کا جو شرمندۂ احساں ہوں میں — گھٹتی جاتی ہے شب و روز حرارت میری

دست نازک میں ذرا تیغ ادا چکی تھی — اور دو چار قدم بڑھ گئی ہمت میری

اتنے کم سن ہیں کہ واقف نہیں ان رسموں سے — کھیل کیونکر نہ سمجھتے وہ عیادت میری

ہاتھ میں ساغر مے پہلو میں وہ توبہ شکن — اب کہاں پھرتی ہے بہکی ہوئی نیت میری

ساتھ ہیں حسرت و اندوہ قلق کی فوجیں — کتنے سامان سے آئی شب فرقت میری

تمھیں سچے سہی میں جھوٹا بگڑتے کیوں ہو — آئینہ میں بھی ہے اتری ہوئی صورت میری

فیض استاد کی شوخی ہے بیاں میں عشرت

کہ زباں قہر ہے آفت ہے طبیعت میری

مورد لطف شب زلف دوتا کیوں نہوے — ہائے نظارے مرے صرف بلا کیوں نہوے

پوچھئے تیغ سے یہ دست و گریباں ہو کر — سخت جاں محرم اسرار قضا کیوں نہوے

لپٹے رہتے ذرا دامان اثر سے شب ہجر — اتنے گستاخ مرے دست دعا کیوں نہوے
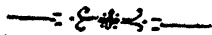
ظلم میں مد نظر شوخی فریاد رہے — اک ذرا دلکو سنبھالے ہوئے جلاد رہے

جاتے ہیں تشنہ دہن پیرمغاں یاد رہے　　کیا غرض کون کہے میکدہ آباد رہے
گر نشیماں ہوا قاتل تو نہیں قتل کا لطف　　سخت جانی کو نزاکت کی ادا یاد رہے

خو دیکھکے آمادۂ انکار کسی کی　　صورت کھڑے ہم تکتے ہیں ناچار کسی کی
انداز جو سو ہوتے ہیں اک چال سے پیدا　　خلاقیاں دکھلاتی ہیں رفتار کسی کی
قربانِ ادا ہوتی ہیں جانباز و نکی روحیں　　چلتی ہے دلھن بن کے جو تلوار کسی کی
عشرت نہیں کچھ جادۂ محشر کی حقیقت
ڈھاتی ہے فلک شوخی رفتار کسی کی

بجائے گل جو گلستاں میں خار باقی ہے　　بہار رفتہ کی اک یادگار باقی ہے
کوئی ستم فلک بدشعار باقی ہے　　کہ آدھی اور شب انتظار باقی ہے
پس فنا بھی مجھ آوارہ کا نشاں ہو بلند　　ہوا کے کاندھوں پہ مشت غبار باقی ہے
ہزار چرخ نے برباد کر دیا پھر بھی　　بتوں کے دلمیں ہمارا غبار باقی ہے
ادھر بھی فاتحہ پڑھ لیجئے خدا کے لئے　　کہ اک غریب کا اجڑا مزار باقی ہے
خدا دراز کرے عمر بیکسی عشرت
یہی تو ہجر کی اک غمگسار باقی ہے

ان کی بے پردگی بھی پردہ ہے　　طور کا جلوہ کس نے دیکھا ہے
وعدۂ قتل بھی مسیحا ہے　　حسرت مردہ جس سے زندہ ہے

یہ مرے دل میں داغ انکا ہے　　کعبہ میں یا چراغ جلتا ہے

قدِ جاناں کو جب سے دیکھا ہے　　حشر کا کچھ یقین آیا ہے

حالتِ چشم و دل نہ پوچھو کچھ　　ایک صحرا ہے ایک دریا ہے

لاش پر میری ہنس رہے ہیں حضور　　یہ جنازہ ہے یا تماشا ہے

وہ عیادت کو میری آتے ہیں　　اور یاں موت کا تقاضا ہے

پڑ گیا تجھ پہ کیا شبِ دیجور　　میرے بختِ سیہ کا سایا ہے

رونے والی ہماری تربت پر　　دلِ ناکام کی تمنا ہے

مجھ سے کب بزم یار خالی ہے　　میں نہیں ہوں تو ذکر میرا ہے

اے غمِ دوست آفریں تجھ کو　　ورنہ دنیا میں کون کسکا ہے

عشق میں عیش و غم برابر ہیں　　یہ بھی اچھا ہے وہ بھی اچھا ہے

میں شکایت کروں تو آفت آئے　　تم ستاؤ مجھے تو اچھا ہے

دل میں آئی کہاں سے صورت یار　　کہیں پہلو میں کوئی رہتا ہے

کیوں نہ الجھیں وہ سن کے حال فراق　　اسکا اظہار عین شکوا ہے

اہل بینش خودی سے خالی ہیں　　آنکھ خود بینی سے مبرا ہے

لاغر ایسا ہوا ہے جسم نحیف　　موئے مژگان چشم عنقا ہے

بیکسی کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں
دیکھ عشرت لحد میں تنہا ہے

ہم تو دم بھر نہ ہوں خاموش سحر ہو تو سہی — اے دعائے شب غم تجھ میں اثر ہو تو سہی

خیر مقدم کی صدا دیں دہنِ زخم جگر — میہماں دل میں ترا تیر نظر ہو تو سہی

ابھی اعجاز مسیحا ہو فدا قدموں پر — آپکا گور غریباں میں گذر ہو تو سہی

یہ تو مانا کہ جنازہ پہ تم آؤگے ضرور — دفن کی پہلے مگر تم کو خبر ہو تو سہی

وقت بے وقت ستم سہنے کا خوگر ہو جائے — اتنا دشمن کا مرے جان و جگر ہو تو سہی

دھوم ہو جائے گی رفتار صنم کی **عشرتؔ**
فتنۂ حشر کہیں زیر و زبر ہو تو سہی

ایک حالِ کاکُل وخالِ رُخِ جانانہ ہے — طائرِ دل کے لئے وہ دام ہے یہ دانہ ہے

گردشِ قسمت نہ نکلی آب و گل سے دم گھٹ گیا — میری مٹی داخلِ چار عنصر پیمانہ ہے

ساتھ مرقد میں نہ آئی جان باہر رہ گئی — جسکو غمخواری کا دعویٰ تھا وہی بیگانہ ہے
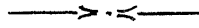
مجھے دیکھا تو وہ صیاد بولا — یہی تازہ گرفتارِ قفس ہے

مرا دل ہل گیا فریاد سنکر — کوئی ہمدم گرفتارِ قفس ہے

حبابوں کا ابھرنا دیکھ غافل — یہ اثباتِ حیاتِ یک نفس ہے
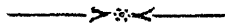
سمجھنا زلفِ مشکیں یہ خطا ذہنِ رسا کی ہے — سیاہی سر پہ انکے سایۂ بالِ ہما کی ہے

اٹھایا خاکسارانِ حقیقت نے نگاہوں پر — عجب شوکت شبیہ نقشِ پائے دلربا کی ہے

خدا لگتی کہیں گے ہم بُرا ہو یا بھلا جو ہو　　قسم کھا کر تو کہدو تمنے کس کس سے وفا کی ہے

سحر پر میری بولا ہو فا اُس مرنیوالے نے　　تہ خنجر گلا رکھکر مرے حق میں دعا کی ہے

اُٹھائی اس نے تیغ جانستاں اور جھک گئی گردن　　اب آ گے اسکے ہمت اپنے بخت نارسا کی ہے

شرف کیا حشمت دنیا سے منعم کو غریبوں پر　　ق جو دیکھو غور سے تو ایک حالت انتہا کی ہے

موئے پر جز کفن جاتا نہیں کچھ ساتھ انسانکے　　کسی کی لاش ہو شرمندہ نقش بوریا کی ہے

یہ فرق امتیازی قبر پر دو دن کو باقی ہے　　کوئی کہہ لے یہ تربت شاہ کی ہے یہ گدا کی ہے

برستی ہے کسی کی قبر پر وحشت اندھیری ہے　　کسی کے گور پر شمع سر بالین جلا کی ہے

کسی بیکس کی خاطر کوئی دو آنسو نہیں تا　　قیامت اقربا نے قبر منعم پر بپا کی ہے

برابر ہو گیا مدفن تو پھر کھلتا نہیں عشرت　　یہ تربت شاہ کی ہے یا فقیر بے نوا کی ہے

نثار ایسی اجل کے اور تصدق ایسے مرنیکے　　ق کہ حسرت اس بت بیرحم کو بھی انتہا کی ہے

کبھی کہنا کہ اس نے قطع کر لی راہ الفت کو　　ہمارے دل میں باقی آجتک حسرت جفا کی ہے

کبھی کہنا کہ ہے ہے اٹھ گیا ناشاد دنیا سے　　بہت مشکل پس مردن تلافی اب جفا کی ہے

کبھی یہ سوچ اب ہم بھی کہیں ظالم نہ کہلائیں　　کبھی یہ فکر رخصت آج ہی مہر وفا کی ہے

کبھی یہ غم کہ اب میری جفائیں کون جھیلے گا　　کبھی یہ رنج کسکو قدر اب ناز و ادا کی ہے

اسی الجھن میں وہ بے مہر بیٹھا ہے سر مدفن　　جگر میں درد ہے اور دل میں کاوش انتہا کی ہے

لبوں پر آہ چہرہ فق جھکائے سر کو آنکھیں نم　　کھلے سر بال بکھرے منہ پہ حسرت کس بلا کی ہے

پریشاں منفعل، سر در گریباں مضطرب و حیراں　　عجب حالت پشیمانی سے اس نا آشنا کی ہے

بہیگی بے وسایہ کشتیِ عمر رواں عشرتؔ
روانی آب خنجر میں ستمگر کے بلا کی ہے

جو ہو جائے شامل نقاہت کیسکی — بدل جائے طرزِ نزاکت کیسکی
مگر راہبر ہے مقدر کی گردش — پھرا چاہتی ہے طبیعت کیسکی
کہاں وہ کہاں غیر کی ہمنشینی — کہاں ہم کہاں شام فرقت کیسکی
کیا ایسا اندھیر موجِ صبا نے — کہ گل ہو گئی شمع تربت کیسکی
بڑا ناز تھا تجھکو اے چشمِ گریاں — نہیں دھونے جاتی کدورت کیسکی
یہاں تاک ہی پردہ پوشی نظر میں — زباں سے نہ نکلی شکایت کیسکی
کسی کی نگاہوں نے لوٹا ہی جسکو — وہ جانِ حزیں تھی امانت کیسکی
ذرا آپ دامن کو اپنے سنبھالیں — کہ گستاخ ہے گرد تربت کیسکی
یہ مانا کہ آمادۂ قتل ہیں وہ — ق مگر ہے زبردست قسمت کیسکی
سنان اٹھ سکے گی نہ خنجر کھنچے گا — اگر رنگ لائی نزاکت کیسکی

وہ آ آکے بالیں سے پھرتے ہیں عشرتؔ
بگڑتی ہے بن بن کے قسمت کسی کی

حجابِ عارضی سے منہ چھپائیں لاکھ وہ اپنا — حسینوں کا تصور میں نظارہ ہو ہی جاتا ہے
ہمہ تن ہیں مخاطب مجھسے پر دزدیدہ نظروں سے — عدو کی سمت بھی کچھ کچھ اشارا ہو ہی جاتا ہے
شکایت درد سے نالوں سے شکوہ وہم سے حجت — کوئی حالت ہو دن فرقت کا پورا ہو ہی جاتا ہے

سخن کی کیوں نہو خلاقیوں کا خاتمہ مجھپر   کوئی سربستہ مضموں دل میں پیدا ہو ہی جاتا ہے
وہ جب رکھتے ہیں میرے ہاتھ پر دستِ حنابستہ   دلِ خوں گشتہ بھی صرفِ تمنا ہو ہی جاتا ہے
نہیں ہے قتل کا واں دھیان بھی سفاک کے دل میں   شہادت کا مصمم یاں ارادہ ہو ہی جاتا ہے
میں اپنے وحشتِ دل کو کہاں تک روک کر رکھوں   وہ اپنی چال سی عالم میں رسوا ہو ہی جاتا ہے

اور اشغال سے شغلِ مے و جام اچھا ہے   غم غلط جس سی ہو دم بھر وہی کام اچھا ہی
وہ دمِ نزع مجھے دیکھ کے فرماتے ہیں   یہ بکھیڑا کہیں ہو جائے تمام اچھا ہی
جلوۂ حسن سے بیخود ہوں نہیں حالتِ نزع   آپ گھبراتے ہیں بیکار غلام اچھا ہی
ہیں مرا نام، مرا ذکر، خرابی سے بھرا   غیر کا نامہ و پیغام و سلام اچھا ہی
ضبطِ فریاد نہ مشکل ہے نہ مرنا دشوار   آپ کی جسمیں خوشی ہو وہی کام اچھا ہی
ایک دن ہوگا انیسِ شبِ تاریکِ لحد   داغِ حسرت کا مرے دلمیں قیام اچھا ہی
جامِ جم کو نہ کبھی ہاتھ لگائیں میکش   جسمیں پس ماندۂ ساقی ہو وہ جام اچھا ہی
دیر ہو، کعبہ ہو، میخانہ ہو یا مدرسہ ہو   جس جگہ تیرا گذر ہو وہ مقام اچھا ہی
کوہ ہو، دشت ہو، آبادی ہو ویرانہ ہو   جوشِ وحشت کی رفاقت میں تمام اچھا ہی

سن کے حالِ تپِ دل غیر سے میر اعشرت
ہائے کہنا وہ کسیکا کہ یہ نام اچھا ہے

نظر سے جب نظر انکی لڑی ہے   تو اک بجلی سی دل پر گر پڑی ہے

شبِ غم جان آفت میں پڑی ہے | ہر اک ساعت قیامت کی گھڑی ہے
یہ سمجھے سن کے طول روزِ محشر | کہ وہ بھی اک جدائی کی گھڑی ہے
اٹھا سکتا نہیں جس کو فلک بھی | مصیبت وہ مرے سر آ پڑی ہے
چلے ہیں حشر میں جب دو قدم وہ | قیامت پر قیامت گر پڑی ہے
کہاں جاتی ہماری ناتوانی | تمھارے سنگ در پر غش پڑی ہے
اٹھے طوفان لاکھوں چشم تر سے | مگر بنیادِ غم اب تک کھڑی ہے
شبِ دیجور کی صورت بنا کر | یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
وبالِ جاں بنے گی بڑھتے بڑھتے | یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
کسی کی ترچھی نظروں سے خائف | یہ چوٹی اس لئے پیچھے پڑی ہے
لبِ جاناں میں ہے اتنی نزاکت | گلِ عارض کی گویا پنکھڑی ہے
نکالو نوکِ پیکانِ جفا سے | ہماری سانس سینہ میں اڑی ہے
قرار و صبر کو بھی ڈھونڈھ لینگے | ابھی تو جستجو دل کی پڑی ہے
کسی پامالِ حسرت کی نہ ہو خاک | یہ کیسی گرد دامن پر پڑی ہے
پسِ مردن بھی ہے یہ پاسِ وحشت | کہ بے گور و کفن میت پڑی ہے
مرے مرنے سے گر ہو دل شکستہ | مصیبت میری افسردہ کھڑی ہے
نگاہِ شوق کی دیکھو ڈھٹائی | کسی کی چشمِ پُر فن سے لڑی ہے
نہ لیتے جنسِ الفت بھول کر ہم | اگر یہ جانتے دھوکہ دھڑی ہے

ہماری بدگمانی کو نہ پوچھو — وہ در پر پاسباں بن کر کھڑی ہے

نہ ہو یارب دل گم گشتہ میرا — گلی میں ان کی اک میت پڑی ہے

کوئی تازہ کلی ہے کھلنے والی — گل و بلبل میں بدڈھب ہو پڑی ہے

ہمیں ہم تھے جہاں دن رات عشرت

وہاں اب دشمنوں کی بن پڑی ہے

نظر تیر مژہ سے کیا لڑی ہے — سیہ تاب اک چھری دل میں گڑی ہے

گل سوسن پہ جو شبنم پڑی ہے — کنی ہیرے کی نیلم میں جڑی ہے

مقدر میں نہیں ہے دید عارض — یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

نہیں ہے سرکشی گر وجہ افتاد — یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

وفور لاغری سے نبض میری — مرے دست جنوں کی ہتھکڑی ہے

کوئی مونس نہیں مجھ سخت جاں کا — فقط اک سانس سینے میں اڑی ہے

زباں کاٹی ہے مقراض صبا نے — مری شمع سحر چپکے کھڑی ہے

نہ پھونکا رے آتش برق مصیبت — فقیر بے نوا کی جھونپڑی ہے

ہماری لاش پر ہیں جمع احباب ق — عزیزوں میں عجب کھلبلی پڑی ہے

ہر اک مصروف ہی سینہ زنی میں — رواں آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی ہے

بصد اندوہ یہ کہتا ہے کوئی — خدایا موت کی منزل کڑی ہے

تعلق جسکا میری روح سے ہے — محبت جسکی دل میں آپڑی ہے

وہ ہے محو تماشا پوچھتا ہے　　　سواری ٹھاٹھ سے کسکی کھڑی ہے
دکھاتی ہیں جفائیں اجنبیّت　　　یہ کیسی نحس اکبر کی گھڑی ہے
نہیں ہاں میں نہ کیجے وقت برباد　ق　کہ ناکامی مرے پیچھے کھڑی ہے
ستارہ صبح کا چمکا فلک پر　　　قیامت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے
یہ کس کے سوگ میں بکھرے ہیں گیسو　ق　نہ کاجل ہے، نہ مسّی کی دھڑی ہے
نہ ہے شانہ سے زلفوں کو تعلق　　　نہ آنکھ آئینہ سے دم بھر لڑی ہے
گل رخسار پر ہیں شبنمِ اشک　　　خزاں فصل بہاری سی لڑی ہے
ہیں بل چتون میں اُلجھیلی ہے ساکن　　　پریشانی طبیعت میں اڑی ہے
حواسوں میں خلل وحشت نظر میں　　　جدائی بھی مصیبت میں پڑی ہے

اُڑی ہے جب سے میری خاک عشرت
اسی دن سے وہاں چلمن پڑی ہے

نکالے سے نہ دم بھر دل کے باہر رنج و غم نکلے　　　صراطِ عاشقی میں حوصلے ثابت قدم نکلے
خدا کے گھر سے رحمت بہر استقبال آ پہونچی　　　غمِ آلِ نبی کا دلمیں جب لیکر علم نکلے
جو دیکھا چشمِ عبرت سے وفائے دارِ فانی کو　　　ہمارے ہمنشیں سب ساکن ملک عدم نکلے
جو شاہِ حسن نے خط غلامی ہم سے لکھوایا　　　تو محفل سے عدو بھی رفتہ رفتہ بکف قلم نکلے
سر بالیں عیادت کو وہ شوخ آیا ہی بن ٹھن کے　　　الٰہی وقت آخر آنکھوں نکا مشکل سے دم نکلے

—— ❖ ——

بیدلی پر مرے دل چھین کے حیرت کیسی — بندہ پرور یہ مکر جانے کی عادت کیسی
ایسا دمساز غمِ دہر ہوں واقف ہی نہیں — چین کہتے ہیں کسے ہوتی ہے راحت کیسی
نقدِ دل چھین لیا دزدِ حنا نے یارب — لٹ گئی ناوکِ مژگاں کی امانت کیسی
آئینہ دیکھ کے بیساختہ وہ کہہ گذرے — جو نہ آنکھوں میں اتر جائے وہ صورت کیسی
وہ تصور میں کبھی آئے تو ہُوا میں بیخود — چھا گئی دیدۂ بیدار میں غفلت کیسی
آپ کیوں دیکھیں مریضِ غمِ فرقت کو حضور — جس کا مرنا ہو بھلا اس کی عیادت کیسی
کیوں مری شکل بدلتی نہ غمِ فرقت میں — جو نہ صورت کو بدل دے وہ مصیبت کیسی
بیکسی تیرے سوا کوئی نہیں بالیں پر — چادرِ گل کہاں شمعِ سرِ تربت کیسی
سختیٔ مرگ ہوئی مرہمِ زخمِ فرقت — جس سے آسان ہو مشکل وہ اذیت کیسی
لاکھ روکا نہ رکی لاکھ سنبھالا نہ تھمی — ٹوٹ کر آئی حسینوں پہ طبیعت کیسی
کیوں نہ ہوں حسرتیں میری دلِ سوزاں پہ نثار — شمع پر رہتی ہے پروانوں کی کثرت کیسی
گوشۂ وادیٔ وحشت میں پڑے ہیں مرکے — اور غربت زدوں کی ہوتی ہی تربت کیسی
شبہۂ وصلِ عدو، ذہنِ رسا کی غلطی — ق میں نہیں پوچھتا گذری شبِ عشرت کیسی
آئینہ ہاتھ میں لو اتنے بگڑتے کیوں ہو — تمھیں سمجھا دو یہ اتری ہوئی صورت کیسی

ایک ہے ساری خدائی میں وہ کافر عشرتؔ
کہیئے اس دشمنِ ایماں سے محبت کیسی

ہوتی ہے گورِ غریباں کی حفاظت کیسی — چھاؤنی چھائے پڑی رہتی ہے عبرت کیسی

بے حجابی نہیں اچھی یہ دم آرائش　　دیکھو للچاتی ہے آئینہ کی نیت کیسی

رنگ لایا اثرِ سوختہ بختی پسِ مرگ　　سوکھی جاتی ہے گیاہِ سرِ تربت کیسی

کس قیامت کی صفائی ہے رخِ روشن میں　　پھسلی پڑتی ہے ہر اک شخص کی نیت کیسی

اللہ اللہ ری زبردستی تری بختِ سیہ　　چھین لی گیسوئے معشوق سے رنگت کیسی

پائے سفاک پہ سر چہرۂ قاتل پہ نظر　　دو جہاں کی یہ سعادت ہے شہادت کیسی

ہائے اے مرگ جوانی کہ انھیں بھی غم ہے　　جو نہیں جانتے ہوتی ہے محبت کیسی

پوچھتے کیا ہو غریب الوطنوں کا مدفن　　یاں کفن تک تو میسر نہیں تربت کیسی

قطع ہوتا ہے کفن ہوتی ہے تیار لحد　ق　گریہ و زاری میں مصروف ہے خلقت کیسی

ہچکیاں آتی ہیں دم ٹوٹ رہا ہے میرا　　آنکھیں پتھرا گئیں فق ہو گئی رنگت کیسی

الغرض ہوں میں کوئی دم کا جہاں میں مہماں　　دیکھئے غیر ہوئی جاتی ہے حالت کیسی

دلِ نازک کو اگر آپ کے صدمہ پہونچا　　روح کو بعد فنا ہوگی ندامت کیسی

آپ کیوں آئے مرے نزع میں ہنگام اخیر　　مرنے والوں کی مری جان عیادت کیسی

وہ ستم پیشہ بھی ہے چارہ گری میں مصروف　ق　غیر بھی چاہ رہے ہیں مری صحت کیسی

تا نہ میں مر کے بھی اندوہ و بلا سے چھوٹوں　　میرے دشمن مری کرتے ہیں حفاظت کیسی

بیکسی بھی بری ہوتی ہے کہ عشرتؔ مرے بعد

ٹھوکریں کھاتی پھری میری مصیبت کیسی

گرایا دل سے نظر پر چڑھا چڑھا کے مجھے　　مٹایا چال سے نقشِ قدم بنا کے مجھے

عدو کو شاد کیا گالیاں سنا کے مجھے — یہی حضور سے بدلے ملے وفا کے مجھے

رہے گی کعبہ کی حاجت نہ دیر سے مطلب — نشان مل گئے گر اس کے نقش پا کے مجھے

جہاں سے رو کے میں اُٹھا تھا دینِ ایماں کو — نصیب پھر وہیں لایا گھما پھرا کے مجھے

مگر تھا لوحِ جہاں پر میں کوئی حرفِ غلط — کہ آپ ہوتے ہیں اس درجہ خوش مٹا کے مجھے

ہدف بنایا جگر کو جو تیرِ مژگاں نے — پکار اٹھا دلِ ناداں ذرا بچا کے مجھے

غرا ہو حشر میں میں چاہوں دادِ جور و جفا — وہ منتیں کریں دیں واسطے خدا کے مجھے

نہ بار بار غش آتا نہ ہوتا میں بے خود — نہ دیکھتے جو وہ پردہ اٹھا اٹھا کے مجھے

کبھی نہ بھولوں کا احسان سوزِ الفت کا — بنایا سرمۂ چشمِ بتاں جلا کے مجھے

ہوئے جہاں میں بے رحم و بے وفا مشہور — تمھیں عروج ہوا خاک میں ملا کے مجھے

وہ اتنے صاف تھے مجھسے کہ انکی خاطر پر — غبار بھی نہ رہا خاک میں ملا کے مجھے

نہ رکھتا ساز جو بابِ اثر مقدر سے — نظر نہ آتے کھٹے حوصلے دعا کے مجھے

رکھیں کدورتیں بعد از فنا حسینوں نے — جگہ دی دل میں مگر خاک میں ملا کے مجھے

بتوں نے ہائے نکالا ہے دیر سے کس وقت — کہ رستے بھول چکے خانہ خدا کے مجھے

ہنسی میں خاک لحد کی اُڑائی بعد فنا — نہ بخشی آبرو دو اشک بھی بہا کے مجھے

تمام عمر رہا گردشوں سے حال خراب — نہ پایا چین فلک نے کبھی ستا کے مجھے

میانِ گورِ غریباں جو کل میں جا نکلا — ق مزار آئے نظر چند آشنا کے مجھے

بڑا ملال ہوا سنکے یہ صدا مجھکو — عزیز بھول گئے خاک میں ملا کے مجھے

نہ پوچھا مجھکو جو قاتل نے غم نہیں اسکا — بہانے یاد ہیں عشرت بہت قضا کے مجھے

نثار ساعد سیمیں ہو روح عشرتؔ کی
دکھاؤ قصد ستم آستیں چڑھا کے مجھے

اس انداز نزاکت پر نکیوں دل سے دعا نکلے — مری حسرت نہ نکلے دشمنوں کا حوصلا نکلے

میں خوش ہوں جو مسیحا سے بلا سے دم مرا نکلے — ترے دل سے تو ظالم شوق و ارمانِ جفا نکلے

وہی آنکھوں میں نظر و نہیں وہی دلمیں تصور ہیں — سرِ شوریدہ سے کیونکر خیالِ دلربا نکلے

یہی ہوتے ہیں کیا اللہ حسن و عشق کے جھگڑے — ستائیں وہ مرے منہ سے صدائے مرحبا نکلے

سمجھکر بتکدہ کی شان میں کچھ بولنا زاہد — غضب ہو جائے گر یاں بھی کوئی شانِ خدا نکلے

قرار و صبر نے چھوڑا ہے تنہا کوئے قاتل میں — وفا کے جن کو دعوے تھے وہ کتنے بیوفا نکلے

غضب میں جان ہے وہ نزع میں آکر یہ کہتے ہیں — یہ کب میں نے کہا تھا مر کے تیرا مدعا نکلے

جفا جو، بے مروت، بیوفا، نا آشنا، ظالم — مرا ذمہ اگر دنیا میں تجھ سا دوسرا نکلے

وہ تھم تھم کر جو خنجر پھیرتے ہیں میری گردن پر — انھیں منظور ہے رک رک کے میرا حوصلا نکلے

پسِ مردن سرِ تربت وہ آئے بھی تو کیا آئے — ہمارے حوصلے مرنے پہ نکلے بھی تو کیا نکلے

گرے پڑتے ہیں سجدہ میں نہیں کچھ فکر دنیا کی — جو میخانے میں آپہونچے وہ بن کر پارسا نکلے

ہوا ہے میرے گھر میں آج وہ پردہ نشیں مہماں — رہے پاس ادب باہر نہ دل سے حوصلہ نکلے

یہاں تک خاکِ حسرت جمع ہے دلمیں مرے ظالم — نگہ تیری اگر آئے تو ہو کر سرمہ سا نکلے

دمِ آخر ہلانا لب کا مشکل ہے تہِ خنجر — زباں بھی کاٹ لے وہ بت اگر نامِ خدا نکلے

پشیمانی ہوئی تھی جنکو میرے قتلِ ناحق سے وہی دشمن کے گھر سے بھی پشیمانِ وفا نکلے

ہمیں بھی شاعری کا ہو سلیقہ فیضِ شوخی سے
کبھی ہم سے اگر عشرتؔ کوئی مضموں نیا نکلے

جو سر پٹک پٹک کے شبِ غم سحر کرے یارب وہ روزِ ہجر کو کیونکر بسر کرے
وہ غم بھی کوئی غم ہے جو دل میں نہ گھر کرے وہ دل بھی کوئی دل ہے جو غم سے حذر کرے
معلوم اگر وہ لذتِ دردِ جگر کرے ممکن نہیں کہ قصدِ ستم عمر بھر کرے
وہ غمزدہ تھا میں کہ کچھ انصاف اگر کرے مرنے پہ میرے شکرِ خدا نوحہ گر کرے
پیدا اک آسماں ہو تہِ آسماں نیا رفعت، پسند گر مرا دودِ جگر کرے
چھنوائی خاک اس دلِ وحشی نے عمر بھر یارب جہاں میں کوئی کسے راہبر کرے
اللہ ری بیکسی کہ مرے شوقِ مرگ سے اتنا نہیں کوئی کہ اجل کو خبر کرے
اتنا بتا کے قتل کرو یہ اجل نصیب کس کے سپرد امانتِ دردِ جگر کرے
میں ہوں ستم نصیبِ ازل اپنی بے خبر گریہ نہ میرے حال پہ شمعِ سحر کرے
تسکیں اگر ہوئی تو وہ بالیں سے بھی اٹھے یارب کمی نہ شدتِ دردِ جگر کرے
سوزِ تپِ دروں نے کیا ہے یہ حالِ دل شیشہ گداز جیسے کوئی شیشہ گر کرے
تصویر اس کی دل سے مرے جائیگی کہاں اچھا وہ بند روزنِ دیوار و در کرے
رکھ چھوڑا ہے اسے کہ خدنگِ نگاہِ ناز شاید قبول دعوتِ سختِ جگر کرے
اندازِ نازکی، نظر اندازِ یار ہو گرنا تو انیوں پہ ہماری نظر کرے

جو رصبا سے خاک بھی ہے میری منتشر یوں دشمنوں کو بھی نہ خدا دربدر کرے
سو بار ٹانکے ٹوٹ گئے اضطراب سے کیا چارۂ جراحتِ دل بخیہ گر کرے
کہتے ہیں وہ کہ یہ بھی مرا ہی گلہ ہوا کیسے کوئی شکایتِ دردِ جگر کرے
ڈر ہے نگاہ لطف سے عشرت نہ جی اُٹھے
کیوں بعد مرگ بھی وہ کرم کی نظر کرے

کھنچی تیوری ہے اس بیداد گر کی قضا آئی کسی شوریدہ سر کی
دکھائی آنکھ ہے زنجیر در کی نظر بدلی ہے اُن کے گھر کے گھر کی
محبت کا مزا جاتا رہے گا کمی تو نے اگر دردِ جگر کی
نہ تھے ہم شمعِ بزمِ غیر یارب کہ ناحق رات رو رو کر بسر کی
مٹایا بیکسی کا داغ اسی نے شکایت کیا کروں دردِ جگر کی
کہیں حالِ دلِ درد آشنا کیا بڑی تکلیف ہے دردِ جگر کی
سرِ شوریدہ کاٹا سنگِ دل نے دوا کبھی تھی یہی اس دردِ سر کی
اڑے جسدن غبارِ جسمِ لاغر ہوا اس دن الٰہی ہو اُدھر کی
بنی جو چشمِ مہرویاں میں سرمہ وہ ہو گی خاک اُن کے رہگذر کی
مرے دستِ دعا اُلجھے ہوئے ہیں نہیں اب خیر دامانِ اثر کی
نہ دیکھا میں نے روئے مہر اُمید مری حالت رہی شمعِ سحر کی
شبِ وعدہ کے آنیکی خوشی کیا مصیبت آنیوالی ہے سحر کی

منا لایا اجل کو دردِ ہجراں ۔ یہی روٹھی ہوئی تھی عمر بھر کی
کہانی طولِ میری زیست کی تھی ۔ زبانِ تیغ نے کیا مختصر کی
اٹھاتے کیوں ہو بارِ نازِ اغیار ۔ مرے جاں کچھ خبر بھی ہے کمر کی
بڑھے کچھ اور بھی محشر میں گرمی ۔ الٰہی بن پڑے دامانِ تر کی
مری میت کو وہ دیتے ہیں کاندھا ۔ الٰہی خیر ہو موئے کمر کی
نہ نکلے خارِ حسرت دل سے یارب ۔ نشانی ہے یہی تیرِ نظر کی
ہمیں ہوتی ہے آبادی سے وحشت ۔ خضر نے دشت میں کیونکر بسر کی

سعادت ہے میسر ہو جو عشرت
کبھی خدمت تجھے اہلِ ہنر کی

جلوہ تو حسنِ یار کا ہر خشک و تر میں ہے ۔ کم بینی ایک عیب خود اپنی نظر میں ہے
یہ بھی کمال اپنی پریشاں نظر میں ہے ۔ ہر وقت گھر میں رہ کے ہمیشہ سفر میں ہے
بے چینیوں سے دل کو کہیں بھی نہیں نجات ۔ راحت نہ ہے سفر میں نہ آرام گھر میں ہے
الزامِ چارہ گر پہ نہیں اتفاق سے ۔ کل سے زیادہ آج جلن کچھ جگر میں ہے
لینے نہ دیگا چین تجھے زیرِ خاک بھی ۔ ٹوٹا ہوا جو تیرِ نظر اس جگر میں ہے
جاؤں کہاں کھلا بھی رہے گر درِ قفس ۔ صیاد اتنی تاب بھی اب بال و پر میں ہے
آگے غمِ فراق سے گر خاک ہو تو ہو ۔ ابتک تو خون ہونے کی طاقت جگر میں ہے
اے ناوکِ نگاہ غریبوں پہ یہ ستم ۔ نشتر کی طرح دل سے گذر کر جگر میں ہے

وہ ہے محو تماشا پوچھتا ہے — سواری ٹھاٹھ سے کسکی کھڑی ہے

دکھاتی ہیں جفائیں اجنبیّت — یہ کیسی نحس اکبر کی گھڑی ہے

نہیں ہاں میں نہ کیجے وقت برباد ق — کہ ناکامی مرے پیچھے کھڑی ہے

ستارہ صبح کا چمکا فلک پر — قیامت کی گھڑی سر پہ کھڑی ہے،

یہ کس کے سوگ میں بکھرے ہیں گیسو ق — نہ کاجل ہے، نہ مسّی کی دھڑی ہے

نہ ہے شانہ سے زلفونکو تعلق — نہ آنکھ آئینہ سے دم بھر لڑی ہے

گل رخسار پر ہیں شبنم اشک — خزاں فصل بہاری سے لڑی ہے

ہیں بل چتون میں انکھیلی ہے ساکن — پریشانی طبیعت میں اڑی ہے

حواسوں میں خلل وحشت نظر میں — جوانی بھی مصیبت میں پڑی ہے

اُڑی ہے جب سے میری خاک عشرت
اسی دن سے وہاں چلمن پڑی ہے

نکالے سے نہ دم بھر دل کے باہر رنج و غم نکلے — صراطِ عاشقی میں حوصلے ثابت قدم نکلے

خدا کے گھر سے رحمت بہر استقبال آ پہونچی — غمِ آلِ نبی کا دل میں جب لیکر علم نکلے

جو دیکھا چشمِ عبرت سے وفائے دارِ فانی کو — ہمارے ہمنشیں سب ساکنِ ملکِ عدم نکلے

جو شاہِ حسن نے خطِ غلامی ہم سے لکھوایا — تو محفل سے عدو بھی رفتہ رفتہ بیقلم نکلے

سرِ بالیں عیادت کو وہ شوخ آیا ہے بن ٹھن کے — الٰہی وقت آخر آنکھ و نکا شکل سے دم نکلے

بیدلی پر مرے دل چھین کے حیرت کیسی   بندہ پرور یہ مکر جانے کی عادت کیسی

ایسا دمساز غمِ دہر ہوں واقف ہی نہیں   چین کہتے ہیں کسے ہوتی ہے راحت کیسی

نقد دل چھین لیا دزدِ حنا نے یارب   لٹ گئی ناوکِ مژگاں کی امانت کیسی

آئینہ دیکھ کے بےساختہ وہ کہہ گذرے   جو نہ آنکھوں میں اتر جائے وہ صورت کیسی

وہ تصور میں بھی آئے تو ہوا میں بیخود   چھا گئی دیدۂ بیدار میں غفلت کیسی

آپ کیوں دیکھیں مریضِ غمِ فرقت کو حضور   جس کا مرنا ہو بھلا اس کی عیادت کیسی

کیوں مری شکل بدلتی نہ غمِ فرقت میں   جو نہ صورت کو بدل دے وہ مصیبت کیسی

بیکسی تیرے سوا کوئی نہیں بالیں پر   چادرِ گل کہاں شمعِ سرِ تربت کیسی

سختیٔ مرگ ہوئی مرہمِ زخمِ فرقت   جس سے آسان ہو مشکل وہ اذیت کیسی

لاکھ روکا نہ رکی لاکھ سنبھالا نہ تھمی   ٹوٹ کر آئی حسینوں پہ طبیعت کیسی

کیوں نہ ہوں حسرتیں میری دلِ سوزاں پہ نثار   شمع پر رہتی ہے پروانوں کی کثرت کیسی

گوشۂ وادیٔ وحشت میں پڑے ہیں مر کے   اور غربت زدوں کی ہوتی ہی تربت کیسی

شبہۂ وصلِ عدو، ذہنِ رسا کی غلطی   ق   میں نہیں پوچھتا گذری شبِ عشرت کیسی

آئینہ ہاتھ میں لو اتنے بگڑتے کیوں ہو   تمھیں سمجھا دو یہ اتری ہوئی صورت کیسی

ایک ہے ساری خدائی میں وہ کافر عشرت
کہیے اس دشمنِ ایماں سے محبت کیسی

ہوتی ہے گورِ غریباں کی حفاظت کیسی   چھاؤنی چھائے پڑی رہتی ہے عبرت کیسی

بے حجابی نہیں اچھی یہ دم آرایش ۔ دیکھو للچائی ہے آئینہ کی نیت کیسی

رنگ لایا اثرِ سوختہ بختی پسِ مرگ ۔ سوکھی جاتی ہے گیاہ سرِ تربت کیسی

کس قیامت کی صفائی ہے رخِ روشن میں ۔ پھسلی پڑتی ہے ہر اک شخص کی نیت کیسی

اللہ اللہ ری زبردستی تری بخت سیہ ۔ چھین لی گیسوے معشوق سے رنگت کیسی

پاے سفاک پہ سر چہرۂ قاتل پہ نظر ۔ دو جہاں کی یہ سعادت ہو شہادت کیسی

ہائے اے مرگ جوانی کہ انھیں بھی غم ہے ۔ جو نہیں جانتے ہوتی ہے محبت کیسی

پوچھتے کیا ہو غریب الوطنوں کا مدفن ۔ یاں کفن تک تو میسر نہیں تربت کیسی

قطع ہوتا ہے کفن ہوتی ہے تیار لحد ق گریہ و زاری میں مصروف ہے خلقت کیسی

ہچکیاں آتی ہیں دم ٹوٹ رہا ہے میرا ۔ آنکھیں پتھرا گئیں فق ہو گئی رنگت کیسی

الغرض ہوں میں کوئی دم کا جہاں میں مہماں ۔ دیکھئے غیر ہوئی جاتی ہے حالت کیسی

دلِ نازک کو اگر آپ کے صدمہ پہونچا ۔ روح کو بعد فنا ہوگی ندامت کیسی

آپ کیوں آے مرے نزع میں ہنگام اخیر ۔ مرنے والوں کی مری جان عیادت کیسی

وہ ستم پیشہ بھی ہے چارہ گری میں مصروف ق غیر بھی چاہ رہے ہیں مری صحت کیسی

تا نہ میں مر کے بھی اندوہ و بلا سے چھوٹوں ۔ میرے دشمن مری کرتے ہیں حفاظت کیسی

بیکسی بھی بُری ہوتی ہے کہ عشرتؔ مرے بعد

ٹھوکریں کھاتی پھری میری مصیبت کیسی

گرایا دل سے نظر پر چڑھا چڑھا کے مجھے ۔ مٹایا چال سے نقشِ قدم بنا کے مجھے

عدو کو شاد کیا گالیاں سنا کے مجھے — یہی حضور سے بدلے ملے وفا کے مجھے

رہے گی کعبہ کی حاجت نہ دیر سے مطلب — نشان مل گئے گر اس کے نقشِ پا کے مجھے

جہاں سے رو کے میں اُٹھا تھا دین و ایماں کو — نصیب پھر وہیں لایا گھما پھرا کے مجھے

مگر تھا لوحِ جہاں پر میں کوئی حرفِ غلط — کہ آپ ہوتے ہیں اس درجہ خوش مٹا کے مجھے

ہدف بنایا جگر کو جو تیرِ مژگاں نے — پکار اٹھا دلِ ناداں ذرا بچا کے مجھے

عزا ہو حشر میں میں چاہوں دادِ جور و جفا — وہ منتیں کریں دیں واسطے خدا کے مجھے

نہ بار بار غش آتا نہ ہوتا میں بے خود — نہ دیکھتے جو وہ پردہ اٹھا اٹھا کے مجھے

کبھی نہ بھولوں کا احسان سوزِ الفت کا — بنایا سرمۂ چشمِ بتاں جلا کے مجھے

ہوئے جہاں میں بے رحم و بے وفا مشہور — تمھیں عروج ہوا خاک میں ملا کے مجھے

وہ اتنے صاف تھے مجھ سے کہ انکی خاطر پہ — غبار بھی نہ رہا خاک میں ملا کے مجھے

نہ رکھتا ساز جو بابِ اثر مقدر سے — نظر نہ آتے کھٹے حوصلے دعا کے مجھے

رکھیں کدورتیں بعد از فنا حسینوں نے — جگہ دی دل میں مگر خاک میں ملا کے مجھے

بتوں نے ہائے نکالا ہے دیر سے کس وقت — کہ رستے بھول چکے خانہ خدا کے مجھے

ہنسی میں خاک لحد کی اُڑائی بعد فنا — نہ بخشی آبرو دواشک بھی بہا کے مجھے

تمام عمر رہا گردشوں سے حال خراب — نہ پایا چین فلک نے کبھی ستا کے مجھے

میانِ گورِ غریباں جو کل میں جا نکلا — ق مزار آئے نظر چند آشنا کے مجھے

بڑا ملال ہوا سنکے یہ صدا مجھکو — عزیز بھول گئے خاک میں ملا کے مجھے

نہ پوچھا مجھکو جو قاتل نے غم نہیں اسکا بہانے یاد ہیں عشرت بہت قضا کے مجھے

نثار ساعد سیمیں ہو روح عشرت کی
دکھاؤ قصد ستم آستیں چڑھا کے مجھے

اس انداز نزاکت پر نکلیوں دل سے دعا نکلے مری حسرت نہ نکلے دشمنوں کا حوصلا نکلے

میں خوش ہوں جو رہجا سے بلا سے دم مرا نکلے ترے دل سے تو ظالم شوق و ارمان جفا نکلے

وہی آنکھوں میں نظر وہیں وہی دلمیں تصور میں سر شوریدہ سے کیونکر خیال دلربا نکلے

یہی ہوتے ہیں کیا اللہ حسن و عشق کے جھگڑے ستائیں وہ مرے منہ سے صدائے مرحبا نکلے

سمجھکر بتکدہ کی شان میں کچھ بولنا زاہد غضب ہو جائے گر یاں بھی کوئی شان خدا نکلے

قرار و صبر نے چھوڑا ہے تنہا کوئے قاتل میں وفا کے جن کو دعوے تھے وہ کتنے بیوفا نکلے

غضب میں جان ہے وہ نزع میں آکر یہ کہتے ہیں یہ کب میں نے کہا تھا کہ تیرا مدعا نکلے

جفا جو بے مروت بیوفا نا آشنا ظالم مزا دمہ اگر دنیا میں تجھ سا دوسرا نکلے

وہ تھم تھم کر جو خنجر پھیرتے ہیں میری گردن پر انھیں منظور ہے رک رک کے میرا حوصلا نکلے

پس مردن سر تربت وہ آئے بھی تو کیا آئے ہمارے حوصلے مرنے پہ نکلے بھی تو کیا نکلے

گرے پڑتے ہیں سجدہ میں نہیں کچھ فکر دنیا کی جو میخانے میں آپہنچے وہ بن کر پارسا نکلے

ہوا ہے میرے گھر میں آج وہ پردہ نشیں مہماں رہے پاس ادب باہر نہ دل سے حوصلہ نکلے

یہاں تک خاک حسرت جمع ہو دلمیں مرے ظالم نگہ تیری اگر آئے تو ہو کر سرمہ سا نکلے

دم آخر ملا نا لب کا مشکل ہے تہ خنجر زباں بھی کاٹ لے وہ بت اگر نام خدا نکلے

پشیمانی ہوئی تھی جنکو میرے قتلِ ناحق سے　　وہی دشمن کے گھر سے بھی پشیمانِ وفا نکلے

ہمیں بھی شاعری کا ہو سلیقہ فیضِ شوخی سے
کبھی ہم سے اگر عشرتؔ کوئی مضموں نیا نکلے

جو سر پٹک پٹک کے شبِ غم سحر کرے　　یا رب وہ روزِ ہجر کو کیونکر بسر کرے

وہ غم بھی کوئی غم ہے جو دل میں نہ گھر کرے　　وہ دل بھی کوئی دل ہے جو غم سے حذر کرے

معلوم اگر وہ لذتِ دردِ جگر کرے　　ممکن نہیں کہ قصدِ ستم عمر بھر کرے

وہ غمزدہ تھا میں کہ کچھ انصاف اگر کرے　　مرنے پہ میرے شکرِ خدا نوحہ گر کرے

پیدا اک آسماں ہو تہِ آسماں نیا　　رفعت، پسند گر مرا دودِ جگر کرے

چھنوائی خاک اس دلِ وحشی نے عمر بھر　　یا رب جہاں میں کوئی کسے راہبر کرے

اللہ ری بیکسی کہ مرے شوقِ مرگ سے　　اتنا نہیں کوئی کہ اجل کو خبر کرے

اتنا بتا کے قتل کرو یہ اجل نصیب　　کس کے سپرد امانتِ دردِ جگر کرے

میں ہوں ستم نصیبِ ازل اپنی لے خبر　　گریہ نہ میرے حال پہ شمعِ سحر کرے

تسکیں اگر ہوئی تو وہ بالیں سے بھی اٹھے　　یا رب کمی نہ شدتِ دردِ جگر کرے

سوزِ تپِ دروں نے کیا ہے یہ حالِ دل　　شیشہ گداز جیسے کوئی شیشہ گر کرے

تصویر اس کی دل سے مرے جائیگی کہاں　　اچھا وہ بند روزنِ دیوار و در کرے

رکھ چھوڑا ہے اسے کہ خدنگِ نگاہِ ناز　　شاید قبول دعوتِ سختِ جگر کرے

اندازِ نازکی، نظر اندازِ یار ہو　　گر ناتوانیوں پہ ہماری نظر کرے

جو رصبا سے خاک بھی ہے میری منتشر یوں دشمنوں کو بھی نہ خدا دربدر کرے
سو بار ٹانکے ٹوٹ گئے اضطراب سے کیا چارۂ جراحتِ دل بخیہ گر کرے
کہتے ہیں وہ کہ یہ بھی مرا ہی گلہ ہوا کیسے کوئی شکایتِ دردِ جگر کرے

ڈر ہے نگاہ لطف سے عشرتؔ نہ جی اٹھے
کیوں بعد مرگ بھی وہ کرم کی نظر کرے

کھنچی تیوری ہے اس بیداد گر کی قضا آئی کسی شوریدہ سر کی
دکھائی آنکھ ہے زنجیر در کی نظر بدلی ہے اُن کے گھر کے گھر کی
محبت کا مزا جاتا رہے گا کمی تو نے اگر دردِ جگر کی
نہ کھٹکے ہم شمعِ بزم غیر یارب کہ ناحق رات رو رو کر بسر کی
مٹایا بیکسی کا داغ اسی نے شکایت کیا کروں دردِ جگر کی
کہیں حالِ دلِ درد آشنا کیا بڑی تکلیف ہے دردِ جگر کی
سرِ شوریدہ کاٹا سنگِ دل نے دوا بھی تھی یہی اس دردِ سر کی
اڑے جس دن غبارِ جسمِ لاغر ہوا اس دن الٰہی ہوا اُدھر کی
بنی جو چشمِ مہرویاں میں سرمہ وہ ہو گی خاک اُن کے رہگذر کی
مرے دستِ دعا اُلجھے ہوئے ہیں نہیں اب خیر دامانِ اثر کی
نہ دیکھا میں نے روئے مہر امید مری حالت رہی شمعِ سحر کی
شبِ وعدہ کے آنیکی خوشی کیا مصیبت آنیوالی ہے سحر کی

منالا یا اجل کو دردِ ہجراں — یہی روٹھی ہوئی تھی عمر بھر کی
کہانی طول میری زیست کی تھی — زبانِ تیغ نے کیا مختصر کی
اٹھاتے کیوں ہو بارِ نازِ اغیار — مری جاں کچھ خبر بھی ہے کمر کی
بڑھے کچھ اور بھی محشر میں گرمی — الٰہی بن پڑے دامانِ تر کی
مری میت کو وہ دیتے ہیں کاندھا — الٰہی خیر ہو موئے کمر کی
نہ نکلے خارِ حسرت دل سے یارب — نشانی ہے یہی تیرِ نظر کی
ہمیں ہوتی ہے آبادی سے وحشت — خضر نے دشت میں کیونکر بسر کی

سعادت ہے میسر ہو جو عشرت
کبھی خدمت تجھے اہلِ ہنر کی

جلوہ تو حسنِ یار کا ہر خشک و تر میں ہو — کم بینی ایک عیب خود اپنی نظر میں ہے
یہ بھی کمال اپنی پریشاں نظر میں ہے — ہر وقت گھر میں رہ کے ہمیشہ سفر میں ہے
بے چینیوں سے دل کی کہیں بھی نہیں نجات — راحت نہ ہے سفر میں نہ آرام گھر میں ہے
الزام چارہ گر یہ نہیں اتفاق ہے — کل سے زیادہ آج جلن کچھ جگر میں ہے
لینے نہ دیگا چین مجھے زیرِ خاک بھی — ٹوٹا ہوا جو تیرِ نظر اس جگر میں ہے
جاؤں کہاں کھلا بھی رہے گر درِ قفس — صیاد اتنی تاب بھی اب بال و پر میں ہے
آ گئے غمِ فراق سے گر خاک ہو تو ہو — ابتک تو خون ہونیکی طاقت جگر میں ہے
اے ناوکِ نگاہ غریبوں پہ یہ ستم — نشتر کی طرح دل سے گذر کر جگر میں ہے

وہ دل کے ساتھ لے گئے صبر و قرار بھی — باقی ہے ایک جان وہ قصدِ سفر میں ہے

جور و ستم کو کہتے ہیں وہ امتحانِ عشق — عذرِ جفا بھی ذہنِ بتِ حیلہ گر میں ہے

خالق گواہ ہے نہیں حور و ملک میں بھی — محبوبیت کی شان جو حسنِ بشر میں ہے

ہیں جلوہ سازیاں یہ کسی برقِ حسن کی — داخل چمک بھی اب مرے دردِ جگر میں ہے

جبتک ہیں عشق میں بے چین ہیں دردمندِ عشق — تسکیں کی اک گھڑی ہی آٹھوں پہر میں ہے

داغِ غمِ فراق کا کیا پوچھتے ہو حال — اک شمع ہے کہ ہر گھڑی روشن جگر میں ہے

آنکھیں اٹھیں نہ جانبِ شمس و قمر کبھی — اک حسنِ لازوال کا جلوہ نظر میں ہے

زخمی دل و جگر ہیں نکلتی نہیں ہے جاں — آبِ بقا مگر ترے تیرِ نظر میں ہے

دیر و حرم میں خاک اڑانے سے فائدہ — تو جس کو ڈھونڈھتا ہے وہ تیرے ہی گھر میں ہے

سنتے ہیں کان کھول کے ہر گل بھی شوق سے — تاثیر کتنی نالۂ مرغِ سحر میں ہے

زاہد کے تیرہ دل میں کہاں نورِ مہرِ عشق — کیا دخل اتصال کا شام و سحر میں ہے

کس بات کی حسینوں کی عشرت صفت کروں
ابتک تو شک ہی ان کے دہان و کمر میں ہے

ہوا دل ہیں ارماں کا گھر ہوتے ہوتے — بری بن گئی جان پر ہوتے ہوتے

نہ دیگی اماں خاک فصلِ بہاری — قضا آئے گی بال و پر ہوتے ہوتے

شبِ غم جو دکھلائی نالوں نے شورش — نہ ہوگی خدائی سحر ہوتے ہوتے

مری زندگی شمع بزمِ فنا تھی — ہوا ہو گیا دم سحر ہوتے ہوتے

نہ آیا وہ بد عہد گر شامِ وعدہ — قضا آرہے گی سحر ہوتے ہوتے

ٹھہر جائے دم ساتھ ہی اُن کے جائے — گجر بجتے بجتے سحر ہوتے ہوتے

کہاں ہم کہاں تم کہاں وصل کی شب — گجر بجتے بجتے سحر ہوتے ہوتے

انھیں ہم یہ سمجھے مہِ چاردہ تھے — جو رخصت ہوئے وہ سحر ہوتے ہوتے

وہ آئے مرے گھر گجر بجتے بجتے — نصیب اپنے جاگے سحر ہوتے ہوتے

ہری شاخ جو نخلِ الفت کی ہوگی — وہ کٹ جائے گی بارور ہوتے ہوتے

اثر لحنِ داؤد کا ہے فغاں میں — ہوئی موم زنجیرِ در ہوتے ہوتے

تم آئے نہ آئی قیامت شبِ غم — کٹی عمر اپنی سحر ہوتے ہوتے

الٰہی مرے دشمنوں سے نہ ملتے — بلا سے وہ بیداد گر ہوتے ہوتے

کوئی حد بھی بدعہدیوں کی ہے ظالم — کٹی عمر شام و سحر ہوتے ہوتے

فلک تفرقہ بیچ میں ڈال دے گا — گجر بجتے بجتے سحر ہوتے ہوتے

شبِ وصل جانے ہیں جلدی نہ کیجے ق نہ گھبرائیے شب بسر ہوتے ہوتے

چلے جائیے گا چلے جائیے گا — گجر بجتے بجتے سحر ہوتے ہوتے

جلی شمع امید گر شامِ وعدہ ق تو ٹھنڈی ہوئی وہ سحر ہوتے ہوتے

کھلی صبح کو گر کلی میرے دل کی — تو مرجھا گئی دوپہر ہوتے ہوتے

جوانی کٹی خوابِ غفلت میں عشرت
کھلی آنکھ بھی دوپہر ہوتے ہوتے

ہمیں جز خامشی چارہ ہی کیا ہے — بتوں کے ظلم کا بدلہ ہی کیا ہے

تڑپتا ہے جو کوئے دلربا میں　　خداوندا وہ دل میرا ہی کیا ہے

ہوئے کیوں دیکھتے ہی ایسے حیراں　　کوئی آئینہ میں تمسا ہی کیا ہے

خدا پر چارہ گر چھوڑیں تو اچھا　　مریضِ غم میں اب کھا ہی کیا ہے

شبِ غم نے کیا ہے زندہ درگور　　ہمیں اب موت کی پروا ہی کیا ہے

کہا میں نے کہ مرتا ہوں تو بولے　　ترے مرنے سے یاں ہوتا ہی کیا ہے

ذرا اغیار کا بھی امتحاں لو　　ستم سہنے کو اک بندہ ہی کیا ہے

نہ کوئی ہم سخن اُن کا نہ ہمدم　　مسیح و خضر کا جینا ہی کیا ہے

ہے شہرہ قیس کی آوارگی کا　　کوئی وحشت زدہ ہمسا ہی کیا ہے

ہزاروں دل ہیں پامالی کو حاضر　　مرے دل کی اٹھیں پر واہی کیا ہے

نزاکت کو بھی لیتے آئے ہو ساتھ　　تھیں کہدو کہ یہ آنا ہی کیا ہے

مری آنکھوں سے کچھ پوچھیں حقیقت　　کلیم اللہ نے دیکھا ہی کیا ہے

یہاں ہے کسکو تابِ لن ترانی　　ہر اک طالب ترا موسیٰ ہی کیا ہے

رہے وہ سایۂ دیوار قائم　　ہما تو کیا ترا سایہ ہی کیا ہے

ہمیں ہے جان دینے میں کب انکار　ق　تمھاری تیغ کو غصہ ہی کیا ہے

امانت اسکی ہے جب چاہے لے لے　　پرائے مال پر دعوی ہی کیا ہے

مقدر میں لکھا ہے ہجر عشرت

بتوں سے مفت کا شکوہ ہی کیا ہے

وہ ہیں اور جلسے عیش خانے کے ہم ہیں اور رنج و غم زمانے کے
ہیں ارادے مرے ستانے کے اور بہانے ہیں آزمانے کے
صحبتیں گرم ہیں رقیبوں سے ہیں یہی ڈھنگ دل جلانے کے
بعدِ توبہ کہیں نہ یاد آئیں جلسے یا رب شراب خانے کے
میری الفت رہی سدا یکساں رنگ بدلا کئے زمانے کے
فصلِ گل میں جلائیگا صیاد تنکے چن چن کے آشیانے کے
لئے جاتی ہے بیخودی ہمکو اب نہیں آپ میں ہم آنے کے
گذرا جو آپ سے وہاں پہونچا صاف رستے ہیں آنے جانیکے
رہے یکجا نہ دستِ گلچیں سے چار تنکے بھی آشیانے کے
بت کدہ چھوٹا کعبہ جا نہ سکے نہ رہے ہم کسی ٹھکانے کے
اٹھ کے مسجد سے ہم کہاں جائیں بند ہیں در شراب خانے کے
مرنا مشکل ہے ضعف سے ہمکو کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے
زلفِ پرخم سے اُن کی گستاخی ہاتھ شل ہوں الٰہی شانے کے
اے جنوں مژدہ فصلِ گل پہونچی آئے دن بیڑیاں بڑھانے کے
خشک لب، زرد رنگ حالت غیر یہ نتیجے ہیں دل لگانے کے
سر نہیں اُٹھتا ضعف سے لیکن حوصلے ہیں ستم اٹھانے کے
تیرے قربان جائیگا صیاد گرد پھرتا ہے آشیانے کے

لے لے دوزخ جو چاہے اور فروغ خار و خس میرے آشیانے کے
جھوٹے وعدے ترے مُبت بدعہد اوڑھنے کے ہیں یا بچھانے کے
فکرِ دنیا نہ خوفِ روزِ جزا ہائے جلسے شراب خانے کے
گر پڑی برق خرمنِ دل پر ہیں یہی ڈھنگ مسکرانے کے
کعبہ و دیر میں نصیب کہاں ہائے جلسے شراب خانے کے
ہائے ساقی کے دلربا انداز ہائے جلسے شراب خانے کے
توبہ کرنے پہ بھی نہیں بھولے ہائے جلسے شراب خانے کے
ہائے وہ بے تکلفی کے مزے ہائے جلسے شراب خانے کے
بائیں مسجد ہے دہنے میخانہ ڈوبتے ہیں غریب خانے کے
نہ سُنے تم نے جی لگا کے کبھی چار فقرے مرے فسانے کے
توسنِ عمر و ابلقِ ایام نہیں محتاج تازیانے کے
وہ شہِ حسن ہے مرا مہماں دن پھرے ہیں غریب خانے کے
سر شوریدہ کا علاج ہوا صدقے میں تیرے آستانے کے
ہیں گرفتارِ الفتِ صیاد نہ قفس کے نہ آشیانے کے
نہ مٹی میری سر نوشت افسوس گھس گئے سنگ آستانے کے
نہیں دنیا لے قرب چشم بتاں ہیں یہ رستے شراب خانے کے
پھونک دے برق اُجاڑ دے گلچیں چار تنکے ہیں آشیانے کے

ہم کو اس جینے پر ہتو! للّٰلہ ق نہ کہو بے حیا زمانے کے"

تم سے اس نازکی پہ فتنے اُٹھے ہم تو خوگر تھے ظلم اُٹھانے کے

وہ دمِ نزع ہم سے کہتے ہیں ق تم بھی مکّار ہو زمانے کے

نہ قضا آئی ہے نہ مرتے ہو تھے یہ فقرے مرے بلانے کے

آتے کیونکر یہاں وہ قبتِ ہجر ق گر ارادے بھی ہوتے آنے کے

ہو رہے تھے ہجوم حسرت سے بند رستے غریب خانے کے

لو نہ عشرت بلائیں گیسو کی

ہیں یہی ڈھنگ مار کھانے کے

وہ دل آزار جو پہلو سے جدا ہوتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اب دم ہی ہوا ہوتا ہے

خنجر پہ میرے وہ سرگرم جفا ہوتا ہے یہ بھی تقدیر ہے کیا کرتے ہیں کیا ہوتا ہے

تھا مرا دل بھی کبھی عیش و طرب کا مسکن اب وہی دل ہے کہ پامالِ جفا ہوتا ہے

تیغِ جلاد اٹھی گر دنِ تسلیم جھکی شکر ہے حق وفا آج ادا ہوتا ہے

جو خوشی ہوتی ہے احسان تمہارا ہے بتو غم جو ہوتا ہے وہ قسمت کا لکھا ہوتا ہے

غیر کو ساتھ لئے آتے ہو تربت پہ مری تم جفا کرتے ہو اور نامِ وفا ہوتا ہے

خارِ صحرائے جنوں کرتے ہیں کیا کیا تعظیم راہ پیما جو کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

اپنے دل نے بھی رہِ عشق میں دھوکے ہی دیئے غول بنجاتا ہے جو راہ نما ہوتا ہے

سنگِ محرابِ دعا سے ملتی ہیں جبیں روزِ شکست دل مرا ہوتا ہے یا دستِ دعا ہوتا ہے

ہم تو کیا ہیں نہ رہی تابِ نظر موسیٰ کو　　جلوۂ یار بھی کیا ہوش ربا ہوتا ہے

اف رے ایجاد تری لطف کے پردے میں ستم　　خط بھی اب غیر کے ہاتھوں کا لکھا ہوتا ہے

الفتِ زلف میں ہم بستۂ زنجیر ہوئے　　عشق ابرو کا عوض دیکھئے کیا ہوتا ہے

ایسا شاداں تھا تہِ خنجرِ قاتل بسمل　　جیسے مدت کا گرفتار رہا ہوتا ہے

ہڈیاں میری امانت ہیں سگِ جاناں کی　　مبتلا حرص میں بے کار ہما ہوتا ہے

دامنِ تیغ کی کیا تیز ہوا ہوتی ہے　　جس سے رنگِ رخِ بسمل بھی اڑا ہوتا ہے

تیرگی بخت کی مرنے پہ بھی باقی ہی رہی　　کہ چراغِ سرِ تربت بھی بجھا ہوتا ہے

ہمسری ناخنِ پا سے جو ترے کی تھی کبھی　　ماہِ نو آج تک انگشت نما ہوتا ہے

پائے قاتل پہ جو کٹ کر سرِ شوریدہ گرا　　سمجھے ہم سجدۂ شکرانہ ادا ہوتا ہے

ناز ہے مجھکو سیہ بختی پہ اپنی عشرتؔ
میں وہ سرمہ ہوں جو آنکھوں میں لگا ہوتا ہے

کھلیں کلیاں الٰہی انکے گلزارِ عنایت کی　　رہیں سرسبز یارب پتیاں نخلِ محبت کی

یہ سمجھے ہم پسِ مردن فضا دیکھی جو تربت کی　　یہی تعبیر تھی ہستی کے شاید خوابِ غفلت کی

جنابِ شیخ کیوں تکلیف بیجا ہے نصیحت کی　　بھلا ہم اور ترکِ عشق کیا باتیں ہیں حضرت کی

جفائیں جھیلتا ہوں درد دل کی غم کی حسرت کی　　سزائیں پا رہا ہوں جرمِ عشق و مہر و الفت کی

گذر اپنا نہ ہوتا گر کبھی منزل میں کثرت کی　　یونہیں روپوش رہجاتی حقیقت شانِ وحدت کی

مرا اعمال نامہ سادہ کاغذ بن کے رہجائے　　الٰہی آبرو رکھ لے مرے اشکِ ندامت کی

وہیں کیا خاکسارانِ محبت کی لحد ہوگی ۔ کدورت بڑھتی ہی جاتی ہے کیوں انکی طبیعت کی

فراقِ یار میں مرنا وفا سے جی چرانا ہے ۔ چھپی ہے پردے میں آسانیوں کے شکل دقت کی

نہ خوں گشتہ امیدیں مدعی ہیں اور نہ ہیں مظہر ۔ ادائے ناز کو کیا وجہ ہے ظالم ندامت کی

عدو ہے گریۂ غم چار دیوارِ عناصر کا ۔ کہ بارش میں رہے بنیاد کیا کچی عمارت کی

اداسی، بیکسی، تنہائی، وحشت، حسرت و حرماں ۔ یہ کثرت فوجِ غم کی اور یہ کالی رات فرقت کی

گرے غش کھا کے موسیٰ اور پھر محروم دید آئے ۔ تمنا کیا کرے کوئی کسی کی اچھی صورت کی

بتانِ ماہوش کی سرد مہری کام آئے گی ۔ یہی گرمی یہی تیزی ہے گر مہرِ قیامت کی

تصور میں بندھا تھا ایک شب اس زلف کا جوڑا ۔ نہیں ہے مٹنے والی حشر تک الجھن طبیعت کی

بتوں نے چھین کر کیا جلد نقدِ دل کو کھویا ہے ۔ بھلا غارتگروں کو قدر کیا مالِ غنیمت کی

ہماری آبلہ پائی ادب آموزِ وحشت تھی ۔ سرِ ہر خار پر باندھی گئی پگڑی فضیلت کی

نہ ٹوٹے محتسب کا دل بلا سے خم کے ٹکڑے ہوں ۔ قسم تجھ کو شکستِ توبہ ہم رندوں کی عزت کی

چڑھانا گوندھ کر تارِ نظر میں اشک کا سہرا ۔ اگر منظور ہو رونق بڑھانی میری تربت کی

غضب کی شوخیاں کرتا سمندِ ناز آتا ہے ۔ الٰہی خیر کرنا میری مشتِ خاکِ تربت کی

لحد میں رحمتیں آئی ہیں استقبال کو میرے ۔ نئے مہمان سے رونق بڑھی ہے آج خلوت کی

وہ مہوش لو دم جاتا ہے گھر اندھیر تو دیکھو ۔ سیاہی صبح سے پھیلی ہوئی ہے شام فرقت کی

اسی پر چڑھ کے روحِ ناتواں نکلی دمِ مردن
سواری کی قدم رو پائی جو عشرت تپ کے شدت کی

بلا سے گر خبر تم نے نہ لی بیمارِ فرقت کی	تمھاری یاد نے اکثر ادا رسمِ عیادت کی

ضیائے مہر پھیلی دل میں ہر کس مہر طلعت کی	حمایت ہے دردِ نہاں میں بھی خورشیدِ قیامت کی

امنگیں حشر میں باقی ہیں اپنے دستِ وحشت کی	اڑینگی دھجیاں کیا آج دامانِ قیامت کی

ہے ابرِ دیدۂ تر سے زمیں سرسبز غربت کی	شکایت کرتے ہیں اہلِ وطن بارانِ رحمت کی

نہ پوچھو حالتِ دل اپنے بیمارِ محبت کی	تپک ہے زخمِ فرقت کی کھٹک ہے خارِ حسرت کی

یہ دوہری مشکلیں آساں ہوئیں اک میرے مرنے سے	انھوں نے فاتحہ سے میں نے جینے سے فراغت کی

نشاں ملتا نہیں انکے خرامِ ناز کے آگے	بڑی شہرت سنی تھی فتنۂ روزِ قیامت کی

نہیں ہے کوئی صبحِ حشر بھی پرساں حال اپنا	سیہ بختی ہماری رنگ لائی شامِ فرقت کی

ہنسی زخمِ جگر کی دل کی تنگی دیکھ کر سمجھے	شگفتہ پھول وہ ہے یہ کلی نخلِ محبت کی

نہ توڑیں اکھڑی سانسیں میری آہوں کو دمِ آخر	کہ ہیں یہ کنجیاں قفلِ در بابِ اجابت کی

وفا کی گرم جوشی زندگی میں جو دکھاتا تھا	وہی سوزِ دروں اب شمع ہے بالینِ تربت کی

جگہ کچھ اور دے میری تمنائیں بھی آتی ہیں	قسم صحرائے محشر تجھکو میرے دل کی وسعت کی

دمِ آخر تسلی دینے آئیں ہچکیاں ہم کو	کہ اُن کی یاد نے ان اکھڑی سانسوں پر عنایت کی

غبار ایسا نکالا کب کی کدورت تھی بھری دل میں	نسیمِ صبح کیوں تونے بجھا دی شمع تربت کی

خفا بیٹھے ہیں میری ناتوانی پردہ کہتے ہیں	اتاری نقل اس گستاخ نے میری نزاکت کی

یہاں تکلیف فرمایا نہ کیجے حضرتِ ناصح	ضرورت کیا ہے ہم سے آپ کو صاحب سلامت کی

بلائیں میرے گھر آتی ہیں کتنی خوشنما بن کر	سوادِ زلفِ لیلیٰ ہے سیاہی شامِ فرقت کی

جنابِ شیخ کو سمجھائے کوئی کعبہ میں کیا ہے ق برہمن سے کہو کیا قدر پتھر کی عبادت کی
مزار بیکساں جائے نزولِ رحمت حق ہے زیارت کرنے دونوں آئیں میری اُجڑی تربت کی
تماشہ دید کے قابل ہے پیشِ داورِ محشر ق نئی صورت ہوئی ہے مجھسے اُنسے آج حجت کی
میں کہتا ہوں تمھاری چال سے محشر ہوا قائم وہ کہتے ہیں تری فریاد نے برپا قیامت کی
کھرے کھوٹے کو پہلے دیکھ لو نادان نہیں ہو تم ق پھر اس کے بعد ارزانی گرانی دیکھو قیمت کی
اگر دو بوسۂ لب پر عدو دیتے ہیں دل تم کو تو اچھا اک نگاہِ لطف پر میں نے قناعت کی

جسے کہتے ہیں حسرت بیکسی ہی نام جس شئی کا
انھیں دو چادروں نے ڈھانک لی ہی قبر عشرت کی

قدِ بالا کے مضموں باندھتا ہے تعلی پر مرا ذہنِ رسا ہے
یہ دل جو آج بیگانہ بنا ہے مرے پہلو میں برسوں رہ چکا ہی
بتوں کے ظلم کا ناحق گلا ہے خدا کے حکم میں چارہ ہی کیا ہی
وہ گلرو رونقِ بزمِ عزا ہے مبارک مجھ کو مرجانا ہوا ہے
بتو! کیوں مشقِ ظلم ناروا ہے؟ ہمارا بھی کوئی آخر خدا ہے
یہ دیکھو میرے دل کا آئینہ ہے تمھیں سا اور ہمیں دوسرا ہے
وہ پیارا ہاتھ قاتل کا پڑا ہے لبِ ہر زخم پر صلِ علےٰ ہے
وہ یاں آنیکو آمادہ ہوئے بھی تو بیٹھی راستہ روکے حیا ہے
پسِ مردن تو دیکھو زورِ وحشت، کوئی تارِ کفن ثابت رہا ہے؟

بتوں کے عشق میں گر سختیاں ہیں ۔ مرا دل بھی صعوبت آشنا ہے

الٰہی صبر بھی تو ہی عطا کر ۔ خدایا دل بھی تو ہی نے دیا ہے

مٹا دے شوق سے او بے مروّت ۔ مرا دل تیرے ہی رہنے کی جا ہے

شبِ فرقت کی ایذائیں ہوئیں ختم ۔ مرے سر پر یہ احسانِ قضا ہے

بڑھا کچھ اور ہمت نالۂ دل ۔ بہت نزدیک اب عرشِ خدا ہے

کٹے کس طرح یارب منزلِ عشق ۔ ہر اک گم کردہ رہ یاں رہنما ہے

کہاں تک کوئی دل قابو میں رکھے ۔ کہ ان کی ہر ادا صبر آزما ہے

عبث بیتاب ہے برقِ مصیبت ۔ کہیں میرے نشیمن کا پتا ہے

یہاں تک مجھ سے اک عالم ہے بیزار ۔ کہ اپنا دم بھی سینہ میں خفا ہے

پھروں آوارہ کیوں وحشت میں تنہا ۔ جلو میں حسرتوں کا قافلہ ہے

نہیں سیندور زیبِ فرقِ جاناں ۔ ہمارا خونِ ناحق سر چڑھا ہے

نہیں ملتا پتا بابِ اثر کا ۔ بھٹکتی پھرتی آہ نارسا ہے

کہوں کیا سوزِ پنہاں کی ترقی ۔ کہ اب دل کی جگہ اک آبلہ ہے

یہیں ہوگا علاجِ جوشِ وحشت ۔ یہ سر ہے اور درِ دولت سرا ہے

اسی کوچہ میں دینگے جان بھی ہم ۔ یہیں تو خاک میں دل بھی ملا ہے

شبِ غم میں ہے اپنا حال تک غیر ۔ مصیبت میں کوئی کس کا ہوا ہے

ہزاروں دل ہیں پامالی کو حاضر ۔ انھیں کیا حاجتِ برگِ حنا ہے

خیال اس روے روشن کا ہے دلمیں ۔ کہ آئینے کے اندر آئینا ہے
نہیں ہے دلمیں عکسِ روے امید ۔ یہ آئینہ نہایت کم نما ہے
کبھی پامال اس گل نے کیا تھا ۔ ابھی تک سبزۂ مدفن ہرا ہے
کہاں جلوہ نہیں اس مہروش کا ۔ مری آنکھوں ہی پر پردہ پڑا ہے
میں حاضر، تیغ تیز، آمادہ قاتل ۔ اب آگے ہمت بختِ رسا ہے
تمھیں بتلاؤ ہم چاہیں اسیکو ۔ جہاں میں کون تمسا دوسرا ہے
کوئی کیونکر خدا کو بھول جائے ۔ بتِ کافر عبث ہمسے خفا ہے
ہمیشہ ہیں جو وہ گیسو پریشاں ۔ وبال اس جانِ مضطر کا پڑا ہے
اٹھاؤ ہاتھ جورِ ناروا سے ۔ بتو! تم کو خدا کا واسطا ہے
تصور میں جو چھوڑو پردہ داری ۔ یہاں بھی کوئی بیٹھا دیکھتا ہے
سرِ منصور سولی پر پکارا ۔ یہ حق کہنے کی دنیا میں سزا ہے
کسی کا دل نہ ہو دیکھو اٹھا لو ۔ گرہ سے زلف کے کچھ کھل پڑا ہے
کہا میں نے کہ ظالم اب تو کر رحم ۔ ق برا حالِ دلِ درد آشنا ہے
قلق ہے رنج ہے غم ہے الم ہے ۔ جگر میں درد دلمیں آبلہ ہے
تری فرقت میں تکلیفیں جو پائیں ۔ کہوں کیا اُن کی کوئی انتہا ہے
تو کیا کہتا ہے ظالم میں کروں کیا ۔ یہ سب تیرے مقدر کا لکھا ہے
علاجِ قسمتِ بد غیر ممکن ۔ معاذ اللہ کیا بندہ خدا ہے

رہا تا عمر ہر حالت میں ہمدم ق مرے ساتھ اب لحد میں بھی چلا ہے
جزاک اللہ فی الدارین خیرا خیالِ یار کتنا باوفا ہے
نگاہیں اُن کی جھک جاتی ہیں جس سے
وہ عشرت میرا مہر مدعا ہے

ہے بجھانا آتشِ دوزخ کی طغیانی مجھے کردے اے شرمِ گنہ للہ تو پانی مجھے
شوقِ دیدارِ بتِ خودبیں کا ہو جائے علاج کاش آئینہ بنادے میری حیرانی مجھے
سوختہ بختی پہ اپنی اور بھی روتا ہوں میں جب نظر آتا ہے کوئی خندہ پیشانی مجھے
دھو دیا اشکِ ندامت نے گناہوں کو مرے دیدۂ پُرنم نے بخشی پاکدامانی مجھے
ان کے دل میں گر جگہ پائی تو سب کچھ مل گیا کیا کرونگا گر ملا ملکِ سلیمانی مجھے
میری جانب دیکھنا بھی اس نے چھوڑا بزم میں پا کے مشتاقِ نوازش ہائے پنہانی مجھے
آج سلجھاتے ہیں وہ زلفِ پریشاں شکر ہے اب نہ دیکھے گا کوئی محوِ پریشانی مجھے
پھرتی ہے آ آ کے سو سو بار بالیں سے اجل کرتی ہے کیا کیا سبک میری گرانجانی مجھے
مدتیں گذریں شبِ فرقت میں کھینچی تھی اک آہ آج تک رسمِ وفا سے ہے پشیمانی مجھے
ان بتوں نے تو نہ کی میری جبیں سائی کی قدر حشر میں کام آئے گا یہ داغِ پیشانی مجھے
دیکھتے گر آبِ تابِ خنجرِ ابروئے یار خضر بھی کہتے ملی کیوں عمرِ طولانی مجھے
وائے قسمت میں تو ہوں سرگشتۂ دشتِ بلا ڈھونڈھتی پھرتی ہے گھر میں خانہ ویرانی مجھے
اتنی فرصت ہی نہیں عشرت کہ میں لکھوں غزل آجکل کرنی ہے دلکی مرثیہ خوانی مجھے

دل میں مرے ہوس ہے وہاں رسم و راہ کی　　موسیٰ نہ تاب لا سکے جس جلوہ گاہ کی
بینائی سلب ہو گئی اہلِ نگاہ کی　　روشن ہوئی جو شمع تری جلوہ گاہ کی
برباد مشت خاک ہے مجھ بے گناہ کی　　حسرت نکلتی ہے فلکِ کینہ خواہ کی
زخمی تمہارا مرنے سے پہلے ہے غش میں کیوں　　تھی زہر میں بجھی ہوئی برچھی نگاہ کی
پیرِ مغاں کو چاہیئے کچھ اس کا بندوبست　　آتی ہے یاد میکدہ میں خانقاہ کی
سرمہ بنائے چشمِ حقیقت نگر ابھی　　ہاتھ آئے مشت خاک اگر اسکی راہ کی
کمبخت دل بنا ہے ہدف اپنے شوق سے　　کوئی خطا نہیں کسی تیرِ نگاہ کی
تکیہ ہوا ہے شانِ رحیمی پہ کس قدر　　کچھ حد نہیں رہی مرے جرم و گناہ کی
کیا جانے دل پہ کیسی گذرتی ہی ہجر میں　　سینہ سے آ رہی ہے صدا آہ آہ کی
تیرِ نظر سے آپ نے غربال کر دیا　　کہئے تو کیا خطا تھی دلِ بیگناہ کی
لیتا ہے اب تو دل میں سر بزم چٹکیاں　　کیا شوخیاں ہیں آپکے تیرِ نگاہ کی
مجھ ناتواں کو پیس نہ اے آسیائے چرخ　　گردش مجھے بہت ہی کسیکی نگاہ کی

عشرت ہی پیش چشم جو وہ رشکِ ماہ و مہر
چلتی نہیں ہے کچھ مرے روزِ سیاہ کی

آمد ہے غمکدہ میں کسی رشکِ ماہ کی　　سر پیٹیں حسرتیں مری روزِ سیاہ کی
کھدواتے ہیں وہ قبر جو مجھ بیگناہ کی　　حسرت نکلتی ہے فلکِ کینہ خواہ کی
اللہ رے تیرے حسن کی رفعت پسندیاں　　عرشِ بریں زمیں ہے تری جلوہ گاہ کی

سرمہ لگا کے دیکھو مجھے سخت جان بعد میں　　پتھر پہ تیز کر لو سروہی نگاہ کی

وہ آکے بانکپن سے لگائیں تو ایک وار　　دیں گے دہانِ زخم صدا واہ واہ کی

ہم تم کو دل دیں تم اسے وقف ستم کرو　　اے جانِ من یہ شکل نہیں ہے نباہ کی

دو شوق سے سزا کہ میں ہوں مجرمِ وفا　　اقرار جرم پر نہیں حاجت گواہ کی

اے آسمان تیری تو ہستی نہیں ہے کچھ　　عرشِ خدا ہلے گا اگر میں نے آہ کی

تم جرم عشق کی مجھے تعزیر دو مگر　　ہوتی نہیں سزا ہے کہیں اس گناہ کی

عشرت امید رکھ کرم ذوالجلال سے

توبہ قبول ہوتی ہے ہر عذر خواہ کی

جاتے ہو سوئے غیر تو ہو لینا ادھر بھی　　رستے ہی میں ہے بندۂ درگاہ کا گھر بھی

کس کام کی ہے آہِ دلِ خاک بسر بھی　　ناکام بھی محروم بھی مایوسِ اثر بھی

مرنا ہے تو کر لے عملِ نیک بشر بھی　　درپیش سفر ہے تو رہے زادِ سفر بھی

اُٹھکر میں لحد سے ہوں فدا یا رو گزر بھی　　ہو گورِ غریباں میں کبھی اُنکا گذر بھی

او شوخ دل آزار رہے اسکی خبر بھی　　دل ہی نہیں میرا یہ ہے اللہ کا گھر بھی

کتنا سبک آتا ہے تر ا تیرِ نظر بھی　　آواز قدم کیا کہ نہیں بولتے پر بھی

ہوگا نہ کوئی نخلِ محبت سا شجر بھی　　بے سایہ بھی منحوس بھی بے برگ ثمر بھی

اک تیر میں دو صید زبوں ہو گئے بسمل　　دل بھی ہدفِ ناوکِ مژگاں ہے جگر بھی

بیکار ہوا گریۂ پیہم شبِ فرقت　　بجھتا ہے بجھائے سے کہیں سوزِ جگر بھی

رعشہ جو رہا یونہیں مرے دستِ دعا میں — چھٹ جائے نہ ہاتھوں سے گریبانِ اثر بھی

بچتا نظر آتا نہیں دل تجھ سے ستمگر — تلوار جو ابرو ہے تو برچھی ہے نظر بھی

جل بجھتا ہے پروانہ اگر سوزِ نہاں سے — اٹھ جاتی ہے روتی ہی ہوئی شمعِ سحر بھی

کیوں مجھ سے یہ نفرت ہے زمانے کو الٰہی — بگڑے ہی چلے جاتے ہیں سب زخمِ جگر بھی

آیا تھا علاجِ خلشِ خارِ مژہ کو — دل ہی میں رہا ٹوٹ کے پیکانِ نظر بھی

ہے ضعف کی شدت میں تو مرنا بھی تعجب — طاقت بھی نہیں چلنے کی اور عزمِ سفر بھی

وہ کہتے ہیں کب تک میں کروں تیری عیادت — صحت نہیں ممکن ہے تو ظالم کہیں مر بھی

یاں ضعف سے پہونچی نہ دعا اپنی زباں تک — واں دیر ہوئی بند ہوا بابِ اثر بھی

یارب ہو فزوں بازوے سفاک کی قوت — اک بوجھ مجھے فرطِ نقاہت سے تھا سر بھی

تو کیا تری تصویر جہاں ہوتی ہے او بت — میں کیا کہ نہیں میرے فرشتوں کا گذر بھی

کیا صاحبِ غیرت ہیں دعائیں بھی ہماری — شرمندۂ تاثیر نہیں وقتِ سحر بھی

گھر جانے کو کہتے ہو جو تم اپنی گلی سے — دیوانے کا لیکن کہیں موجود ہو گھر بھی

کیا غم جو سوا نیزے پہ ہے مہرِ قیامت — محشر میں ہے موجود مرا دامنِ تر بھی

تنہا نہ تری یاد ہی کرتی ہے رفاقت — مونس ہے شبِ ہجر مرا دردِ جگر بھی

جی بھر کے ذرا دیکھ لوں قاتل تری صورت — جلدی نہ کر اے ترکِ ستمگار ٹھہر بھی

ہم مر بھی چکے دفن کا بھی ہو چکا سامان — اللہ رے تغافل نہیں ظالم کو خبر بھی

کیا جانئے کیا حال کیا دردِ دروں نے — اب اشک کے ہمراہ ہے خونابِ جگر بھی

درد دل مضطر ہی کی صحت ہے نہیں پاس | بھرتا نظر آتا نہیں ناسور جگر بھی
کمزور بھی یارب ہے مری عمر کی کشتی | طوفان حوادث کا ہے ہر لحظہ خطر بھی
ہے یادِ عدم ہم قدم منزل ہستی | ہوتا ہے فراموش سفر میں کہیں گھر بھی
کیا حال شب غم میں ہوا اس ضعف سے یارب | اٹھکر نہ سنبھالے جو مجھے درد جگر بھی
دکھلائے مجھے جوش جنوں کیوں رہ صحرا | جنگل سے تو کچھ نام خدا کم نہیں گھر بھی
دانتوں سے ترے کسکو مقابل کرے کوئی | آ تو وہ ملا گر دُرِ یتیمی میں گہر بھی
وہ کہتے ہیں میں پردہ رخ آج اُٹھا دوں | پیدا تو کرے پہلے کوئی تاب نظر بھی
کیوں معرفت ذات میں عاجز ہو انساں | کم علم بھی کم فہم بھی کوتاہ نظر بھی
ہر لحظہ رواں عمر رواں کا ہے سفینہ | ہوں گھر میں بھی بیٹھا ہوا اور گرم سفر بھی

عشرت مجھے افسوس ہو کیوں بے ہنری کا
باقی ہے زمانے میں کہیں قدر ہنر بھی

آنکھوں میں ہی دم اٹکا ہے نزع کی بیہوشی | اسوقت نہیں زیبا ظالم تجھے روپوشی
اور اسکے سوا ہم کو کیا حاصل مے نوشی | ہو جاتی ہے کچھ دم کو از خویش فراموشی
معلوم ہو گر تجھ کو بتلا دے مجھے زاہد | ہے کس کی جدائی میں کعبہ کی سیہ پوشی
تجھکو بھی نہ ہو زحمت مجھکو بھی ملے راحت | ناصح تجھے ہوجائے گر عادت خاموشی
عاشق کے جنازے کی تشہیر سے کیا حاصل | اچھوں میں تو ہے ظالم دستور خطا پوشی
قاتل تجھے مرکے بھی بھولونگا نہ میں ہرگز | ہوگی نہ کبھی مجھ سے احسان فراموشی

پھر ہوش میں آنے کی تا عمر نہ ہو خواہش — ہشیاروں کو ملجائے گر لذتِ بیہوشی
بو سونگھ لے جو اس کی ہو جائے وہیں غافل — یہ نکہتِ گیسو ہے یا داروے بیہوشی
ہے بارگراں مجھ کو اپنا سرِ شوریدہ — قاتل میں ترے صدقے ملجائے سبکدوشی

بے پردہ سرِ بالیں وہ محوِ تماشا ہیں
میں نزع میں ہوں عشرتؔ منت کشِ بیہوشی

خود گلا کاٹ کے مرجاوں میں اچھا ہے یہی — خنجر ابروے قاتل کا بھی ایما ہے یہی
تیرے کوچے سے نہ اٹھیں گے ارادا ہی یہی — خاک ہو جائیں اسی در پہ تمنا ہی یہی
زندگی سے جسے نفرت ہو کرے عشقِ بتاں — جلد مر جانے کا آسان طریقا ہی یہی
کس نے سکھلا دی یہ دزدیدہ نگاہی تم کو — دل چرا لینے کا واللہ طریقا ہی یہی
منزلِ عشق میں بھولے نہ رکھے کوئی قدم — دل جہاں خاک میں ملتے ہیں وہ کوچا ہی یہی
دل کو روتا ہے کوئی سر کو پٹکتا ہی کوئی — رات دن کوئے حسیناں میں تماشا ہی یہی
چشمِ حق بیں سے کوئی دیکھے تو ہے ایک وجود — غیر کو غیر سمجھ لیتے ہیں دھوکا ہی یہی
آتشِ عشق سے محفوظ رکھے رب کریم — خاک کر دیتا ہے جو دل کو وہ شعلہ ہی یہی
جی اٹھی مردہ تمنائے شہادت اپنی — ہم تو قاتل کو سمجھتے ہیں مسیحا ہی یہی
میں جو کہتا ہوں کہ اچھی نہیں یہ خوئے جفا — وہ یہ کہتے ہیں حسینوں کا تو شیوا ہی یہی
اور کیا نام و نشاں اپنا کہوں بندہ نواز — بھولے بیٹھے ہیں جسے آپ وہ بندا ہی یہی
بیٹھے ہیں نقشِ قدم بن کے ترے کوچہ میں — یونہیں مٹ جائیں گے اک روز ارادا ہی یہی

عشرتِ زار کو کل خاک اڑاتے دیکھا
خوبرویوں کی محبت کا نتیجہ ہے یہی

تھی اس سے کامرانی ہر وقت شادمانی　　جب سے گئی جوانی مٹی ہے زندگانی
سینہ میں قلب مضطر رگ رگ میں غم کا نشتر　　میں کیا کہوں کہ کیونکر کٹتی ہے زندگانی
سر پہ کفن لپیٹے قاتل کے گھر ہیں جاتے　　ہم تو رہیں گے کر کے جو کچھ ہے دل میں ٹھانی
تیرا نہیں ہے شکوہ ماتم ہے ہم قفس کا　　صیاد تجھکو بیجا ہے ہم سے بدگمانی
ہر دم ہجوم حسرت ہر وقت غم کی شدت　　ہم پہ ہے اک مصیبت یہ اجڑی زندگانی
مجھکو تو رہ گئے تنہا سم ہے یہ آب حیواں　　تم کو خضر مبارک یہ عمر جاودانی
اک وہ کہ گھر میں بیٹھا ہے محوِ دید اسکا　　اک وہ کہ در پہ آیا سنئے کو لن ترانی
دل لے کے پوچھتے ہو ہے اسمیں داغ کیا　　پہچانو تو یہ دی تھی کس نے تجھے نشانی
دل سے کبھی مجھ کو پیارا ہے داغ اپنے دلکا　　یارانِ رفتہ کی ہے باقی یہی نشانی
تو مجھ کو بھول بیٹھی اے عمر رفتہ لیکن　　میں تیرے غم میں اب تک کرتا ہوں نوحہ خوانی
رونا ہے حسرتوں کا، یا ماتم تمنا　　کہتے ہیں ہم غزل کیا کرتے ہیں نوحہ خوانی

کیا ان کو اسکی حاجت کیوں وہ سنینگے عشرت
افسانۂ مصیبت وہ بھی مری زبانی

مری خاک کو بھی یہ قسمت ہوئی　　حسینوں کے دل کی کدورت ہوئی
مجھے کیا تہِ خاک راحت ہوئی　　فروزاں اگر شمع تربت ہوئی

شب غم میں کس سے رفاقت ہوئی　　　خود اپنی ہی جب غیر حالت ہوئی

تمھیں لیکے دل ہم سے نفرت ہوئی　　　ہمیں ظلم سہہ سہہ کے الفت ہوئی

اگر آپ کو ہم سے نفرت ہوئی　　　ہمیں زندگی سے عداوت ہوئی

شبِ وعدہ مر مر کے جینا پڑا　　　صحبت تو ہم کو مصیبت ہوئی

جو تھی آتشِ عشق دلمیں نہاں　　　پسِ مرگ وہ شمعِ تربت ہوئی

کبھی ڈھونڈھ لیں گے دلِ زار کو　　　اگر بیخودی کی اجازت ہوئی

رہے گی صبا تو بھی برباد ہی　　　اگر گل مری شمع تربت ہوئی

نہ پوچھو شب ہجر کا ماجرا　　　کہو گے کہ میری شکایت ہوئی

انھیں جی چرانے کا شکوہ ہوا　　　ہمیں جان دیکر ندامت ہوئی

عزیزوں نے برتی یہ بیگانگی　　　کہ صبحِ وطن شامِ غربت ہوئی

ترے بندوں پر ظلم ناحق کریں　　　بتوں کو بھی یا رب یہ قدرت ہوئی

نکل جائینگے قید امکاں سے ہم　　　کسی دن جو ذروں پہ وحشت ہوئی

وہ کہنے لگے شکوۂ بخت پر　　　یہ در پردہ میری شکایت ہوئی

کرینگے تماشائے نیرنگِ دہر　　　کسی دن جو واچشم عبرت ہوئی

ملا تیری محشر خرامی کو کیا　　　کسیکی جو برباد تربت ہوئی

اُٹھے نام سنکر مرا بزم سے　　　انھیں میری اتنی تو وقعت ہوئی

کبھی بیکسی نے نہ چھوڑا ہمیں　　　ادا کچھ اسی سے رفاقت ہوئی

دمِ ذبح جی بھر کے دیکھا اُسے مری سخت جانی غنیمت ہوئی
یہ دل دینے کا ہم کو بدلا ملا کہ اب جان جانے کی نوبت ہوئی
دکھا جاتے جلوہ دمِ نزع بھی نہ اتنی بھی تم کو مروت ہوئی
خدا کی خدائی میں تم دخل دو بتو تم کو بھی یہ لیاقت ہوئی
وہ کافر نہ آیا جنازہ پہ جب ہمیں کیا اگر جمع خلقت ہوئی
اٹھایا جو اس نے جنازہ مرا مسیحا کو مرنے کی حسرت ہوئی
کھلی ہر کلی گلشنِ دہر میں شگفتہ نہ اپنی طبیعت ہوئی
ہر ایک شے سے ہے ایک جلوہ عیاں نمودار کثرت میں وحدت ہوئی
چلا چڑھ کے میں دوش احباب پر
پسِ مرگ **عشرت** یہ عزت ہوئی

وہ مہوش جو مہمان اپنا ہوا ہے ستارا نصیبوں کا چمکا ہوا ہے
دلِ بے نوا غم کا پتلا ہوا ہے خدا جانے کمبخت کو کیا ہوا ہے
جمی ہے دلِ صاف پر گرد کلفت گہن میں یہ خورشید آیا ہوا ہے
کئے پرزے دامانِ ہوش و خرد کے ہمیں جب کبھی جوشِ سودا ہوا ہے
انیس شب ہجر لاؤں کہاں سے کہ اب حال تک غیر اپنا ہوا ہے
نہیں بند ہوتا لہو زخم دل کا یہ ظلم ان کے تیر نظر کا ہوا ہے
مرا خونِ ناحق بھی شامل ہے ظالم کہ رنگِ حنا ایسا گہرا ہوا ہے

گلہ کیا جو غیروں کو ہے مجھ سے نفرت　　مرا زخم دل تک تو بگڑا ہوا ہے
نکالا تھا جس بت نے اپنی گلی سے　　وہ خود آکے اب دل میں بیٹھا ہوا ہے
خدا تجھ سے اے حسرتِ دید سمجھے　　کہ آنکھوں میں دم اپنا اٹکا ہوا ہے
شگفتہ ہو کیا دل مرا فصلِ گل میں　　یہ غنچہ تو مدت کا سوکھا ہوا ہے
لحد پر وہ آئے ہیں غیروں کو لیکر　　اثر جذب الفت کا اچھا ہوا ہے
یقینی تمھیں نے لیا ہی مرا دل　　نہ میں بھولتا ہوں نہ دھوکا ہوا ہے

مرے دل میں آئے تو بولے وہ **عشرت**
یہ گھر کیسا ویران اجڑا ہوا ہے

ہم دام دیکے لیں تو بہت قیل و قال ہے　　قاضی کو مفت کی بھی ملے تو حلال ہے
اے چارہ گر عبث یہ مری دیکھ بھال ہے　　بیمارِ دردِ عشق کی صحت محال ہے
صبحِ فراق ہے کبھی شامِ وصال ہے　　دنیا بھی اک عجب طلسمِ خیال ہے
ظالم ترے مریض کا اب تو یہ حال ہے　　پہچاننا کسی کا بھی اسکو محال ہے
مرنا بھی فرطِ ضعف نے دشوار کر دیا　　اب زندگی سے ہاتھ اٹھانا محال ہے
آیا فرشتہ موت کا جب قبضِ روح کو　　ہم سمجھے انکا قاصدِ فرخندہ فال ہے
عیشِ زدست دادہ کا ہوں ماتمی ہنوز　　خواب زیادرفتہ کا اب تک خیال ہے
کیا دل کی سرگذشت کہوں ہجر یار میں　　مضطر ہے بیقرار ہے، آشفتہ حال ہے
سر وہ کہ جس کو خنجرِ قاتل کرے پسند　　دل وہ کہ جلتے پھرتے ترا پائمال ہے

لاکھوں برس گذرتے ہیں از شام تا سحر　　فرقت میں ایک پل سجدا اکیسال ہے

عشرت یہ عشق نے ترا کیا حال کر دیا

پہچاننا بھی شکل کا تیری محال ہے

آرام دے مجھے بھی الٰہی کہیں سہی　　زیرِ فلک نہیں سہی زیرِ زمیں سہی

کیوں امتحانِ تیغ سے باز آتے ہیں حضور　　مجرم اگر کوئی نہیں ملتا ہمیں سہی

ظالم ہوں میں بھی ایک نظر کا امیدوار　　چشم کرم نہیں نگہ خشمگیں سہی

جس جا ہے دخلِ غیر وہاں میں نہ جاؤنگا　　ظالم وہ تیرا گھر نہیں خلدِ بریں سہی

ہم بھی تو سخت جاں نہیں پر کیا درنگ ہے　　قاتل ہمارا نامِ خدا نازنیں سہی

ناصح کی ذات بھی ہے غنیمت شبِ فراق　　ہمدرد اگر نہیں ہے یہی ہمنشیں سہی
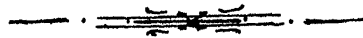
سر پٹکنے کو مقرر آستانِ یار ہے　　عشرتِ دیوانہ اپنے کام میں ہشیار ہے

طائرِ جاں گر اسیرِ دامِ زلفِ یار ہے　　عندلیب دل بھی شیدائے گلِ رخسار ہے

کسکو پیکانِ نگاہِ ناز سے انکار ہے　　دل بھی حاضر ہے ستمگر جان بھی تیار ہے

سوکھ کر کانٹا تپِ فرقت سے جسمِ زار ہے　　قابلِ رحم او مسیحا اب ترا بیمار ہے

انتہائے ضعف نے بخشی حیاتِ جاوداں　　ہاتھ اٹھانا زندگی سے بھی مجھے دشوار ہے

نقد آمرزش بکف ہے رحمتِ حق مشتری　　حشر میں جنسِ گنہ بھی رونقِ بازار ہے

کیا ستم ہے ہوگیا سارا جہاں اپنا رقیب　　دیکھتا ہوں جس کو اسکا طالبِ دیدار ہے

روز کی امید واری سے جگر خوں ہو گیا　　آج او قاتل مری گردن تری تلوار ہے
قادر اندازی اسے کہتے ہیں اے ابرو کماں　　عرق دل میں تیر مژگاں تا لب سوفار ہے
ہوں گنہگار محبت دیجئے مجھ کو سزا　　کب مجھے اپنی خطائے عشق سے انکار ہے
ابتو اٹھیں گے مٹا کر پانسے اپنی سرنوشت　　سر ہے اپنا اور سنگ آستان یار ہے
فصل گل جا جا کے پھر پھر آتی ہے گلشن میں کیوں　　یہ بھی تاثیر فغان عندلیب زار ہے
میں ترا عاشق تو اے مرگ شب فرقت نہیں　　تجھ کو آخر میرے گھر آنے سے کیوں انکار ہے
تجھ سے کیا کم ہیں ستانے میں بتان سنگدل　　تو عبث کیوں چرخ ظالم دریئے آزار ہے
ہے امانت اک نگاہ ناز کی جان حزیں　　ورنہ کیا اے مرگ تجھسے کچھ مجھے انکار ہے

عشرت عاصی کا یارب دین و ایماں ہی ہی
بندۂ مجبور ہم تو مالک و مختار ہے

کیا ہوا گر وہ ستمگر مائل آزار ہے　　آج کل بندہ بھی اپنی جان سے بیزار ہے
کیا ضیائے جلوۂ مہر جمال یار ہے　　نور سے معمور چشم روزن دیوار ہے
خفتگان خاک کو محشر میں اٹھنا ہو اٹھیں　　بخت خوابیدہ کا میرے جاگنا دشوار ہے
ہو چکا ہوں پائے بند الفت صیاد میں　　ابتو میرے واسطے قید قفس بیکار ہے
شوق سے تیر نظر کا انکے ہو تا ہے ہدف　　دل مرا کتنا حریص لذت آزار ہے
میکشوں کی عیب گوئی میں جو ہر دم تر زباں　　واعظا تو بھی تو مست بادۂ پندار ہے
اور کیا ہوگی ہماری خفتہ بختی کی دلیل　　قبضۂ اغیار میں وہ دولت بیدار ہے

کیا کہوں کیا رگوں میں مضطرب پھرتا ہے خوں — جب سے سن پایا ہے دستِ ناز میں تلوار ہے
اسکو عادت ظلم کی مجھکو ستم سہنے کی خو — آسماں کو میں تو مجھکو آسماں درکار ہے
کوئے جاناں کی گدائی بادشاہی ہو مری — عزت ظلِ ہما وہ سایۂ دیوار ہے
موسم گل میں جو ہیں جیب و گریباں لالہ گوں — یہ ترا سارا کرشمہ دیدۂ خونبار ہے
شب جہاں رونق فزا تھے شیخ جی واقف ہیں — کفش خانہ بھی قریبِ خانۂ خمّار ہے
سر پٹکنا، سجدہ کرنا، چومنا ہونا نثار — یعنی ہم ہیں اور سنگِ آستانِ یار ہے
قدر کیا کوئی کرے گا اے دل نازک تری — ان بتوں کو تو دلِ ایذا طلب درکار ہے
بعد مردن بھی کشادہ ہی جو چشم انتظار — شاید اب تک دل میں باقی حسرت دیدار ہے
زندگی سے مجھکو نفرت مرگ کو مجھ سے گریز — کیا کہوں کس کشمکش میں اپنی جان زار ہے
اک نہ اک فتنہ نیا ہر وقت کرتا ہے بپا — آسماں شاید زمینِ کوچۂ دلدار ہے
طور سینا ہے یہی صحرائے ایمن ہے یہی — جب سے روشن اپنے دل میں شمع عشق یار ہے
خفتگانِ خاک بھی بیچین ہیں زیر لحد — یہ بھی ظالم کوئی طرز شوخیِ رفتار ہے

اسکی آشفتہ نوائی سے نہ ہونا بد دماغ
رونقِ میخانہ ساقی عشرتِ میخوار ہے

کیا ہوا گردن جو زیرِ خنجرِ بیداد ہے — چشم ما روشن کہ اس بیدرد کا دل شاد ہے
ہر گھڑی تازہ ستم ہر دم نئی بیداد ہے — تجھ سے یارب ان بتوں کے ظلم کی فریاد ہے
اب رہائی سے مجھے کیا فائدہ صیاد ہے — کس چمن میں آشیانہ تھا یہ کسکو یاد ہے

کیوں ستاتا ہے یہ کیا محسن کشی صیاد ہے — ہم اسیروں ہی کے دم سے تیرا گھر آباد ہے

دیکھنا ہے کس کی قسمت بر سر امداد ہے — ہم ہیں پر تولے ہوئے اور تاک میں صیاد ہے

ہچکیاں آتی ہیں پیہم پھر استقبال روح — نزع میں اس قدر دانی سے مرا دل شاد ہے

ہچکیاں آئیں دم مُردن تو میں سمجھا یہی — اُس جہاں میں کوئی ہی جس کو یہ بیکس یاد ہے

وہ چمن ہی مٹ گیا جسمیں نشیمن تھا کبھی — ہم اسیروں سے تو ناحق بدگماں صیاد ہے

جو یہاں آتے ہیں آخر جا کے بستے ہیں وہیں — شہر ہستی سے سوا ملک عدم آباد ہے

عرصۂ محشر میں وہ بولے تقاضوں پر مرے — ایسی ہلچل میں کوئی وعدہ کسیکو یاد ہے

میرا قصہ سُنئے لطف تازہ آئیگا ضرور — داستان قیس و وامق تو سنی روداد ہے

کس کو روئے، کسکو پیٹئے، صبر کس کس کو کرے — ماتم صد آرزو ہے اور دل ناشاد ہے

کب سے ہوں یارب اسیر دام عشق فتنہ گر — اے خدا کیسی یہ میری قید بے میعاد ہے

تم نہ سوئے شب تو وہ تھا میرے نالونکا قصور — میں جو مرتا ہوں یہ کسکی شوخی بیداد ہے

حشر برپا ہے تو ہوتے ہیں وہ مجھسے بدگماں — کہتے ہیں اک یہ بھی تیری شوخی فریاد ہے

وہ بھی سچے وعدۂ فردا بھی انکا سچ مگر — تاب نظارہ بھی تجھکو او دل ناشاد ہے

لے چلا شوق شہادت سوئے مقتل اسطرح — دوڑتا جاتا ہوں لب پر ہر حیہ باداباد ہے

حشر میں پاس وفائے عشق سے خاموش ہوں — ورنہ بھولی کسکو او ظالم تری بیداد ہے

کچھ غرض اس سے نہیں قرار پورا ہو نہو — وعدۂ دیدار ہی سے قلب محزوں شاد ہے

ہوگئے رخصت قرار و صبر و ضبط و عقل و ہوش — مونس شبہائے فرقت اک تمہاری یاد ہے

منتشر ہے بعد مردن خاک اپنی چار سو — دوسرا ابھی کوئی مجھ سا خانماں برباد ہے

آتشِ غم سے جلا کر خاک کر دو دل مرا — دیکھ لو اتنا اسی گھر میں تمھاری یاد ہے

دیکھیے روزِ جزا اللہ سے کیسی بنے — بیٹھے ہیں مسجد میں اور دل میں بتوں کی یاد ہے

دین و دنیا سے نہ کچھ مطلب نہ کفر و دیں سے کام — الغرض وحشی ترا ہر قید سے آزاد ہے

لوٹے لیتے ہیں یہ بت صبر و سکوں ہوش و قرار — ملکِ دل ان ظالموں کے ہاتھ سے برباد ہے

ہائے وہ شوخی وہ ضد وہ ہٹ وہ طفلانہ ادا — آجتک ہم کو دلِ گم گشتہ اپنا یاد ہے

کیسے کیسے نقش دلکش مٹ گئے اہلِ نظر — اک مرقع عبرتوں کا صفحۂ ایجاد ہے

موت آتی ہے کہ آتا ہے مرا وعدہ خلاف — آج کیوں یارب دلِ دیوانہ اتنا شاد ہے

دیکھیے اب قسمتِ برگشتہ کیا لاتی ہے رنگ — سر جھکائے میں ہوں اور خنجر بکف جلاد ہے

کیا کہوں اس کشمکش سے کیا جی گھبرا گیا — اک ہجوم آرزو ہے اور دل ناشاد ہے

وعدۂ دیدار کچھ پورا کرو گے حشر میں — کچھ یہاں اقرار کل کا آج تم کو یاد ہے

اب کوئی رکھے کسی سے خاک اُمیدِ وفا — تو کیا کسی بیدرد کو حرفِ محبت یاد ہے

کیا غضب ہے کہنی ہے شیریں بھی مجھ سے کیا غرض — تیشۂ فرہاد پر خونِ سرِ فرہاد ہے

نقدِ معنی تم سرِ بازار عشرت پھینکدو
خود پرکھ لیگا اگر کوئی یہاں نقاد ہے

مبارک سالِ نو پھر جوش پر ہیں ولولے دل کے — جنوں انگیز پھر ہونے لگے نغمے عنادل کے

پڑے ہیں ہاتھ کچھ ادھچھے جو تیغِ نازِ قاتل کے — تو کیا کیا مسکراتے ہیں دہانِ زخمِ بسمل کے

کرشمے ہیں یہ سب اے عشق تیرے جذبِ کامل کے ۔۔۔ غبارِ ناتوانِ قیس بھی پیچھے ہے محمل کے

نہ دیکھا میں نے جی بھر کے نہ چومے ہاتھ قاتل کے ۔۔۔ ملے مٹی میں دو لکھے ساتھ سارے حوصلے دل کے

شبِ فرقت نہ پاس آئے قرار و صبر بھی دل کے ۔۔۔ نہ دیکھا میں نے کام آتے کسیکو وقت مشکل کے

دفورِ رحم سے رک رک گئے ہیں ہاتھ قاتل کے ۔۔۔ کچھ ایسے حسرت آگیں تھے اشارے چشم بسمل کے

نہ چھوٹی مجھ سے عادت میکشی کی خاک میں ملکے ۔۔۔ بنائے جاتے ہیں جام و صراحی اب مرے گل کے

ذرا تھم تھم کے کیجیے ذبح مشتاقِ نظارہ کو ۔۔۔ نکل جائیں دمِ کشتن تو کچھ ارمان بسمل کے

جنھیں نقشِ وفائے عشق پہلے میں نے سمجھا تھا ۔۔۔ جو دیکھا کچھ دنوں کے بعد وہ سب داغ تھے دل کے

غمِ فرقت سے تنگ آکر بھی ہے منہ کھولنا مشکل ۔۔۔ فغاں کے ساتھ نکلے پڑتے ہیں ٹکڑے مرے دل کے

نہ تھا ممکن کہ رہجاتا یہ سننا ایک دن باقی ۔۔۔ ابھی تا گوشِ گل پہونچے نہیں نالے عنادل کے

فلک والے بھی دیکھیں حسنِ دلکش کسکو کہتے ہیں ۔۔۔ کھڑے ہو جاؤ تم اک شب مقابل ماہِ کامل کے

وہ بدقسمت ہوں میں نفرت ہی مجھ سے ایک عالم کو ۔۔۔ یہ آفت ہی کہ بگڑے جاتے ہیں اب زخم تک دل کے

بتوں کو چھوڑ کر خواہش کریں کیوں حور و جنت کی ۔۔۔ نتیجے کیا ملیں گے ہمکو اس تحصیل حاصل کے

دفورِ ناتوانی نے دکھایا یہ اثر اپنا ۔۔۔ نہ اٹھے شور تک زندان سے اپنے سلاسل کے

کبھی رنگِ حنا ایسا نہ آیا ان کے ہاتھوں میں ۔۔۔ یہ شوخی آگئی ہے خونِ ناحق سے مرے دل کے

کوئی عذرِ جفا بہرِ قیامت سوچ رکھ ظالم ۔۔۔ کہ دامن سے نہیں چھٹتے ہیں دھبے خونِ بسمل کے

یہ ہے وقتِ شہادت لذتِ ایذا کشی باقی ۔۔۔ دہانِ زخم بوسے لے رہے ہیں تیغِ قاتل کے

ہوا صدمہ کچھ ایسا عمر بھر کے ساتھ چھٹنے کا ۔۔۔ کہ وقتِ نزع روئیں حسرتیں مجھ سے گلے مل کے

شہادت سے رکھا محروم فرطِ ناتوانی نے ۔۔۔ کہ اُٹھ سکتے نہیں احساں ہے تیغ قاتل کے
نظر اُن کی مرے دل پر ہی میرا دل فدا ان پر ۔۔۔ وہی ہیں مدعی دل کے وہی ہیں مدعا دل کے
پسِ مردن لحد پر میں نے کھائیں ٹھوکریں انکی ۔۔۔ نکالی حسرت پابوسِ جاناں خاک میں مل کے

کہانتک خوابِ غفلت میں رہو گے حضرتِ عشرت
خبر ہے کاروانِ عمر پہونچا پاس منزل کے

ہماری خاک کب آوارہ کو بکو نہ گئی ۔۔۔ پسِ فنا بھی حسینوں کی جستجو نہ گئی
جلا یا دل ہی مرا آہِ آتشیں نے مری ۔۔۔ کبھی یہ بڑھکے سوئے خانۂ عدو نہ گئی
کہاں کہاں میں اُسے ڈھونڈھتا پھرا لیکن ۔۔۔ کبھی تلاش مری تارِ گِ گلو نہ گئی
مجھی سے عشق ہے ناکامی مقدر کو ۔۔۔ کہ میرے پاس سے گاہے سوئے عدو نہ گئی
جفائیں کرتے ہو تم، ہم دعائیں دیتے ہیں ۔۔۔ ہماری وضع نہ چھوٹی تمھاری خو نہ گئی
جو آئی دل میں مرے گھر بنا کے بیٹھ رہی ۔۔۔ نکل کے یاں سے کبھی کوئی آرزو نہ گئی
کہاں سے آگئی ایسی شمیم روح افزا ۔۔۔ نسیم صبح جو ان گیسوؤں کو چھو نہ گئی
یہ پردہ داریِ الفت کا اہتمام رہا ۔۔۔ نکل سکے نہ آہ کبھی دل سے تا گلو نہ گئی
ترے مریض کی تدبیریں سب ہوئیں لیکن ۔۔۔ رہِ صواب کبھی فکرِ چارہ جو نہ گئی
درِ مغاں پہ سبھوں نے شکست پائی ہے ۔۔۔ کسی کی توبہ یہاں آکے سرخرو نہ گئی
کبھی نہ دامنِ جاناں سے اُڑ کے جا لپٹی ۔۔۔ ہماری خاک سے افتادگی کی خو نہ گئی
خدا کے سامنے کس منہ سے جاؤنگا عشرت ۔۔۔ کہ نزع میں بھی تو اس بت کی آرزو نہ گئی

خیالِ زلف پیچاں سے نہیں دم بھر جو خالی ہے — خدا جانے کہ دل پر کیا مصیبت آنیوالی ہے
نگاہِ مست اپنی تو نے ساقی جس پہ ڈالی ہے — قیامت تک کہیں مدہوشی اسکی جانیوالی ہے
تصور میں بھی تجھسا دوسرا آنے نہیں پاتا — اب اس سے بڑھکے کیا تیری لیلیٰ بے مثالی ہے
ادائیں جان لیتی ہیں نگاہیں دل چراتی ہیں — حسینوں میں اسی کا نام شاید خوش خصالی ہے
مرے بخت سیہ کو بھی کوئی نسبت نہیں اس سے — خداوندا شبِ فرقت کی صورت کیسی کالی ہے
جلو میں چلنے کو آمادہ ہیں لاکھوں تمنائیں — یہ کس حسرت زدہ کی آج میت اٹھنے والی ہے
مرے زخمِ جگر کا کچھ تو ظالم پاس کرنا تھا — نمکداں تیرا بھرا او بانیِ بیداد خالی ہے
رہیں گے جسکے دل میں بس اسی کی جان بھی لینگے — حسینوں کی یہ عادت بھی زمانے سے نرالی ہے
نئے انداز سے سلجھا رہے ہیں گیسوئے پرخم — بلائے تازہ کوئی سمجھ یہ شاید آنیوالی ہے
کوئی نسبت ہے ان بانکی اداؤں سے تری ظالم — حسینانِ جہاں کی وضع میری دیکھی بھالی ہے
نہ چھوٹا کوہ و صحرا دشت و دریا شہر و ویرانہ — کسی کی جستجو میں ساری دنیا چھان ڈالی ہے
تپِ فرقت نے سارا خون دل کا چوس ڈالا ہے — نہ ہے اب جسم میں طاقت نہ چہرہ پر بحالی ہے
تمھارے واسطے یا ہم نہونگے یا مرا دشمن — غلط اسکو نہ سمجھو تم یہ اکدن ہونیوالی ہے
نہ نیند آنکھوں میں آتی ہے نہ تسکیں دلکو ہوتی ہے — شبِ فرقت ہے یا رب جان کس آفت میں ڈالی ہے
اٹھاتے چلتے ہیں وہ ٹھوکروں سے فتنۂ محشر — یقیں ہے ہر قدم پر اب قیامت آنیوالی ہے

فراغت ملگئی ہے حاسدوں سے نکتہ چینوں سے
مجھے تو وجہ تسکیں عشرت اپنی بے کمالی ہے

خرام ناز کی تم نے یہ طرز اچھی نکالی ہے | قرار و صبر لٹتے ہیں دلوں کی پائمالی ہے

سنان غمزہ اس بے رحم کافر نے سنبھالی ہے | خداوندا دل مضطر کا میرے تو ہی والی ہے

خبر تم کو نہ ہو مر جائے کوئی کوہ و صحرا میں | یہی شیریں ادائی ہے یہی لیلیٰ مثالی ہے

نہ پوچھو ہجر میں کیا حال ہے کیسی گذرتی ہے | قلق ہے رنج ہے غم ہے الم ہے خستہ حالی ہے

اسی سے باتیں ہوتی ہیں اسی سے جی بہلتا ہے | شب فرقت ہوں میں اور انکی تصویر خیالی ہے

رگ گل سے کمر کو میں نے گر تشبیہ بیجا دی | خفا ہوتے ہو کیوں مجھ سے یہ تصویر خیالی ہے

ہلال عید سمجھے جاں نثاران وفا اسکو | کمر میں آج قاتل کے جو شمشیر ہلالی ہے

دل تاریک کا زنداں ہے روشن یاد سے اُن کی | غلط کیا ہے جو انکو دعوی یوسف جمالی ہے

کہا تھا کس نے تو محشر خرامی جا کے دیکھ انکی | دل کمبخت کو تو خود ہی شوق پائمالی ہے

کہاں شکوہ تمھارا اور کہاں ذکر اپنی قسمت کا | کہاں کی بات تم نے بھی کہاں جا کر نکالی ہے

نہیں رہتی ہے اپنی خاک بھی آرام سے یکجا | پس مردن بھی باقی اسقدر آشفتہ حالی ہے

کریں گے وہ کسی پر امتحان پرسش خنجر | یہ عزت دیکھئے کسکو میسّر ہونیوالی ہے

کوئی دیوانہ ہو جائے یہ اچھی خوش نگاہی ہے | کسیکا دم نکل جائے یہ اچھی خوش جمالی ہے

شکن چتون میں ہیں بل ابرو پہ آنکھوں سے غضب ظاہر | الٰہی دیکھئے کس کس پہ بجلی گرنیوالی ہے

پریشانی میں زلف یار سے کچھ کم نہیں میں بھی | وہاں برہم مزاجی ہے یہاں آشفتہ حالی ہے

چھپائیں کیوں نہ داماں کفن سے اپنا منہ عشرت
چلے ہیں حشر کے بازار میں اور ہاتھ خالی ہے

اداے عشوہ سے انداز سے نزاکت سے — وہ لوٹے لیتے ہیں دلکو ہزار صورت سے

وہ سرفراز کریں خلعتِ شہادت سے — کرونگا شکر ادا میں لبِ جراحت سے

بتوں کا دل بھی کبھی گرم ہو محبت سے — یہ کچھ بعید نہیں ہے خدا کی قدرت سے

جو بہرہ ور ہو قدِ یار کی زیارت سے — وہ فلسفی کبھی منکر نہ ہو قیامت سے

گذرنا ہوتا ہے انساں کو آدمیت سے — خدا پناہ میں رکھے بلائے الفت سے

یہانتک آیا ہوں عاجز میں زورِ وحشت سے — کہ نکلا جاتا ہوں اب حدِ آدمیت سے

نہ تم جفا سے نہ باز آئے ہم محبت سے — ہم اپنی وضع سے عاجز تم اپنی عادت سے

ہیں یادگارِ جنوں اپنے پاؤں کے چھالے — چھپا کے میں انھیں لایا ہوں دشتِ غربت سے

جفا و جور تو زیور ہیں حسنِ صورت کے — ملا ہے خاک میں دل آپ کی کدورت سے

پڑا ہوں میں تو اندھیرے میں مجھکو کیا حاصل — لحد کی چادرِ گل سے چراغِ تربت سے

ذرا بھی کچھ نہیں آہٹ ہوئی درِ دل پہ — کسی کا تیرِ نظر آیا اس نزاکت سے

سہیں فراق کے صدمے اٹھائیں رشکِ رقیب — یہی ہے شرط تو باز آئے ہم محبت سے

کشاکشِ غمِ دنیا سے دل جو گھبرایا — ہم آکے لیٹ رہے قبر میں فراغت سے

ہے فتنہ خیزیِ روزِ جزا اگر مشہور — تو قدِ یار بھی کچھ کم نہیں قیامت سے

فراقِ یار میں کچھ دل بہل ہی جاتا ہے — قلق سے رنج سے حرماں سے یاس حسرت سے

کوئی ہزار خوشامد کرے نہ بولیں گے — بھرے ہوئے ہیں یہ بت ایسے کبر و نخوت سے

ستا لو شوق سے تم بھی نہ ہوگا مجھ کو گلا — کہ میں تو خوگرِ جورِ فلک ہوں مدت سے

سیاہ نامۂ اعمال ہے تو کیا غم ہے　　کہ اس کو دھوئینگے ہم گریۂ ندامت سے

جگر میں داغ ہیں دل آبلوں سے ہی معمور　　گل و ثمر یہ ملے گلشنِ محبت سے

نگاہ غور سے دیکھے کوئی تو ثابت ہو　　فروغ کثرتِ عالم ہی شانِ وحدت سے

سمجھ بھی ہم نہ سکے کون آیا بالیں پر　　دم اخیر تھا کیا فائدہ عیادت سے

کھڑے ہیں سوکھے ہوئے نخل آرزو دلمیں　　بہار آئی نہیں اس چمن میں مدت سے

ہزار مرتبہ آئے تو حشر کیا پروا　ق　نہ اٹھینگے کبھی ہم اپنے خوابِ غفلت سے

دوبارہ عرصہ محشر میں حاضری کیسی　　فراقِ یار کا دن کم تھا کچھ قیامت سے

لگائیں ٹھوکریں اس نے جو میرے مرقد پر　ق　صدا خوشی کی یہ آئی دہانِ تربت سے

نثار ایسی اجل کے ہزار جانیں ہوں　　کہ جس نے بھر دیا دل کو وفورِ عشرت سے

ہزار سال نہ آتی اگر قضا میری　　تو سرفراز نہ ہوتا میں اس سعادت سے

ابھی تو تھے وہ درِ میکدہ پہ استادہ

میں مدتوں سے ہوں واقف جنابِ عشرت سے

ملی تھی قتل میں قاتل کی جو تیغ جانستاں ہم سے　　تو ہم سمجھے گلے ملتی ہے عمرِ جاوداں ہم سے

شبِ غم چھین لے کوئی بھی جانِ ناتواں ہم سے　　کہ اب اٹھتا نہیں واللہ یہ بارِ گراں ہم سے

نہ سننا ہو اگر تم کو ہماری داستاں ہم سے　　تو کہدو قصہ خواں کو سیکھ لے طرزِ بیاں ہم سے

شبِ ہجرِ صنم کچھ ایسی دردِ دل کی شدت ہے　　خدا شاہد کہ اب ہوتا نہیں ضبطِ فغاں ہم سے

پڑی ہے مشتِ خاک اپنی صبا تیزی نہ دکھلائے　　چھوڑا تا کیوں ہو کوئے یارِ ظالم آسماں ہم سے

شبِ غم دیکھتی ہے دور سے آتی نہیں ہم تک / ہماری موت بھی کرتی ہے اب اٹکھیلیاں ہم سے

قفس کی تیرے رونق ہو گئی کیا ہم دل گرفتوں نے / چھڑایا تو نے او صیاد ناحق آشیاں ہم سے

ہوئی ہے دردِ دل سے ایسی کچھ نادیدنی حالت / کہ اب آنکھیں چراتے ہیں ہمارے مہرباں ہم سے

سجایا ہم نے پیکانِ نظر سے کب دلِ محزوں / کھچا جاتا ہے ناحق وہ بتِ ابرو کماں ہم سے

نہ تابِ قید بے مدت نہ عادت نغمہ سنجی کی / نہ خوش صیاد ظالم ہے نہ راضی باغباں ہم سے

رسائی گوشِ گل تک اپنے نالوں کی اگر چاہے / تو لازم ہے کہ بلبل سیکھ لے طرزِ فغاں ہم سے

شبِ فرقت قرار و صبر نے بھی منہ چھپایا ہے / نگاہِ یار کی صورت پھرا ہے اک جہاں ہم سے

بھری محفل میں بھی دل چھین لینے کی یہ جلدی ہے / کہ وہ دزدیدہ نظریں کرتی ہیں سرگوشیاں ہم سے

نہ پروا ہے عزیزوں کی نہ ہے یادِ وطن باقی / جنونِ عشق نے آخر چھڑایا خانماں ہم سے

ضرورت کیا ہے وہ ہمسر کریں مشقِ مسیحائی / پڑے ہیں انکے کوچہ میں ہزاروں نیم جاں ہم سے

ہماری سخت جانی سے کشیدہ ہو گئی اتنی / کہ منہ پھیرے ہی لیتی ہے وہ تیغِ جانستاں ہم سے

ہزاروں منتوں پر بھی نہ پلٹی وائے محرومی / خدا جانے خفا کیوں ہو گئی عمرِ رواں ہم سے

کبھی تم خود ہی چھپ کر دیکھ لو کیا کیا گذرتی ہے / کہاں ممکن کہ حالِ دردِ فرقت ہو بیاں ہم سے

نہیں سنتا ہے کوئی بات بھی برگشتہ بختوں کی / مقدر بن کے پھرتی ہے نگاہِ گلرخاں ہم سے

نہ دل دینے میں کی حجت نہ عذر اب جان دینے میں / پھر آزردہ ہو کیوں آخر نصیبِ دشمناں ہم سے

ہمارے ہمسفر سب منزلِ مقصود تک پہنچے / ہم ایسے پا شکستہ تھے کہ چھوٹا کارواں ہم سے

ہمیں نام خدا لینا ہوا ہے نزع میں مشکل / دمِ آخر نہ ہو جائے وہ کافر بدگماں ہم سے

قفس میں ہمکو اے صیاد اتنی مدتیں گذریں — نہیں کچھ یاد کب چھوٹا ہمارا آشیاں ہم سے
فسردہ سبزہ، پتے زرد، گل سوکھے، چمن ویراں — نہ دیکھا جائیگا واللہ یہ جور خزاں ہم سے

گلی میں اسکی پھر تقدیر لائی ہے ہمیں عشرت
اسی کوچہ میں چھوٹا تھا دل بے خانماں ہم سے

کنج مرقد میں خیال روئے جاناں لے چلے — جی بہلنے کا بس مردن بھی ساماں لیچلے
خار خار فرقت یار وعزیزاں لے چلے — ہاتھ خالی آئے تھے اور بھر کے داماں لیچلے
کوئے جاناں سے نہ ہم دل ہی پر ارماں لیچلے — سر میں بھی سودائے گیسوئے پریشاں لیچلے
دل میں پنہاں شعلۂ عشق حسیناں لیچلے — قبر میں بھی خانہ بربادی کا ساماں لیچلے
کسقدر پیارا ہے تو چھوڑا نہ بعد مرگ بھی — قبر میں بھی تجھکو اے یاد عزیزاں لیچلے
بعد مردن بھی ستمگر ساتھ اپنے قبر میں — تیری حسرت، تیری خواہش، تیرا ارماں لیچلے
اتنی بھی ہمت نہیں صیاد کو میرا قفس — ایک دن بھی زیر دیوار گلستاں لیچلے
آئے تھے دنیا میں تنہا اور یاں سے اپنے ساتھ — مجمع حسرت، ہجوم یاس و حرماں لیچلے
اتنے ارماں جمع ہیں دل میں کہ سمجھے وقت مرگ — ہم بغل میں داب کر محشر کا ساماں لیچلے
تم کو پاس لذت زخم جگر کچھ بھی نہیں — کیوں اٹھا کر میرے پہلو سے نمکداں لیچلے
ہے بڑے نازوں کا پالا یہ دل آفت زدہ — تم کہاں ہم سے چھڑا کر اسکو اے جاں لیچلے
مصر میں بیکار ہے پیراہن یوسف کی بو — چاہیئے باد صبا کوئے کنعاں لیچلے
آئے تھے گلگشت کو منظور تھی غارتگری — وہ تو ساتھ اپنے بہار باغ و بستاں لیچلے

مرحبا اے جذب الفت تجھسے بچ سکتا ہے کون　　حضرت یوسف بھی ٹکڑے اپنا داماں لیچلے

آپ نے تشریف لاکر مجھ پہ یہ احساں کیا　　تاب و طاقت صبر و تسکین دین و ایماں لیچلے

کچھ نشانی چاہیے صحرا نوردی کی ضرور　　توڑ کر تلووں میں ہم خار بیاباں لیچلے

لے چلے یوں کوئے جاناں سے دل سوزاں کو ہم　　جس طرح کوئی چراغ زیر داماں لیچلے

غیرت عشق زلیخا کا کرشمہ کھل گیا　　حضرت یوسف کو جبدم سوئے زنداں لیچلے

ان بتوں کی ہر ادا غارتگری میں فرد ہے　　کیا کوئی ان سے بچا کر دین و ایماں لیچلے

شکر قاتل ہو سکا عشرت نہ کچھ ہم سے ادا

مرتے مرتے سر پہ یہ بھی بار احساں لیچلے

ہمیں جو اپنی نگاہوں سے ہیں گرائے ہوئے　　وہی تو بیٹھے ہیں آنکھوں میں بھی سمائے ہوئے

نکالو دل سے مرے اپنے شوق وارماں کو　　یہاں تو آکے یہ بیٹھے ہیں بے بلائے ہوئے

وہ کہتے ہیں کہ بھلا میں نے لے لیا کیونکر　　تم اپنے دل کو تو سینے میں تھے چھپائے ہوئے

کسی کا داغ جدائی بھی اتنا پیارا ہے　　کہ ہر گھڑی ہیں کلیجے سے ہم لگائے ہوئے

کسی کی چشم سیہ مست و سرمگیں نظریں　　دل فسردہ کو ہیں خاک میں ملائے ہوئے

نہ سوچا کل کہ کوئی میرے غم میں مرتا ہے　　اب آج قبر پہ آئے ہو منہ بنائے ہوئے

اب اپنے جور و ستم پر ہیں اسقدر نادم　　کہ آتے ہیں وہ تصور میں منہ چھپائے ہوئے

اسے بھی ٹھوکروں سے تم نے کر دیا برباد　　جو کچھ نشان لحد تھے مٹے مٹائے ہوئے

مجھے تو حضرت عشرت کا ہے گماں اسپر　　در مغاں سے جو نکلا ہے منہ چھپائے ہوئے

پہونچنا تا درِ مقصود اپنا سخت مشکل ہے ہوئے جاتے ہیں دونوں پاؤں شل اور دور منزل ہے

کسیکے روئے روشن کا تصور ایسا کامل ہے مرا ظلمتکدہ بھی آجکل خورشید منزل ہے

کوئی خنداں کوئی گریاں کوئی بیخود ہے غافل ہے یہ میخانہ ہے ساقی یا کہ دیوانوں کی محفل ہے

جو ناحق ظلم کرنے پر بتِ بیدرد مائل ہے یہاں بھی فضلِ حق سے خوگرِ رنج و بلا دل ہے

حنا کے بدلے حسن افزائے دستِ ناز قاتل ہے بحمد اللہ کسی قابل تو میرا خون شدہ دل ہے

ہمیں کیا خوف گر ملکِ عدم کی سخت منزل ہے کہ رحمت بھی خدا کی ہم گنہگاروں کے شامل ہے

حضوری کا شرف مشقِ صفا سے مجھکو حاصل ہے جسے آئینہ تم سمجھے ہوئے ہو وہ مرا دل ہے

جو دیکھا صدمۂ فرقت اٹھانے مجھسے وہ بولے اسی کو آپ کہتے تھے بڑا نازک مرا دل ہے

وہ پھر فاتحہ تربت پہ آئے ساتھ غیروں کے جفا و جور بھی لطف و کرم میں انکے شامل ہے

کوئی خضرِ طریقت تا درِ یار اسکو پہونچا دے الٰہی یہ دلِ ناداں مرا نادیدہ منزل ہے

نظر آتی ہے ہمکو صاف اپنے مرگ کی صورت مصفا کس قدر آئینۂ شمشیر قاتل ہے

اسی کی روشنی پھیلی ہوئی ہر گوشہ گوشہ میں یہ داغِ نامرادی رونقِ کاشانۂ دل ہے

میں کیوں جھوٹا بنوں دعوائے خونِ بیگنہ کرکے کریگا کون باور ایسا نازک میرا قاتل ہے

خدایا تو ہی کرنا ناخدائی میری کشتی کی چلی بادِ مخالف اور ابھی تک دور ساحل ہے

کریں وہ پردہ داری چشمِ ظاہر سے تو کیا پروا تصور میں تو ہمکو دولتِ دیدار حاصل ہے

جھکا دیتا ہوں سر کو جب نظر پڑجاتی ہے اپنی مجھے محرابِ کعبہ وہ خمِ شمشیر قاتل ہے

بہاریں کتنی آئیں کتنی کلیاں کھل گئیں لیکن ابھی تک ناشگفتہ اک ہمارا غنچۂ دل ہے

جو میں کعبہ کو جاتا ہوں تو دل سوئے صنم خانہ ‏— نہ میں ہوں دل کے کہنے میں نہ میری کہنے میں دل ہے

لحد میں پاؤں پھیلائے ہوئے بےفکر سوتا ہوں ‏— نہیں واقف کہ یہ ملک عدم کی پہلی منزل ہے

کسی گل کو جو دیکھا میں نے مجھ پر ہو گیا روشن ‏— کہ یہ خونی کفن بھی اسکے مقتولوں میں داخل ہے

عداوت سے حسینوں کی ہمارا کیا بگڑتا ہے ‏— وہ دشمن مدعا کے ہیں یہاں بے مدعا دل ہے

حیاتِ جاودانی ملگئی ہم کو شہادت سے ‏— ہمارے حق میں آبِ خضر آبِ تیغِ قاتل ہے

نظر جمنے نہیں دیتی صفائے عارضِ تاباں ‏— تہ خنجر بھی ہم کو حسرت دیدار قاتل ہے

جراحت کا نشاں بھی جسم پر پایا نہیں جاتا ‏— مگر تیغِ نظر سے ان کے سو ٹکڑے مرا دل ہے -

علوے مرتبت کی وجہ حق گوئی ہوا انکی ‏— سرِ منصور کو سولی پہ بھی معراج حاصل ہے

کوئی امید ہمدردی رکھے کس سے زمانے میں ‏— شبِ فرقت میں اپنا غیر اپنی حالت دل ہے

مجھے راحت طلب کہدے نہ کوئی خوف ہے اسکا ‏— شبِ فرقت میں ورنہ جانِ دنیا کون مشکل ہے

ٹھکانا ہے کوئی اس سخت جانی کا معاذ اللہ ‏— رگِ گردن حریفِ خنجرِ خونخوار قاتل ہے

یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے ترا جذبِ دلِ لیلےٰ ‏— غبارِ ناتوانِ قیس بھی ہمراہِ محمل ہے

نصیحت کو یہاں آیا نہ کیجے حضرتِ ناصح ‏— یہاں پگڑی اُچھلتی ہے یہ میخواروں کی محفل ہے

بتوں کو چھوڑ کر حوروں کی خواہش کیوں کریں زاہد ‏— ہمارے فہمِ ناقص میں تو یہ تحصیل حاصل ہے

دکھاتا ہے وہ شانِ بے نیازی ہم سمجھتے ہیں ‏— کہ حالِ عاشقِ جانباز سے بیدرد غافل ہے

حیاتِ جاوداں بخشی ہے فرطِ ناتوانی نے ‏— کہ اب جینے سے اپنے ہاتھ اٹھانا ہمکو مشکل ہے

زمیں کیا آسماں کیا ہے خیالِ بے وفا آں کیا ہے ‏— سوائے یار جو کچھ ہے وہ بالکل نقشِ باطل ہے

ہمیں کٹوا کے سر کتنی ہوئی شرمندگی حاصل — کہ اپنا خون ناحق آج بارِ دوشِ قاتل ہے

ترا تیرِ نظر کیا ڈھونڈھتا ہے میرے پہلو میں — پتہ بھی ہے کہیں لگا کدھر دل ہے کہاں دل ہے

کوئی پوچھے درِ میخانہ پر کیوں بھیڑ ہے اتنی — نہ یاں پریوں کا مجمع ہے نہ یہ حوروں کی محفل ہے

نہ سوکھے بعد مردن بھی مرا زخمِ جگر یا رب — یہ ہدیہ یادگارِ ناوکِ بیداد قاتل ہے

اُن آنکھوں کی ضرورت ہے پسِ پردہ بھی جو دیکھیں — کہ انکا دیکھنا اس چشمِ ظاہر بیں سے مشکل ہے

یہاں کیا دخل تسکین و قرار و صبر کا عشرت
دل ویرانہ اپنا عشقِ غارتگر کی منزل ہے

سہتے ہیں کنجِ قفس میں بدعتیں صیاد کی — بلبلِ تصویر ہیں عادت نہیں فریاد کی

خیر یا رب آشیانِ بلبلِ ناشاد کی — بجلیاں بنکر نگاہیں پڑتی ہیں صیاد کی

مشق میں کرتا ہوں ضبطِ نالۂ و فریاد کی — بن پڑی ہے اس جفا جو بانیِ بیداد کی

سہتے ہیں ظلم و ستم عادت نہیں فریاد کی — ورنہ ہستی ہے کوئی اس چرخ بے بنیاد کی

ہر کلی دل تنگ ہے ہر گل گریباں چاک ہے — کچھ ہوا بدلی ہوئی ہے گلشنِ ایجاد کی

سخت جانوں سے کسی دن پڑ گیا گر سابقہ — قلعی کھل جائیگی ساری خنجرِ فولاد کی

آپ تو ظلم و ستم سے ہاتھ اُٹھاتے ہی نہیں — مجھ پہ ہے تاکید ضبطِ نالۂ و فریاد کی

چلتے پھرتے ایکدن آجاؤ بالینِ مزار — کوئی حسرت تو نکل جائے دلِ ناشاد کی

لا یا جوئے شیر یہ اُسنے بہایا جوئے خوں — تیشۂ فرہاد سی ہمت نہ تھی فرہاد کی

کہتے ہیں ہم کو تری ایذا دہی سے کیا غرض — ہم حسینوں میں تو اب کے رسم ہے بیداد کی

ضعف سے ٹکڑے نہو تا دامن صبر و قرار　　زورِ وحشت نے مگر کیا وقت پر امداد کی

کیا صفائی تھی کہ اک تسمہ لگا رکھا نہیں　　یاخدا قوت فزوں ہو بازوئے جلاد کی

دیکھ او شیریں ادا انصاف ہو تجھ میں اگر
جاں کنی عشرت کی اور خارا کنی فرہاد کی
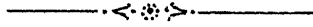
زینت عنوان کلامِ قدیم　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لب پہ ہے حمد و شکر غفور الرحیم کا　　سیپارہ ہے بغل میں الف لام میم کا
کیونکر نہ دوش عرش معلےٰ کو ناز ہو　　پہونچا قدم حبیب خدائے کریم کا

قیامت تک تیرہ خاکداں ظلمتکدہ رہتا　　نہ ہوتا نور گر ساطع جمالِ مصطفائی کا
خدا کو اُس نے دیکھا کی زیارت جسنے حضرت کی　　جمالِ پاک آئینہ ہے نورِ کبریائی کا

رات بھر پردہ دری شغل تھا سودائی کا　　الجھا ہاتھوں سے گریبان شبِ تنہائی کا

الٰہی تیری رحمت کے سوا بازار محشر میں　　نہیں ہے مشتری کوئی ہماری جنس عصیاں کا

نہ چھوڑا سوزشِ پنہاں نے دلمیں قطرۂ خوں کسی کا ناوکِ دلدوز شرمسار آیا

<-->

شوق سے تم لیلو دل کو مجھسے پوچھیگا کوئی میں یہ کہدونگا کہ اک آوارہ تھا جاتا رہا

<-->

تعجب کیا کہ ہو جائے پسند رحمتِ باری یہ چشم اشکبار اپنی یہ رو ئے شرمسار اپنا
ترے کوچہ میں ہو کر دفن یہ تشویش ہی ہر دم عدو کی ٹھوکروں ہی ہیں مٹ جائے مزار اپنا

<-->

بڑھتے ہیں دو شمار سے نخچیر دیکھنا ترکش میں کوئی کم تو نہیں تیر دیکھنا
کیا وحشیٔ ضعیف کا ملتا نہیں نشاں مشعل جلا کے خانۂ زنجیر دیکھنا
مجھ ناتواں کو دیکھ کے کہتا ہے سب وہ مجنوں کے بعد آپ کی تصویر دیکھنا

<-->

عشقِ بتاں میں دانۂ تسبیح سے نہاں رکھنے لگا ہے شیخ بھی زنار دیکھنا

<-->

دل و جگر میں لگائے جو آگ سوزِ نہاں خدا کے واسطے اے چشم تر بجھا دینا
صفائیوں کے ہیں جوہر جو تجھ میں اے دمِ تیغ تو میری زیست کا قصہ ذرا چکا دینا
نہ آیا شوخیٔ رفتار کو کچھ اس کے سوا بنا کے صورتِ نقشِ قدم مٹا دینا

<-->

دل لے چلا ہے مجھکو چاہِ ذقن کی جانب　　اس مدعی نے رستہ بتلا دیا کہاں کا

ہائے وہ دل جو کبھی تھا مسکنِ عیش و نشاط　　شومیِ قسمت سے ارمانوں کا مدفن بن گیا
اس رخِ روشن کے آگے عرصہ گاہِ حشر میں　　مہرِ محشر اک چراغِ زیرِ دامن بن گیا

گوش بر آواز ہے بسمل کی روح　　پھر تو کہو ہائے یہ کیا ہو گیا
قتل پر اٹھتی نہیں شمشیرِ ناز　　بار گراں عذرِ جفا ہو گیا
جب یہ سنا آپ ہیں پیماں شکن　　دل بھی مرا عہد وفا ہو گیا

چھینٹے دینے سے عدو کے نہیں مٹی ہستی　　پھول کاغذ کے چمن کا ہوں کہ گل جاؤنگا
گر دمِ نزع وہ آجائے عیادت کیلئے　　مرتے مرتے بھی میں دم بھر کو سنبھل جاؤنگا

دیکھ تو لوں اسی صورت سے ملاقات کی رات　　تم مرے گھر میں ٹھہر جاؤ اگر رات کی رات
ظلم کیا کیا نہ کئے روح پہ میری شبِ غم　　ملک الموت کے ہاتھ آئی مکافات کی رات
حالتِ غمزدگاں پوچھتے ہو کس منہ سے　　تارے گن گن کے بسر کرتے ہیں آفات کی رات

اسیر ہونے کی صیاد ہے ہوس مجھ کو　　اٹھا دے دل سے مگر موسمِ بہار کی قید

نظر پڑے کہیں آوارگی کو حدِ وفا   نصیبِ دل کو رہے کوئے زلفِ یار کی قید

حال کیا پوچھتے ہو عشرت کا   مِٹ گیا ہے اک اچھی صورت پر

رکھتے ہیں فصلِ گل میں اسیرانِ باوفا   کنجِ قفس سے خانۂ صیاد سے غرض
ہم نے ادائے نازِ تبسم پہ جان دی   مقتل سے واسطہ ہے نہ جلاد سے غرض
کیا فرطِ اتحاد سے رکھتی ہے بیخودی   دیوانگی میں چشمِ پریزاد سے غرض

قدرت نہیں نگاہ اٹھانیکی ضعف سے   دیکھے ہیں انتظار کے بیمار الحفیظ
رنگِ شفق سے دھبّے ہیں دامانِ چرخ پر   کس اوج پر ہے دیدۂ خونبار الحفیظ

ہر دل عزیز تھا جو چلا میں جہان سے   روتے ہیں پڑھ کے کافر و دیندار الوداع
کن شوخیوں سے بولی مرے جسمِ زار سے   اپنی زباں میں جنبشِ رفتار الوداع

نزاکت چومتی ہے دستِ جرأت   وہ شرمائے جو آدھی کھینچکر تیغ
کٹے جاتے ہیں دل ہی دل میں دشمن   جوابِ نامہ ہے اے نامہ بر تیغ
ابھی ہو قتل کی تدبیر معدوم   وہ آئیں تو کمر سے باندھکر تیغ

آپ کے دل کی کدورت سے ملا کر دیکھتے ماتگ لاتے ہم بھی تھوڑی خاطر دشمن سے خاک
پھر رہی ہے آہ شاید عندلیب تفتہ جاں اُڑ کے پہونچی ہر طرف صیاد بہ گلشن سے خاک

تدبیر جب نہ ہاتھ لگے گی کہیں سے ٹھیک تب ہونگی حسرتیں دل اندوگیں سے ٹھیک

ریاض قلب میں تازہ رہینگے داغ کے پھول غم خزاں نہیں کھلتے ہمارے باغ کے پھول
پہ بعد مرگ بھی تاثیر تیرہ بختی ہے سیاہ ہیں سر تربت مرے چراغ کے پھول
کچھ ایسی گرم چلی ہے ہوا تعلق کی فسردہ گلشن خاطر میں ہیں فراغ کے پھول

دست گیری جو کرے مل کے زبان دم تیغ بات کہنے میں کٹے موت کی منزل قاتل
میرے پہلو میں تہ کس طرح ملے چین اسے کہ ترے تیر کا پیکاں ہے مرا دل قاتل

دیکھے مرے خیال کے شعلہ کا اوج اگر عنقا جلائے رشک سے شہپر چراغ میں
کس طرح مرغ نامہ رساں کا گذر ہوا جلتا جہاں ہو خون کبوتر چراغ میں

دانستہ عنایت کے اشارے ہیں عدو سے مشاق ہو دزدیدہ نگاہی کی ادا میں
آنکھوں کے ملاتے ہی اڑا لیے گئی نکیں پر کس نے لگائے نگہ ہوش ربا میں

مگر کوئی نہ کوئی رشکِ مہر آتا ہے　　جھلکتی پھرتی ہے شبنم چمن کے پردے میں

اڑتے نہیں ہیں دل کے شرر دودِ آہ میں　　رونق ہے نورِ نجم کی روزِ سیاہ میں
دھوکے جو لاغری نے دیے ہیں شبِ فراق　　بالیں پہ آکے موت کبھی ہے اشتباہ میں

تمنا ہے نشانی اس کی لیتا جاؤں مدفن میں　　چھپا لوں خنجرِ قاتل کو میں زخموں کے دامن میں
الٰہی برق مضطر ڈھونڈھتی پھرتی ہے اب کس کو　　کہیں دو چار خس باقی نہوں میرے نشیمن میں

جو نگاہیں میرے دل کو تیر و پیکاں ہو گئیں　　غیر کے حق میں دوائے دردِ پنہاں ہو گئیں

بنایا دل کو دیوانہ دکھا کر حلقۂ گیسو　　کوئی ہمدم ہمارا بھی شبِ فرقت میں ہے نہ دو

دل میں بڑھا جو حسرتِ دیدار کا فروغ　　اب دیکھیے تو آنکھ کے پتل میں آرزو

وصفِ حسنِ روز افزوں گر ترا تحریر ہو　　گفتگو باقی رہے گر عمر بھر تقریر ہو
کچھ نہ ثابت ہو سوا تیرے خرامِ ناز کے　　شیخ سے اثبات محشر میں اگر تقریر ہو

شبِ امید کا شاید یہیں نشاں مل جائے   تمھارے گیسوئے پُرپیچ و تاب دیکھیں تو

عقدہ کشا ہوں کاتبِ اعمال بھی اگر   مشکل ہے کھولنی مری تقدیر کی گرہ

کب پائے ناتواں نے دیئے ہیں مجھے جواب   جب قابلِ جفا ہوئے اس مہ لقا کے ہاتھ

بس میں ہو غیرتِ شمشاد اگر تو میرے   سر کو قدموں پہ رکھے سروِ لبِ جو میرے
حلقۂ زلف میں قطرے ہیں پسینہ کے کہ ہیں   دیدۂ آہوئے تاتار میں آنسو میرے

ناامیدی نہ مٹا صورتِ امید وصال   اک یہی نقشہ تصوّر میں کھچا رہنے دے

کوچۂ ظلم میں یا دشتِ محبت میں صبا   آج دیکھیں تو کہاں چلتی ہے اُلٹی سیدھی

دستِ الفت بستۂ زنار رہنے دیجئے   کفر ہی میرے گلے کا ہار رہنے دیجئے
مل گئے جب دل سے دل بیکار ہے یہ کشمکش   آئیے بس ہو چکی تکرار رہنے دیجئے

تصور کو قدِ دلدار اُٹھتے بیٹھتے چلتے   دکھائے حشر کے آثار اٹھتے بیٹھتے چلتے

کوئی امید ہے جو قلب کو بےچین کرتی ہے　　ہمیشہ حسرت دیدار اٹھتے بیٹھتے چلتے

<-0->

ہے جس کو ربط ترے تیغ سے او ظالم　　میں جانتا ہوں وہ تقدیر نامہ بر ہوگی
جواب شوخی نقش قدم سے پوچھیں گے　　ضرور کچھ دل گم گشتہ کی خبر ہوگی

<-0->

ساتھ قاصد کے اجل بنکر عتاب آنیکو ہے　　زیست کو اللہ کے گھر سے جواب آنیکو ہے
جانب گلشن وہ رشک آفتاب آنیکو ہے　　جان شبنم پر مقرر انقلاب آنیکو ہے
کسی نے صبر کے لوٹے ہزاروں کارواں　　ایک رہزن اور ہنگام شباب آنیکو ہے

<-0->

دشمن کبھی فریاد و بکا سے نہیں ڈرتے　　سچ مچ یہ دل آزار بلا سے نہیں ڈرتے

<-0->

سرو شمشاد کو نظارہ مبارک عشرت　　صحن گلزار میں وہ آج خراماں ہونگے

<-0->

دیکھیے سودائیوں کی غفلتیں اچھی نہیں　　زلف عنبر بار کی خوشبو سونگھانا چاہیئے
کیوں بھٹکتی پھر رہی ہے کوئے قاتل میں اجل　　یاں بھی دم بھر کو شب فرقت میں آنا چاہیئے

<-0->

نقاب عارض روشن اگر ذرا الٹی　　ابھی فلک پہ پھری مہر کی ضیا الٹی

شب فراق کی ظلمت نے راستہ روکا　　کہ در تک آکے فلک سے پھری بلا الٹی

دل لگا کر ہوئے رسوائے جہاں گھر بیٹھے　　ہائے کیا ہمکو یہ سوجھی تھی یہ کیا کر بیٹھے
بے مٹے اُٹھ نہیں سکتے ہیں یہاں سے ہرگز　　بن کے نقش کف پا ہم ترے در پر بیٹھے
لوگ آئے بھی مرے پہلو میں وہ اُٹھ بھی گئے　　وہ سنوارا ہی کیے زلفِ معنبر بیٹھے

اسیرانِ قفس پر کیا ستم صیاد کرتا ہے　　رہی طاقت نہ جب اُڑنے کی تو آزاد کرتا ہے

اپنی آنکھوں پہ مجھے پیار نہ آئے کیونکر　　کہ انھیں پردوں میں اک جلوہ نہاں رہتا ہے
آئینہ ہاتھ میں لو حسن کی شوخی دیکھو　　یوں نہ پوچھو کہ مرا ہوش کہاں رہتا ہے
ضعف میں بھی کسی قابل تو رہا دل صد شکر　　جو ہوا خواہی میں ہمراہ فغاں رہتا ہے

بزم عدو سے صاف کب اے مہ لقا چلے　　پوشاک ہی پہ عطر کا دھبّا لگا چلے
بابِ اثر سے گر نہیں پاتے جوابِ نیک　　کیوں بھیک مانگنے مرے دستِ دعا چلے
آئے جو کوئے یار میں ہم اپنے دل کیا تھا　　ایسے وفا شعار تھے ہستی مٹا چلے

دیکھ اے بانیٔ شر الفتِ قلبی کی ہوس　　ناوکِ ناز کو پہلو سے لگا رکھا ہے

رشک کی آنکھ بری پڑتی ہی قاصد کیطرف　　نامہ شوق کئی دن سے لکھا رکھا ہے

فاصلہ موت کا اک ہاتھ سے کم تھا دمِ قتل　　دیکھی جب ہاتھ میں سفاک کے شمشیر کھنچی

برق ہی موجِ تبسم سے گراتے جاتے　　خرمنِ ہستی اعدا تو جلاتے جاتے
میری تربت پہ اگر چار قدم آے تھے　　آبرو ہوتی جو دو اشک بہاتے جاتے

فرقت زلف و رخ یار میں وحشت جو بڑھی　　مشغلے جامہ دری کے ہمیں دن رات رہے
جھوٹ بھی غیر سے کرلیتے ہیں سرگوشی وہ　　کہ مرے دل میں کھٹکتی ہوئی اک بات رہے

پہلو میں شگاف کرکے دیکھو　　کیا کہتے ہو کوئی شئے نہیں ہے
سنکر وہ شکستِ دل کو بولے　　اس راگ کی کوئی لَے نہیں ہے

یہ ہدیہ عشق کی درگاہ میں مقبول ہو یارب　　تلاشِ یار میں مٹ جائے جانِ ناتواں میری

مخمسات

مخمسہ بر غزل شاعر جادو تقریر محقق بے نظیر منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی استاد والی رامپور

ناحق خیال حشر سے دل ناصبور تھا　　بے وجہ مجھ پہ شرم گنہ کا وفور تھا
بیکار خوفِ پرسشِ روزِ نشور تھا　　موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا
بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

زاہد کو اپنے حسنِ عمل پر غرور تھا　　ناداں تھا اس کے فہم و خرد کا قصور تھا
ہنستا تھا مجرموں پہ بڑا بے شعور تھا　　موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا
بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

محشر میں عابدوں کو عمل پہ غرور تھا　　اور عاصیوں کے دل پہ حیا کا وفور تھا
بخشش پکار اٹھی یہی ہونا ضرور تھا　　موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا
بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

جبتک کہ فہم غیر سے دل بے شعور تھا　　جبتک فنائے ذات کا باقی سرور تھا
جبتک خیال منزلِ کثرت سے دور تھا　　جبتک کہ چشم شوق میں وحدت کا نور تھا
جس بام پر نگاہ پڑی کوہِ طور تھا

یارب میں کیوں تھا مرگ و قضا کا اُمیدوار کیوں صدمۂ فراق سے دو بھر تھی جانِ زار
سو سو طرح سے گرچہ کیا ضبط اختیار فرقت میں کیوں نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار
کیا دونوں پہلوؤں میں دلِ ناصبور تھا

تھا مرغ روح کس قدر انداز کا شکار تھی کیسی نوکِ نشتر آفت جگر کے پار
کس کشمکش میں جان تھی کیسا تھا اضطرار فرقت میں کیوں نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار
کیا دونوں پہلوؤں میں دلِ ناصبور تھا

ابتک ہے یاد صدمۂ ہجراں کا اضطرار آنکھوں کا انتظار حواسوں کا انتشار
آتا ہے سوچ وصل میں مجھکو یہ بار بار فرقت میں کیوں نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار
کیا دونوں پہلوؤں میں دلِ ناصبور تھا

بیٹھا اگر تو دل میں اٹھا درد بار بار اٹھا اگر تو ضعف یہ بولا کہ ہوشیار
لیٹا اگر تو گھٹنے لگی تن میں جانِ زار فرقت میں کیوں نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار
کیا دونوں پہلوؤں میں دلِ ناصبور تھا

اچھا نہ تھا میں درد جدائی سے اشکبار اچھا نہ مجھکو صدمۂ دوری تھا زینہار
تو ہی بتا دے بہر خدا او ستم شعار فرقت میں کیوں نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار
کیا دونوں پہلوؤں میں دلِ ناصبور تھا

خود بینیوں سے انکو تعلق نہ تھا کبھی آرائشوں سے کرتی رہی منع کمسنی
بھولے وہ ایسے تھے کہ ذرا عقل ہی نہ تھی آئی جو شام وعدہ تو مہندی طلب ہوئی

مطلب کے وقت دیکھئے کیسا شعور تھا

آرائشوں سے کام نہ تھا ان کو گر کبھی ‏ ‏ مطلب شانہ سے تھا نہ مرغوب آرسی
یہ بھی ادا تھی اُن کی نہ تھا فعل کمسنی ‏ ‏ آئی جو شام وعدہ تو مہندی طلب ہوئی
مطلب کے وقت دیکھئے کیسا شعور تھا

وہ عشرت نحیف وفا کا جو تھا اسیر ‏ ‏ سفاک نے نہ پوچھا اسے جان کر حقیر
ہوتا ہے وقت بد میں کوئی کسکا دستگیر ‏ ‏ اک نیمجاں کا کام نہ پورا ہوا امیر
قاتل کو تیغ ناز پہ کتنا غرور تھا

خمسہ دیگر بر غزل شاعر جادو تقریر محقق بینظیر منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی استاد والی رامپور

خوشی سے سہنا تھا دکھ یار کی جدائی کا ‏ ‏ ستم اٹھانا تھا اس بت کی کج ادائی کا
بھلائی نام ہے معشوق کی برائی کا ‏ ‏ گلہ زباں پہ نہ لانا تھا بیوفائی کا
امیر ڈوب گیا نام آشنائی کا

ملال کیوں رہے اس بت کی کج ادائی کا ‏ ‏ گلہ ہو کیوں مجھے قسمت کی نارسائی کا
پسند کیوں نہو صدمہ شب جدائی کا ‏ ‏ عزیز کیوں نہو داغ اسکی بیوفائی کا
کہ ہے صلہ یہی مدت کی آشنائی کا

زباں پہ شکوہ کب آیا تھا بیوفائی کا ‏ ‏ کہ طعنہ دیتے ہو تم جھوٹی آشنائی کا
جو رنج ہے تو مقدر کی نارسائی کا ‏ ‏ کیا تھا کس سے گلہ میں نے کج ادائی کا
تجھے تو شوق ہے اے جنگجو لڑائی کا

جو مسجدوں میں تماشہ ہے جبہہ سائی کا　　تو بتکدوں میں بھی جلوہ ہے خود نمائی کا
قصور ہے تو فقط عقل کی رسائی کا　　کہاں نہیں ہے تماشہ تری خدائی کا
مگر جو دیکھنے دے رعب کبریائی کا

ہوا بدل گئی دورِ خزاں جہاں سے اٹھا　　ہجوم گل سے نہیں دشت میں بھی خالی جا
بڑھا ہوا ہے پھر ان روزوں ولولہ دل کا　　بہار آئی ہے پھر خیر ہو خداوندا
جنوں کے ہاتھ میں دامن ہے پارسائی کا

کہا جو میں نے شب وصل میں تو رحم کرو　　ہمارے رشتۂ تقدیر کی گرہ کھولو
دیا جواب یہ ظالم نے دل دکھانے کو　　شب وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

غرور ایسا حسینوں کو ہو گیا پیدا　　کہ اب مٹانے لگے یہ لکھا مقدر کا
یہ اختیار یہ دعویٰ تو دیکھئے گا ذرا　　خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا
بتوں نے کاسہ اسے کر دیا گدائی کا

نہ فتنۂ دم محشر سے خوف کرتا ہوں　　نہ خوف پرسش اعمال ہی سے مرتا ہوں
وہ بات اور ہے جس غم سے آہ بھرتا ہوں　　میں طولِ روز قیامت کو سن کے ڈرتا ہوں
کہ دن نہ ہو وہ کہیں یار کی جدائی کا

جواب یوں تو مجھے دے چکی مری طاقت　　چلا ہوں پھر بھی ترے ساتھ دیکھنا ہمت
تجھے بھی جھیلنی ہو گی مرے سبب وقت　　چلی تو ہے مجھے صحرا کو لے کے اے وحشت
مگر خیال ہے لازم شکستہ پائی کا

کہانتاک آتش حسرت میں شمع ساں جلیئے　　کھڑے کھڑے کف افسوس تابکے ملیئے
یہ بات مانئے عشرت کی یانسے اب ٹلیئے　　گذر نہیں ہے حرم میں تو دیر کو چلیئے
امیر کام کہیں بند ہے خدائی کا

خمسہ برغزل شاعر خوش بیان نواب میرزا خان صاحب داغ دہلوی شاگرد ذوق

کبھی نظر کا گلہ صرف رہگذار کیا　　کبھی الجھ کے گریباں کو تار تار کیا
ستم کیا دل بیکس کو بیقرار کیا　　غضب کیا ترے وعدہ پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا

شروع عشق میں انجام کا نہ دھیان رکھا　　حواس و ہوش و شکیب و تواں نثار کیا
جفا و جور کو سمجھا کیا میں ناز و ادا　　جب انکو طرز ستم آگئی تو ہوش آیا
برا ہو دل کا برے وقت ہوشیار کیا

کمی نہ مشق خموشی میں ہم نے کی ظالم　　پڑا ہو جان ہی تن سے نکل چلی ظالم
ہے آجتک تو وہی گفتگو تری ظالم　　کہاں کا صبر کہ دم پر ہی بن گئی ظالم
بہ تنگ آئے تو حال دل آشکار کیا

قرار و صبر و سکوں کو سلام کرتے ہیں　　بلا سے ہم انھیں بیتابیوں میں اچھے ہیں
ہم ایسی طنز کی باتوں کو سننے والے ہیں　　تڑپ پھر اے دل ناداں کہ غیر کہتے ہیں
اخیر کچھ نہ بنی صبر اختیار کیا

کسی طرح نہ پھرے وہ مری طبیعت ہے　　قبول کر لے جب دل وہ میری چاہت ہے
عدو بھی مان لے جسکو وہ میری الفت ہے　　رقیب و شیوہٴ الفت خدا کی قدرت ہے
وہ اور عشق بھلا تم نے اعتبار کیا

رقیب سے جو تمھیں چار دن کو صحبت ہے　　بھروسہ اس پہ ہوا عاشقوں سے نفرت ہے
تمھاری عقل پہ صاحب خدا کی رحمت ہے　　رقیب شیوہٴ الفت خدا کی قدرت ہے
وہ اور عشق بھلا تم نے اعتبار کیا

کہیں یہ کس سے کہ ہم کس لئے تڑپتے ہیں　　بتائیں کیا کہ جدائی کے غم میں کیسے ہیں
خدا کا شکر ہے جس حال میں ہیں اچھے ہیں　　نہ پوچھو دل کی حقیقت مگر یہ کہتے ہیں
وہ بیقرار رہے جس نے بیقرار کیا

ہمیں اٹھائے ہوئے تھے ہزاروں جور و جفا　　ہمیں نے نقد دل و جاں نثار تجھ پہ کیا
ہمیں کو شوق نظارہ تھا اے صنم تیرا　　تجھے تو وعدہٴ دیدار ہم سے کرنا تھا
یہ کیا کیا کہ جہاں کو امیدوار کیا

خمسہ بر غزل شاعر نامعلوم

کبھی اپنی چمک سے غیرت نور قمر ہونا　　کبھی اپنی تپش سے رشک صد برق و شرر ہونا
تجلی چاہیئے ہر وقت منظور نظر ہونا　　نئی صورت سے روشن آج اے داغ جگر ہونا
کہ خورشید فلک بھی بھول جائے جلوہ گر ہونا

مقدر میں تھا ساماں وصل کا پیشِ نظر ہونا   غنیمت ہے کسی کافر کا مہماں میرے گھر ہونا

ترا بھی لطف کچھ لازم ہے میرے حال پر ہونا   نئی صورت سے روشن آج اے داغ جگر ہونا

کہ خورشید فلک بھی بھول جائے جلوہ گر ہونا

کبھی دل میں تڑپ ہونا کبھی دردِ جگر ہونا   کبھی فرطِ الم سے سر پٹکنا نوحہ گر ہونا

ہجوم یاس سے دونوں جہاں سے بیخبر ہونا   تڑپنا، تلملانا، آہ کرنا، دردِ سر ہونا

کسی کی یاد میں یہ حال اپنا رات بھر ہونا

میانِ کوئے جاناں گرچہ مشکل تھا گذر ہونا   مقدر نے کیا منظور لیکن راہبر ہونا

تحیر خیز اک نظارہ تھا پیشِ نظر ہونا   قریبِ شام اس خورشید رو کا جلوہ گر ہونا

انوکھا واقعہ ہے شام سے پہلے سحر ہونا

ابھی واقف نہیں تم ضبط دردِ غم کی راہوں سے   عوض لیتا نہیں منظور مجھکو کینہ خواہوں سے

نہ دیکھو میری خاموشی کو ذلت کی نگاہوں سے   ہلا دونگا زمین و آسماں اک دو آہوں سے

دکھا دونگا دو عالم کا تمھیں زیر و زبر ہونا

کہاں ہوتا تھا قتلِ عام ابرو کے اشارے میں   نگاہ ناز کب تھی گھر بناتی دل کے گوشے میں

سلیقہ کون سا تم کو تھا ظلم و جور کرنے میں   دعا دو اس دلِ ایذا طلب کو جسکے صدقے میں

تمھیں بیٹھے بٹھائے آگیا بیداد گر ہونا

خمسہ بر غزل شاعر جادو تقریر رشک مرزا و میر خواجہ وزیر وزیر لکھنوی

یہاں جس بخت کو روتا ہو بے تاب و تواں ہوکر
وہی قسمت ہاں سایہ فگن ہے سائباں ہوکر
نہیں مٹتا مقدر کا لکھا بے خانماں ہوکر
چلا ہے او دلِ راحت طلب کیا شادماں ہوکر
زمینِ کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہوکر

بنیں گے بیوفا ہوش و خرد عمر رواں ہوکر
گرے گی صبر پہ بجلی نگاہِ دلستاں ہوکر
اٹھانا ہوگا رشکِ غیر تجھ کو ناتواں ہوکر
چلا ہے او دلِ راحت طلب کیا شادماں ہوکر
زمینِ کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہوکر

پہونچ جا منزلِ ادراک تک وہم و گماں ہوکر
اٹھا دے پردۂ دوری نگاہِ رازداں ہوکر
تقرب ذاتِ حق سے ڈھونڈھ بے نام و نشاں ہوکر
گذر جا عالمِ امکان سے ایدل نوجواں ہوکر
گرادے چار دیوار عناصر لامکاں ہوکر

اسی دن کو تصور کرکے آہ سرد بھرتے تھے
انھیں تنہائیوں کو سوچکر دن رات مرتے تھے
وہی دن آگیا اب ہائے ہم جسدن کو ڈرتے تھے
اسی باعث تو قتلِ عاشقاں سی منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسفِ بے کارواں ہوکر

ہماری سخت جانی سے نہ کچھ دلمیں خفا ہونا
بہت مشکل ہے اے تیغِ ستم مشکلکشا ہونا
نہیں آساں ہمارے عقدۂ لاحل کا وا ہونا
غضب ہے روح سے اس جامۂ تن کا جدا ہونا
لباسِ تنگ ہے اتریگا آخر دھجیاں ہوکر

گئے بچھے قتل گہ میں ساتھ امید شہادت کے ۔ نہ ٹھہرے لائق کشتن بھی اس تقدیر کے صدقے
قضا آئی ہماری بھی مگر کیسی خرابی سے ۔ کیا غیروں کو قتل اس نے موئے ہم رشک کے مارے
اجل بھی دوستو آئی نصیبِ دشمناں ہو کر

نہ رسوائی سے ڈرتے ہو نہ بدنامی سے ڈرتے ہو ۔ ستم ڈھاتے ہو دم لطف و عنایت کا بھی بھرتے ہو
اسی مہماں نوازی میں تو سب کچھ کر گذرتے ہو ۔ ادا سے جھک کے ملتے ہو نگہ سے قتل کرتے ہو
ستم ایجاد ہو ناوک لگاتے ہو کماں ہو کر

پریشاں حال ہیں گلچیں اسی ماتم میں ہے سنبل ۔ گریباں چاک و دل پرخوں اسی افسوس میں ہے گل
صبا بھی ہر روش پر خاک اڑا کے کر رہی ہے غل ۔ نہ توڑے پھول کوئی ٹوٹ جائیگا دلِ بلبل
پھرے گا طائرِ رنگِ چمن بے آشیاں ہو کر

ثناخوانی مری کیونکر کرے گا حاسدِ جاہل ۔ حقیقت میری وہ سمجھے جو ہو اس علم میں کامل
جواب اپنا بھی بیشک مثل عشرت ہے بہت مشکل ۔ وزیر اسکا ہوں میں شاگرد جس کو کہتے ہیں عادل
لیا ملک معانی بادشاہِ شاعراں ہو کر

خمسہ بر غزل شاعرِ شیریں بیان نواب سید محمد خان رند شاگرد رشید خواجہ حیدر علی آتش

شبِ فرقت رہا معشوق جو باہر باہر ۔ آنکھ سے نیند بھی مثل مژہ یکسر باہر
اک گھڑی گھر میں رہا میں تو گھڑی بھر باہر ۔ رات گذری مجھے پھرتے ہوئے اندر باہر
کبھی دالاں میں بچھایا کبھی بستر باہر

نہ تو معشوق ہے پہلو میں نہ کوئی غمخوار   طرفہ اس پر ہے کہ دل کو بھی نہیں صبر قرار
اس کے ہاتھوں سے یہاں تک میں ہوا ہوں بیزار   شب فرقت میں یہی آتا ہے جی میں ہر بار
پھینک دوں چیر کے سینہ دلِ مضطر باہر

کچھ نہ پوچھو کہ ہے اس شوخ کا کیسا انداز   قد قیامت ہے غضب ناز بلا کا انداز
کسی معشوق میں دیکھا نہیں ایسا انداز   طرز پوشاک جدا سب سے نرالا انداز
سارے گہنوں سے ہے اُس شوخ کا زیور باہر

کیا خطا میں نے کی کیوں رک گیا مجھ سے ساقی   ایک جام اور بھی دے میں ترے صدقے ساقی
تو مجھے جام دے مجھ سے یہ دعا لے ساقی   دور گردوں رہے جب روز تک اے ساقی
حلقۂ بادہ کشاں سے نہ ہو ساغر باہر

چلدیئے صبر و سکوں رشتۂ الفت کو توڑ   تو بھی گھبرا کے چلا جاتا ہے یوں منہ کو نہ موڑ
ہو نہ بیتاب ٹھہر کچھ تو سنبھل ضبط نہ چھوڑ   صبر کر صبر شب ہجر میں پہلو کو نہ توڑ
کیا نکل جائیگا تو اے دلِ مضطر باہر

خمسہ بر غزل شاعر خوش بیان نواب میرزا خاں صاحب داغ دہلوی شاگرد ذوق

جفا بھی کرتے ہیں وہ تو کمال کرتے ہیں   نئے چلن سے ہمیں پائمال کرتے ہیں
کہ اُن سے وصل کا جب ہم سوال کرتے ہیں   نگاہ پھیر کے عذر وصال کرتے ہیں
ہمیں وہ اُلٹی چھری سے حلال کرتے ہین

ہماری ضد سے رقیبوں کے گھر میں جاتے ہو　　ہمارے سامنے اغیار کو بلاتے ہو
عبث عبث کسی بے جرم کو ستاتے ہو　　زبان قطع کرو دل کو کیوں جلاتے ہو
اسی سے شکوہ اسی سے سوال کرتے ہیں

سوال ہی وہ نہ سمجھیں تو ان کی ہو تضحیک　　جواب الٹے سنائیں تو ہم ہوں غم کے شریک
وہ کمسنی سے نہیں بات تک بھی کرتے ٹھیک　　یہاں یہ شوق وہ نادان مدعا باریک
انھیں جواب بتا کر سوال کرتے ہیں

نہ کوئی بات نئی جس پہ کر رہے ہیں وقوف　　نہ غیر ہے کہ ہوئے جس سے اس طرف مالوف
یہ حیلہ جوئیاں للہ کیجیئے موقوف　　ادھر تو کوئی نہیں جس سے آپ ہیں مصروف
ادھر کو دیکھئے ہم عرض حال کرتے ہیں

دم اخیر گھڑی بھر تو یاں ٹھہرنا تھا　　کھڑے کھڑے چلے گھر اف رے ڈر رقیبوں کا
یہ آپ آئے تھے کیا کیا چلے ہیں کیا دیکھا　　نہ دیکھی نبض نہ پوچھا مزاج بھی میرا
مریض غم کی یوں نہیں دیکھ بھال کرتے ہیں

فلک نے لاکھ لگائے جہان کے چکر　　ہزار مارا پھرا کوچہ کوچہ خاک بسر
کمال ظلم میں آیا نہ آجتک اس پر　　مرے مزار کو وہ ٹھوکروں سے ٹھکرا کر
فلک سے کہتے ہیں یوں پائمال کرتے ہیں

قدم قدم پہ تماشے ہیں دشتِ وحشت میں　　گھڑی گھڑی ہیں نئے لطف بزمِ عشرت میں
مزا ہے قطع تعلق کا کنجِ عزلت میں　　ہزار کام مزے کے ہیں داغِ الفت میں

جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں

خمسہ بر قطعہ نواب شہاب الدین احمد خاں ثاقب دہلوی برادرزادہ حضرت غالب علیہ الرحمۃ

پابند حجاب اُن کو پا کر	بیتابیٔ دل سے تھا میں مضطر
چھیڑا مجھے شوق نے جو اکثر	کل میں نے کہا کہ بندہ پرور
چہرے سے نقاب آپ اٹھائیں

کیوں کرتے ہیں قدر حسنِ رُخ کم	دکھلائیے پیچ زلفِ پُرخم
اچھا نہیں یہ حیا کا عالم	کہتے ہیں ادا شناس باہم
اچھا ہو جو منہ تو کیوں چھپائیں

سُن سُن کے یہ طعنہ ہائے موفور	دل ہو گیا سنگِ طیش سے چور
کہنے لگے غصہ میں کہ منظور	بولے، رودادِ موسیٰ و طور
سن لی ہے تو دیکھنے کو آئیں

دیکھے گا کوئی ہمارا جلوا	ہے اتنا کوئی حواس والا
اللہ اللہ! ایسا دعویٰ	بسم اللہ ہم اٹھائیں پردہ
ان سے کہدو کہ تاب لائیں

خمسہ بر غزل استاد الاستاذ خدائے سخن خلاق معنی حضرت اسد اللہ خان غالب دہلوی المعروف بہ مرزا نوشہ

نہ پوچھیں مجھ سے ہمدم اسطرح سے سرگراں کیوں ہو — شکایت گردش ایام کی وقف زباں کیوں ہو
سنو کیوں طعن کم ظرفی عیاں و نہاں کیوں ہو — کسیکو دیکے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

وہ اپنے روز کا معمول ہمدم آج کیوں چھوڑیں — مبارک انکو وہ میرے ستانے سے نہ منہ موڑیں
ہمیں بھی ضد ہے رشتہ پاس عادت کا نہ ہم توڑیں — وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

غضب ہے غیر ہنس دیتے ہیں سنکر میری حالت کو — قیامت ہے رقیب روسیہ تکتا ہے صورت کو
عبث احباب روئے دیکھکر میری مصیبت کو — کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو

بیان کر حال گلشن ہو کہیں اپنا تردد کم — یہ کیا ہے دیکھکر مجھکو تری آنکھیں ہوئیں پرنم
عبث ہے میرے رنج و صدمہ و ماتم کا تجھکو غم — قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

اٹھاؤ درمیاں سے پردہ دوری نہ شرماؤ — خدا کو مانو مشتاق نظارہ کو نہ ترساؤ
ہمیشہ ساتھ ہی رہتے ہو پھر کیا سامنے آؤ — یہ کہہ سکتے ہو ہم دلمیں نہیں ہیں پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل میں تمھیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

جہاں جا ہو نگا کرلونگا علاج اس جوش سودا کا　　ترے کوچے میں کیوں بیٹھا رہوں اے شوخ بے پروا
مجھے کیا کوہ و صحرا میں کوئی پتھر نہیں ملتا　　وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

کیا کرمثل عشرت لاکھوں حیلے روز تو غالب　　نہو گا مہرباں ہرگز وہ شوخ جنگجو غالب
نہ نکلے گی نہ نکلے گی یہ تیری آرزو غالب　　نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہرباں کیوں ہو

خمسہ بر غزل منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی مرحوم مغفور

دشمن چھوئیں کاکل رسا کو　　بوسے ملیں غیر بے دغا کو
ہم ٹھہرے ہیں ظلم نا روا کو　　چھوڑ و نہیں اے بتو حیا کو
کیا منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو

ہر دم تجھے مشق ہے جفا کی　　کب تک نہ ہو کدئی اسکا شاکی
تھی قدر یہی مری وفا کی　　ظالم تجھے دل دیا خطا کی
بس بس میں پہونچ گیا سزا کو

میں دشت جنوں میں ہوں اکیلا　　غربت میں ہے کون بیکسو نکا
یاران وطن ہے رحم کی جا　　کانٹے سے کہو سبنھال لینا
آتا ہے غش اک برہنہ پا کو

ہے ورد زباں بتوں کا کلمہ　　نے خوف خدا نہ شرم دنیا
ایمان کا پاس بھی نہ رکھا　　اے حضرتِ دل بتوں کو سجدہ
اتنا تو نہ بھولیے خدا کو

تھی ایک انیس شامِ غربت　　وہ بھی چھٹی آج وائے قسمت
کیا جانئے کب کی تھی عداوت　　گل کر گئی میری شمعِ تربت
کیا موج یہ آ گئی صبا کو

ہم آ کے جو پڑ رہے سرِ شام　　تقصیر تھی کیا سنی جو دشنام
کیا ایک ہمیں پہ ہی یہ الزام　　کوچے میں ترے ملا یہ آرام
نیند آ گئی چشمِ نقشِ پا کو

فرقت میں جو کاٹی زندگانی　　ہم سے بیجا ہے بدگمانی
منظور ہے مرگ ناگہانی　　دکھلا کے ہم اپنی سخت جانی
غصہ دلواتے ہیں قضا کو

سہ لیں گے عذابِ رنج و غم ہم　　جھیلیں گے فراق کے ستم ہم
اب عشق میں رکھ چکے قدم ہم　　راضی برضا ہیں اے صنم ہم
جو کچھ منظور ہو خدا کو

خمسہ بر غزل میرزا اصغر علی خاں دہلوی المتخلص بہ نسیم شاگرد مومن خاں

تنہا چلا نہ دل ہی بتِ بیوفا کے ساتھ　　دیکھا کہ جان بھی چلی نا آشنا کے ساتھ
دے جان کون موردِ جور و جفا کے ساتھ　　کسکو غرض رہے جو اسیرِ بلا کے ساتھ
بیکس وہ ہوں اثر بھی نہیں ہر دعا کیساتھ

کرتا ذلیل کوئی کسی کو ہے بیگناہ　　کس ملک کی ہے رسم یہ کس ملک کی ہے راہ
مہماں نواز ایسے ہی ہوتے ہیں واہ واہ　　دامن میں اشک دل میں ندامت لبوں پہ آہ
کیا کیا دیا نہ آپنے اے جان لا کے ساتھ

ہوش و حواس و تاب و تواں جانِ بیوفا　　آئی اجل تو چل دیے اک اک جدا جدا
ناکامیوں کو میری ٹھکانا کہیں نہ تھا　　جب لے چلے اٹھا کے جنازے کو اقربا
محرومیاں مری ہوئیں آنسو بہا کے ساتھ

انداز جور یار کا دنیا سے ہے جدا　　یہ طور ہے انوکھا نرالی ہے یہ ادا
خالی نہیں کرم سے ستم کیا کروں گلہ　　ہنس ہنس کے حکم قتل سناتا ہے دلربا
کچھ لطف بھی شریک ہے طرزِ جفا کے ساتھ

ہوش و حواس و صبر و قرار دلِ حزیں　　عیش و مسرت و غم دنیا و فکرِ دیں
چھوڑا نہ آپنے کوئی ہمدرد و ہم نشیں　　لیجائیے اسے بھی سبکدوش ہوں کہیں
رکھیئے مری امید بھی اپنی حیا کے ساتھ

وہ روح ہوں جسے نہیں کرتی قضا پسند وہ جسم ہوں کہ ہو نہیں عناصر کو نا پسند
ہوں کس کے کام کا میں کرے کوئی کیا پسند وہ خاک ہوں زمیں نے نہ جسکو کیا پسند
ٹھہرا نہ ایک دم کہ اُڑا میں ہوا کے ساتھ

عشرت کو کس لئے ہے نہ پوچھو غم الیم کب قابل بیان ہے یہ حالت سقیم
جس جنگجو کے ہاتھ سے اب تک ہے دل دو نیم کیا التماس حال کروں آپ سے نسیم
پھر سابقہ ہوا ہے اسی بیوفا کیساتھ

خمسہ بر قطعہ استاد الاساتذۂ سخن خلاق معنی حضرت اسد اللہ خاں غالب دہلوی المعروف بہ مرزا نوشہ

اے رہروان راہ تلاش رضائے دل اے ساکنان کوچۂ عبرت فزائے دل
اے گمرہان دشت فریب وفائے دل اے تازہ واردان بساط ہوائے دل
زنہار اگر تمھیں ہوس نائے و نوش ہو

کیوں غفلتوں کے ہاتھ سے ناحق تباہ ہو لازم ہے امتیاز سپید و سیاہ ہو
ہے سچ تو یہ کہ تم ابھی نا دیدہ راہ ہو دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو

ہر قطرہ مے کا ہوش و خرد کا ہے مدعی ہر پردے میں ہے ساز کے آفت نئی چھپی
شام وصال صبح جدائی سے ہے بری ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

یا کر رہے تھے عاشق و معشوق اختلاط — یا دیکھتے تھے ہم گل و بلبل میں ارتباط
یا رات تھی ہر اک دل محزوں کو انبساط — یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط
دامانِ باغبان و کفِ گلفروش ہے

چلتا ہے دور بادۂ گلفام بے درنگ — مستوں نے موج مے سے مٹایا ہے نام و ننگ
مصروف دلبری ہیں حسینانِ شوخ و شنگ — لطفِ خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ
وہ جنتِ نگاہ، یہ فردوس گوش ہے

رندوں نے اپنا رنگ جمایا جو بزم میں — تھا حکم واعظوں کو نہ آنے دو بزم میں
یا تھیں مسرتیں دل غمگیں کو بزم میں — یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم میں
نے وہ سرور و شور نہ جوش و خروش ہے

پاسِ وفائے عشق پہ ہر دم مٹی ہوئی — رنگت مانہ دیکھ کے ششدر بنی ہوئی
عبرت فزا سکوت میں حیراں کھڑی ہوئی — داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

خمسہ بر مقطع عرفی شیرازی

مجھے بھی جانب بیت الصنم کل لے گئی قسمت — کہوں کیا تجھ سے کیا دیکھی وہاں اللہ کی قدرت
وہ ننگِ خلقتِ آدم جسے کہتے ہیں عشرت — چناں رقصید عرفی بر در بتخانہ کز حسرت
برہمن گفت کایں کافر چہ اُستادانہ می رقصد

بے جرم و خطا نہیں ستانا اچھا — وہ کیجیے جسے کہے زمانا اچھا
آئے مری لاش پر جو ہمراہِ رقیب — اس آنے سے آپ کا نہ آنا اچھا

صبر و خرد و ہوش کو چھٹتے دیکھا — دم خضر و مسیح کا بھی گھٹتے دیکھا
اس کوچۂ عشق میں تو میں نے عشرتؔ — روز اک نیا قافلہ لٹتے دیکھا

سہ لونگا میں ظلم ناروا بھی تیرا — ممکن ہے زباں کرے گلہ بھی تیرا
کیا خوف ہے پرسش ستم کا سرِ حشر — میں بھی تیرا مرا خدا بھی تیرا

عشرتؔ غمِ ہجر نقدِ دل لوٹ گیا — اب رشتۂ ضبطِ درد و غم ٹوٹ گیا
کیا منہ جو کہوں شبِ الم کا قصّہ — وہ رنج اٹھائے ہیں کہ جی چھوٹ گیا

قبضہ مرے جسم و روح پر کس کا تھا — ناحق کے ستانے میں ضرر کس کا تھا
جس دل کو جلایا سوزِ غم سے تم نے — انصاف تو کیجیو وہ گھر کس کا تھا

کہتا نہیں میں وہ بیوفا ہے اپنا | یا دہر میں کوئی آشنا ہے اپنا
با ایں ہمہ یاس و ناامیدی عشرت | اتنی تسکیں ہے خدا ہے اپنا

تکلیف اٹھانیکا صلہ بھی نہ ملا | کچھ صوم و صلوۃ میں مزہ بھی نہ ملا
اس زہد ریائی کا بُرا ہو عشرت | دنیا بھی گئی اور خدا بھی نہ ملا

اعجاز میں عیسیٰ سے سوا ہو جانا | یا عاشقِ مضطر کی قضا ہو جانا
یہ سب ہو سکتا ہے لیکن اد بت | ممکن نہیں بندے کا خدا ہو جانا

پیدائشِ عالم کے سبب کو دیکھا | اور دافعِ ہر رنج و تعب کو دیکھا
کی جس نے زیارتِ رسولِ عربی | چشمِ ظاہر سے اُس نے رب کو دیکھا

اک شغل ہے بیوجہ خفا ہو جانا | اک کھیل ہے عاشق کی قضا ہو جانا
کمسن ہو کر تو ہے یہ نخوت یہ غرور | بڑھنا کچھ اور تو خدا ہو جانا

شب پہلوئے غیر میں وہ تنہا بیٹھا | یاں دل پہ ہمارے غم کا سکّہ بیٹھا
یہ حال ہوا کہ درد بھی رہ رہ کر | لحظہ لحظہ جگر میں اُٹھا بیٹھا

گویا دہے مرکے بھی ستانا ان کا　　پھر بھی نہیں چاہتا کرھانا ان کا
اے روح پریدہ آ بدن میں پھر کر　　بالیں پہ ستم ہے منہ بنانا اُن کا

دم اپنے ہنر کا آپ بھرنا کیا تھا　　اظہار کمال فن پہ مرنا کیا تھا
کھتے نہ زباں کو اپنی خنجر عشرتؔ　　کٹتے تھے عدو تو خیر کرنا کیا تھا

گو صبر و قرار تم نے لوٹا لوٹا　　آرام شکیب ہم سے چھوٹا چھوٹا
چھینو چھینو نہ دل ہمارا صاحب　　نازک ہے یہ شیشہ دیکھو ٹوٹا ٹوٹا

آساں ہے ہر ایک مدعا کا ملنا　　دشوار مگر ہے دلربا کا ملنا
کٹ جاتی ہے عمر جستجو میں عشرتؔ　　معشوق کا ملنا ہے خدا کا ملنا

راحت دے کہ رنج جو ارادہ تیرا　　سر آنکھوں پہ حکم ہے خدایا تیرا
ہر حال میں یہ شرف تو حاصل ہے مجھے　　تو میرا خدا ہے میں ہوں بندا تیرا

دنیا میں ہے عاجزی ہی رحمت کی بنا　　جس نے کیا سر بلند برباد ہوا
حاصل ہے زمیں کو خاکساری سے سکوں　　افلاک کو گردش میں تعلّی نے رکھا

کچھ فرق نہ جزو کل میں حاشا سمجھا　　ذرّے کو کبھی میں نے نہ ذرّا سمجھا
آنکھوں میں جما ہے رنگ وحدت عشرت　　قطرہ دیکھا تو میں نے دریا سمجھا

پوشیدہ نہیں جمال زیبا اُس کا　　ہر شئے میں نظر آتا ہے جلوہ اس کا
ہو تاب نظر اگر کسی کو دیکھے　　ہر سمت کھنچا ہوا ہے نقشہ اس کا

اے دارو ے دردِ بیقراری پھر جا　　دے مانعِ شغلِ آہ و زاری پھر جا
آتا ہے عیادت کو کوئی پردہ نشیں　　اسوقت تو اے اجل ہماری پھر جا

کیا وہ صاحب عطا ہے میرا　　جان اسپہ نثار دل فدا ہے میرا
اک مرحمت خاص ہے ہر ایک کے ساتھ　　ہر شخص یہ کہتا ہے خدا ہے میرا

صد شکر کہ وقت انقلاب آپہونچا　　اندازِ حجاب کو جواب آپہونچا
کیا اب بھی نہ ہوگی قدر عشاق انھیں　　رخصت ہوئی کمسنی شباب آپہونچا

مایوس دلوں کی مدعا تھے شاید　　اقرار بتان بے وفا تھے شاید
ہستی و عدم ہیں ہیچ یکساں عشرت　　ہم دل کے شکست کی صدا تھے شاید

آب حیواں نہیں تو سم ہے موجود قسمت میں جو ہے وہ بیش و کم ہے موجود
پوچھا نہ بتوں نے تو خدا ہے اپنا بتخانہ اگر نہیں حرم ہے موجود

خالی نہ ہو جب لطف سے ظلم و بیداد کیا ہو سکے اس جور و جفا کی فریاد
کل جا کے سوئے گورِ غریباں دیکھا اک شہر ہے قاتل کے ستم سے آباد
میں نے تو نہ کی جور و جفا سے فریاد بیداد سے، مکر سے، دغا سے فریاد
لیکن جو یہی شیوہ ہے تیرا اے بت دشمن نہ کریں کہیں خدا سے فریاد

منعم کو ہے اپنے مال و دولت پہ گھمنڈ زاہد کو ہے زہد پر عبادت پہ گھمنڈ
میرا تو کسی میں نہیں حصہ عشرت ہے مجھ کو فقط خدا کی رحمت پہ گھمنڈ

رہنا تھا جہاں میں بے حقیقت بنکر دنیا میں ہم آئے رنج و آفت بنکر
دل میں جو رہے تو بن کے کانٹا کھٹکے نظروں سے گرے تو اشک حسرت بنکر

کرنا ہوا ظلم ناروا کو منظور تکلیف کو رنج کو بلا کو منظور
یہ کچھ تو دکھا چکی بتوں کی الفت آگے جو کچھ کہ ہو خدا کو منظور

وہ عیش ونشاط وشادمانی کی بہار　　وہ دل کی اُمنگ زندگانی کی بہار
افسوس نہیں عمر گذشتہ کا پتہ　　کیا ہوگئی اللہ جوانی کی بہار

⁂

جیتا رہا ننگ زندگانی ہوکر　　جاں دادۂ عیش وشادمانی ہوکر
مرکر تو بجھا دے نار دوزخ عشرت　　شرم عصیاں سے پانی پانی ہوکر

⁂

بیماری غم سے ہوں یہ زار ولاغر　　بستر پہ پڑا ہوں مثل تار بستر
مرنیکی بھی اب نہیں ہے طاقت عشرت　　کیسے نکلے گی روح تن سے باہر

⁂

ہو کس سے ادا مدح وثنائے حیدر　　ایمان کا جزو ہے ولائے حیدر
زہد وورع وصبر ورضا وتسلیم　　پیدا ہوئے تھے سب یہ برائے حیدر

⁂

ہر چند نہ مونس ہے نہ کوئی دمساز　　ہمدم ہے کوئی مرا نہ کوئی ہمراز
اتنا ہی مجھے کافی ہے یارب غفور　　میں بندہ ترا ہوں اور تو بندہ نواز

⁂

خود بینی غرور خود نمائی کی ہوس　　عشاق سے در پہ جبہہ سائی کی ہوس
لاکھوں ہی ستم کریں تو الزام نہیں　　اللہ! بتوں کو بھی خدائی کی ہوس

کیا عیش و طرب ہو دل غمدیدہ سے مس — قسمت سے نہیں چلتا کسیکا کوئی بس
یا صحنِ چمن میں تھا نشیمن اپنا — یا کنج قفس ہے اور رہائی کی ہوس

اے نام تو شرف دین و ملت خوش باش — دے صدر نشین بزم عزت خوش باش
شد از قدمت فروغ ایوان عدل — اے زینت کرسی عدالت خوش باش

ہر ایک بنا ہوا تھا دولت کا شریک — دعویٰ تھا کہ میں ہوں رنج و راحت کا شریک
آیا جب وقت امتحاں کا عشرتؔ — واللہ نہ ٹھہرا کوئی غربت کا شریک

تڑپے دل ناصبور آخر کبتک — غم سے رہے چور چور آخر کبتک
ہیں کنج الم میں بزم اغیار میں آپ — یہ ظلم و ستم حضور آخر کبتک

یہ حرص و ہوا و عیش و عشرت کبتک — آخر یہ کھلیگی چشم عبرت کبتک
گذری شب عمر صبح رخصت آئی — اے خفتہ نصیب خواب غفلت کبتک

اس جور و ستم پہ صبر کرنا مشکل — جاں دیکے وفا سے در گذرنا مشکل
دوے ماندن نہ پائے رفتن عشرتؔ — جینا مشکل ہے ہم کو مرنا مشکل

سننے میں نہیں آتی فغانِ بلبل — مدت سی نہیں کہیں نشانِ بلبل
کنج گلزار میں خزاں کے ہاتھوں — اجڑا سا پڑا ہے آشیانِ بلبل

ہے کوچۂ یار میں رقیبوں کا خیال — اور غیر جگہ فزوں ہو فرقت کا ملال
اس خانہ خراب دل کے ہاتھوں عشرتؔ — دو روز بھی ایک جا پہ رہنا ہی محال

بے کار بلا میں پھنس نہ جانا اے دل — زنہار بلا میں پھنس نہ جانا اے دل
ہیں کوچۂ زلف میں خم و پیچ بہت — ہشیار! بلا میں پھنس نہ جانا اے دل

سمجھے کوئی دنیا کو نہ راحت کا مقام — یہ غمکدۂ دہر ہے عبرت کا مقام
آرام میں تکلیف خوشی میں ماتم — جو جائے تعیش وہی تربت کا مقام

کہتے ہیں وہ جن کو نہیں کچھ عقل سے کام — ہو جاتی ہے خود بخود یونہیں صبح سے شام
اس جہل مرکب کا ٹھکانا ہے کوئی — ناظم نہیں کوئی اور قائم ہے نظام

کیا حال وفا ہو بیوفا کو معلوم — تکلیف مرض نہیں دوا کو معلوم
رنج شب ہجر سے وہ بت کیا واقف — جو کچھ گذری وہ ہے خدا کو معلوم

پائی نہ مراد جی کو ہارا ہوں میں　　ساری دنیا سے اب کنارا ہوں میں
ہے کشتوں پہ وار ننگ ظلم و بدعت　　اے تیغ نگاہ غم کا مارا ہوں میں

لپٹی ہوئی چال سے شرارت تو نہیں　　انداز خرام ناز آفت تو نہیں
لینے پائے نہ کنج مرقد میں قرار　　اے قامت یار تو قیامت تو نہیں

کیونکر غم ہجر بیوفا سے چھوٹیں　　اس عشق کے درد لا دوا سے چھوٹیں
ہے باعث رنج دل ہی اپنا عشرت　　دل ہم سے چھٹے تو ہم بلا سے چھوٹیں

مرنے پہ کفن کو پیرہن سمجھے ہیں　　ہر گوشۂ قبر کو چمن سمجھے ہیں
آرام سے سوئے ہیں لحد میں عشرت　　پہلی منزل کو ہم وطن سمجھے ہیں

شام شب ہجر دلربا ہے ہم ہیں　　تنہائی کا درد جانگزا ہے ہم ہیں
پہلو میں نہ دل نہ کوئی ہمدم عشرت　　اب آج کی رات تو خدا ہے ہم ہیں

سہتے ہیں جو ظلم ناروا کس سے کہیں　　جس رنج میں ہم ہیں مبتلا کس سے کہیں
بندوں پہ ترے ستم جو کرتے ہیں یہ بت　　تجھ سے نہ کہیں تو اے خدا کس سے کہیں

کہتا نہیں کوئی کہ حیا تم میں نہیں عشوہ نہیں انداز و ادا تم میں نہیں
ہیں سارے جہاں کی خوبیاں تم میں مگر لیکن بخدا بوئے وفا تم میں نہیں

ہر درد کی دنیا میں دوا ہے کہ نہیں بیمار کے حصے میں شفا ہے کہ نہیں
کیوں گردش ایام سے گھبراتا ہے **عشرت**، کوئی تیرا بھی خدا ہے کہ نہیں

کہتے ہو کہ عادت جفا بھی تو نہیں وعدے پہ نہ آئیں یہ وفا بھی تو نہیں
مانا کہ ضرور کل تم آؤ گے مگر کل تک جئیں ہم یہ آسرا بھی تو نہیں

آئینہ نمط جو دن کو حیراں ہوں میں شب بھر صفت زلف پریشاں ہوں میں
اس بزم میں مثل شمع سوزاں **عشرت** اپنی حالت پہ آپ گریاں ہوں میں

حال غم ہجر بیوفا سے نہ کہیں دکھ درد کو دوست آشنا سے نہ کہیں
مجبور کیا وفا نے اتنا **عشرت** بت ظلم کریں تو ہم خدا سے نہ کہیں

پامال جفائے چرخ گرداں ہوں میں بار دل احباب و عزیزاں ہوں میں
ہوں سبزۂ بیگانۂ گلزار وجود شمع خاموش بزم امکاں ہوں میں

بے وجہ بھی ہم پر جو ستم اسکے ہیں ہم جانتے ہیں لطف و کرم اسکے ہیں
ہو جسمیں خوشی اس کی وہی بہتر ہے جاں اسکی ہے دل اسکا ہے ہم اسکے ہیں

جتنے انساں ہیں آج موجود جہاں سب ایک کی اولاد ہیں بے وہم و گماں
اسپر بھی نہ ہو پاس اخوت جسکو کیا حق ہے کہ اپنے کو وہ سمجھے انساں

پرواز ضرور بال و پر پاس نہیں رستہ دشوار راہبر پاس نہیں
کیونکر نہو اضطراب عشرت دمِ مرگ درپیش سفر زادِ سفر پاس نہیں

یارب دمِ نزع بھی وہ بالیں پہ نہ آئیں میں اُن کے لئے مروں وہ صورت نہ دکھائیں
گر ہے یہی احتراز مجھ سے اُن کو آغوشِ خیال سے بھی باہر ہو جائیں

اے طبع رواں تیری روانی دیکھوں بہتا ہوا دریائے معانی دیکھوں
دکھلاؤں رقومات گہر ہائے کمال پھر اہل سخن کی قدردانی دیکھوں

ہم عیش میں ہیں برنگِ ساغر خنداں اور رنج میں مثل زخم خنجر خنداں
ہر حال میں ایک وضع پر ہیں عشرت گلخن میں رہیں گے بن کے اخگر خنداں

دریوزہ گر کوئے فنا کس کو کہوں ۔ اور مالک اقلیم بقا کسکو کہوں
ہے اپنی نگاہوں میں فقط ایک وجود ۔ بت کسکو کہوں اور خدا کسکو کہوں

کچھ یاری بخت پر میں شاداں ہو لوں ۔ کچھ شکر گذار لطف و احسان ہو لوں
قاتل مرے قتل میں یہ جلدی کیا ہے ۔ اتنا تو ٹھہر کہ تجھ پہ قربان ہو لوں

مانا کہ تمھیں پاس وفا کا بھی نہیں ۔ احساس ذرا شرم و حیا کا بھی نہیں
بندوں پہ ستم نہیں ہے زیبا پھر بھی ۔ کیا تم کو بتو خوف خدا کا بھی نہیں

کہتے ہو کہ درد کی دوا بھی ہیں ہمیں ۔ عشاق کے جان کی قضا بھی ہیں ہمیں
یہ کبر و غرور اے بتو یہ دعوے ۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ خدا بھی ہیں ہمیں

دم بھر دل بیقرار ساکن ہی نہیں ۔ آرام کا قسمت میں مرے دن ہی نہیں
ہو ہجر صنم میں صبر کیونکر ناصح ۔ تو مجھ سے وہ کہتا ہے جو ممکن ہی نہیں

دنیائے دنی کی تجھ سے دولت مانگوں ۔ یا حور و قصور و باغ جنت مانگوں
یارب میں نہیں ہوں پست ہمت اتنا ۔ تجھ سے مانگوں تو تیری قربت مانگوں

کاہیدہ جو ضعف نے بنایا ہمکو — تربت کے فشار سے بچایا ہمکو
تھی رنگ پریدہ شاید اپنی ہستی — مرنے پہ کسی نے کچھ نہ پایا ہمکو

جینے کی تو خود نہیں تمنا مجھ کو — اور موت نے آ حجاب پوچھا مجھ کو
ہوں قابل ہستی نہ سزاوار عدم — رکھ تیسرے عالم میں خدایا مجھ کو

مشاق جفائے ناروا بھی تم ہو — اور شکوۂ ظلم سے خفا بھی تم ہو
عشاق پہ یہ جبر و تحکم ہے نیا — معشوق ہوئے تو کیا خدا بھی تم ہو

اک قہر خدا ہے ان حسینوں کی چاہ — جن کے مذہب میں رحم کرنا ہی گناہ
مرجائے کوئی تو یہ نہ دیکھیں مڑکر — اتنی نخوت بتوں کو اللہ اللہ

سکھلاتا ہے دل مجھے حسینوں کی چاہ — مجھکو بھی کرے گا ساتھ اپنے گمراہ
ہادی جسے سمجھے تھے وہ شیطاں نکلا — لَاحَولَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ !

تنگ آ گئے ظلم سے تو مرتے ہی بنی — یہ جانِ حزیں نثار کرتے ہی بنی
دی موت خدا نے بر بناے عشرت — الزام جفا بتوں پہ دھرتے ہی بنی

مقتل میں یہ عذرِ ناز بیجا نہ رہے		جانبازوں سے اس طرح کا غمزا نہ رہے
ظالم تجھے غیر کے لہو کی سوگند		باقی مری زندگی کا جھگڑا نہ رہے

فق ہو گیا چہرا منہ پہ رنگت نہ رہی		خوں ہو گیا خشک تن میں طاقت نہ رہی
فرقت میں ہے چار دن کا جینا دوبھر		دو روز کے غم میں ایک حالت نہ رہی

خود بینی، غرور، خود نمائی تیری		معشوقوں نے وضع سب اُڑائی تیری
ہو تجھ سے بتوں کو ہمسری کا دعویٰ		اللہ رے شانِ کبریائی تیری

وہ جور و ستم کہ جن کو سہتے نہ بنی		جس ظلم سے اس جہان میں رہتے نہ بنی
سوچے تھے کہیں گے رب جلے اسے سرحشر		اُن کے منہ پر تو ایک کہتے نہ بنی

صد شکر کہ ان کی کج ادائی نہ رہی		وہ طرزِ جفا وہ بیوفائی نہ رہی
روٹھے تھے خفا تھے دل کے لینے کو وہ		دل دیدیا میں نے کچھ بُرائی نہ رہی

میں نے جو کہا تم پہ فدا ہیں ہم بھی		کہنے لگے عاشق کی قضا ہیں ہم بھی
ہے آج یہ دعویٰ تو خدا حافظ ہے		کل ہو گا یہ ارشاد خدا ہیں ہم بھی

بیکاری کے شغل کو جگر حاضر ہے — یعنی ہدف تیرِ نظر حاضر ہے
اور جان ہی لینا ہو جو منظورِ نظر — اے تُرک ستم پیشہ یہ سر حاضر ہے

⁂

چھوٹا نہیں ظلم ناروا بھی کوئی — اور اس پہ نہیں عذرِ جفا بھی کوئی
اللہ کے بندوں کو ستالے اے بت — اتنا سن لے کہ ہے خدا بھی کوئی

⁂

بستے تھے جہاں میں جبکہ اُلفت والے — ڈھونڈھے جاتے تھے سب قرابت والے
اب اپنے بھی ہو گئے پرائے عشرت — کیا ہو گئے اللہ! محبت والے

⁂

دی مرحمت و بذل و عطا بھی ہے وہی — اور منتقم جور و جفا بھی ہے وہی
دی جس نے تمھیں یہ خوبیِ حُسن بتو — یہ یاد رہے مرا خدا بھی ہے وہی

⁂

آئی نہ پسند نکتہ دانی میری — مقبول ہوئی نہ خوش بیانی میری
میں بھی تو پیمبرِ سخن تھا عشرت — کیوں ہوتی وطن میں قدردانی میری

⁂

سوکھے ہوئے پھول تھے چمن سے نکلے — تھے شمع خموش انجمن سے نکلے
جس طرح بدن سے روح نکلے باہر — ہم بھی عشرت یونہیں وطن سے نکلے

کیونکر کہیں کوشش کا صلہ ملتا ہے تقدیر میں کچھ نہ ہو تو کیا ملتا ہے
وہ بت ہمیں لاکھ جستجو پر نہ ملا سنتے تھے تلاش سے خدا ملتا ہے

قطرہ وہی اور گوہر خوش آب وہی ذرہ وہی اور مہر جہانتاب وہی
کیا دخل یہاں فہم بشر کو عشرتؔ موجود وہی تمام، نایاب وہی

سلطان گدا نواز کہتے ہیں تجھے اور مالک کارساز کہتے ہیں تجھے
رحمت پہ تری ناز ہے یارب مجھکو شاہنشہِ بے نیاز کہتے ہیں تجھے

ہردم رہے بیخودی کا اک جوش مجھے ہوں دونوں جہاں کے غم فراموش مجھے
ساقی دینا وہ بادۂ مرد افگن تا حشر نہ آئے پھر کبھی ہوش مجھے

خوف دوزخ سے بدحواسی دیکھی شوق جنت میں یہ اُداسی دیکھی
خود اپنی حقیقت سے نہیں تو واقف اے شیخ تری خداشناسی دیکھی

دل دیکے جو میں نے کج ادائی دیکھی صدقے کی جان بیوفائی دیکھی
اسکا نہیں شکوہ یہ بتادو مجھ کو تم نے نیکی میں کیا برائی دیکھی

پھیلا ہوا شش جہت میں نور اسکا ہے	ہر رنگ میں ہر جگہ ظہور اُس کا ہے
دیکھے نہیں کوئی تو ہے آنکھوں میں فتور	سمجھے نہ اگر عقل قصور اُس کا ہے

ہم جور و جفا کو بھی وفا ہی سمجھے	کج خلقیوں کو ناز و ادا ہی سمجھے
اور اس پہ بھی قدر جاں نثاری نہ ہوئی	تجھ سے بت بے رحم خدا ہی سمجھے

تاثیر وہی ہے اور مؤثر بھی وہی	پنہاں بھی وہی ہے اور ظاہر بھی وہی
اس دور تسلسل میں نہیں عقل کو دخل	اول بھی وہی ہے اور آخر بھی وہی

ہے آج تو کل نہیں نشانِ ہستی	اسکو بھی کہیگا کوئی شانِ ہستی
بین عدمین آیا کس طرح وجود	عالم یہ فقط ہے اک گمانِ ہستی

عاشق سے حجاب سرگرانی کیسی	ایذائے فراق جاودانی کیسی
دل میں تو کھنچی ہوئی ہے تیری تصویر	میری آنکھوں سے لن ترانی کیسی

پیدا تو کرے دیدۂ بینا کوئی	لائے تو یہاں تاب تجلے کوئی
وہ کہتے ہیں ہم اُٹھائیں پردہ اپنا	موجود بھی ہو دیکھنے والا کوئی

دم بھر نہ رہائی کی ہوس سے چھوٹے　　تا عمر نہ صیاد کی بس سے چھوٹے
اب کس کو یہاں امید آزادی ہے　　پائیں گے چھری اگر قفس سے چھوٹے

غارتگری دل کی جفا کس سے ہوئی　　یہ جلوہ نمائی کی ادا کس سے ہوئی
میں دیکھ کے عاشق ہوا یہ میرا قصور　　اپنے کو دکھایا یہ خطا کس سے ہوئی

کیا کہئے شب فراق کیسی گذری　　مر مر کے بھی کٹ گئی تو اچھی گذری
قسمت کا گلہ کروں کہ تم سے شکوہ　　اللہ کا شکر جیسی گذری گذری

یہ نالۂ و آہ و اشکباری کیسی　　ہر وقت اجل کی انتظاری کیسی
کہتے ہو کہ میں نہیں ہوں عاشق عشرتؔ　　بتلاؤ تو پھر یہ بیقراری کیسی

ہم کو عوضِ وفا جفا ہی بس ہے　　مایوسوں کو ترکِ مدعا ہی بس ہے
بے رحم بتوں کو کیوں منائیں عشرتؔ　　ہم سے بیکس کو اک خدا ہی بس ہے

پوچھا نہیں جیتے جی کہ حالت کیا ہے　　کس رنج میں تو ہے تیری حسرت کیا ہے
اب ٹھوکریں قبر پر لگاتے کیوں ہو　　آخر پسِ مرگ میری حاجت کیا ہے

صد شکر کہ مجھ سے اسے نفرت نہ رہی　　غصہ نہ رہا کوئی کدورت نہ رہی
ہنس ہنس کے کیا ذبح جو قاتل نے مجھے　　باقی مرے دل کی کوئی حسرت نہ رہی

کرتے ہو جفائیں جو وفا سے پہلے　　کیا قتل کروگے تم قضا سے پہلے
کیوں تم سے ڈروں میں اے بتو کیا باعث　　موت آئے گی کیا حکم خدا سے پہلے

عاشق کے ستانے کو ادا کون کہے　　قتل بیجرم کو قضا کون کہے
دکھلائیں یہ بت ہزار کبر و نخوت　　جو ظلم کریں ان کو خدا کون کہے

دیکھے ستم و جور وفا سے پہلے　　محروم یاں بائیں مدعا سے پہلے
مرنے کے تو دن نہ تھے مگر اے غم عشق　　مرنا ہی پڑا ہم کو قضا سے پہلے

تاثیر کو ڈھونڈھتی دعا پھرتی ہے　　سرگشتہ پئے رد بلا پھرتی ہے
اس تیر نظر سے دل کا بچنا معلوم　　آئی ہوئی بھی کہیں قضا پھرتی ہے

یہ بھی ہے ستمگری کا عنوان کوئی　　یہ بھی ہے طریق ظلم پنہان کوئی
وہ دل سے نہیں کھینچتے پیکان ستم　　ڈرتے ہیں نکل جائے نہ ارمان کوئی

مجھ سا نہیں دہر میں پریشاں کوئی　　آما جگہ خدنگِ حرماں کوئی
ہر وقت نئی حسرتیں ہوتی ہیں دفن　　دل میرا ہے یا گورِ غریباں کوئی

ہر چند ہے جانگداز حالت میری　　آمادہ ہے دشمنی پہ قسمت میری
پھر بھی نہیں شکوہ بمقدرِ ممکن　　وہ کہتے ہیں یہ بھی ہے شکایت میری

مشکوک سخن میں گفتگو باقی ہے　　نایافتہ شے کی جستجو باقی ہے
عشرتؔ نہیں جلوۂ حقیقت جن میں　　ان آنکھوں میں فرقِ من و تو باقی ہے

وہ غنچہ ہیں بے کھلے جو مرجھا جائے　　وہ نخل ہیں خشک ہو جو بے پھل آئے
قسمت نے کبھی پھولنے پھلنے نہ دیا　　اس باغِ جہاں میں آکے ہم پچھتائے

دل کو کبھی ہجر میں پریشانی ہے　　گہ رشکِ عدو کا غم پنہانی ہے
القصہ ہوا ہوں جب سے عاشق عشرتؔ　　ہر وقت کا اک عذابِ روحانی ہے

یوں تو کی عام تو نے رحمت اپنی　　دکھلائی ہر اک ذرہ سے عظمت اپنی
اس بخششِ خاص کا ہو کیا شکر ادا　　ہم کو بخشی جو تو نے صورت اپنی

ظاہر ہے الٰہی سب پہ قدرت تیری　　محتاج بیاں نہیں ہے عظمت تیری
ہوتا نہیں مثل ایک کا ایک کبھی　　ہر شئے سے عیاں ہے شانِ وحدت تیری

کیوں غم سے بدلتی شادمانی میری　　ہے وجہ عذابِ زندگانی میری
وہ وعدہ خلاف اگر نہ آیا نہ سہی　　کیا ہو گئی مرگ ناگہانی میری

تاثیر سے یاس ہے دعا سے پہلے　　ملتا ہے جواب التجا سے پہلے
بے شادیِ وصل دیکھا فرقت کا عذاب　　پائی ہے سزا میں نے خطا سے پہلے

ہے جسم میں جان بن کے الفت تیری　　رگ رگ میں سمائی ہے محبت تیری
ان آنکھوں سے غیر خاک آئیگا نظر　　دل میں تو بسی ہوئی ہے صورت تیری

عشرت تجھے عاشقی کا سودا کیا ہے　　کچھ بھی نہیں سوجھتا نتیجہ کیا ہے
اس کھیل میں دو جہاں کو تو نے کھویا　　او خانہ خراب اب ارادہ کیا ہے

تھا دل ہی کے ساتھ شوقِ راحت باقی　　رنجِ فرقت نشاطِ وصلت باقی
یاس و حرماں نے ایسا برباد کیا　　دل ہے باقی نہ دل کی حسرت باقی

اچھے رہے قبر میں جو روپوش ہوئے — عقل و خرد و ہوش فراموش ہوئے
ہے جوشِ جنوں سے کیا ندامت عشرت — کیوں بعد فنا بھی ہم کفن پوش ہوئے

آدم سے گلستانِ عدن چھٹتا ہے — یا قیس حزیں سے آج بن چھٹتا ہے
رخصت ہوتا ہوں میں وطن سے عشرت — بلبل سے بہاریں چمن چھٹتا ہے

غربت میں بھی وجہ شادمانی ہے یہی — اور حاصلِ عمر و زندگانی ہے یہی
ہر داغ جگر ہے مجھ کو پیارا عشرت — یارانِ وطن کی اک نشانی ہے یہی

منظر ہے تمام طور سینا نہ سہی — ناظر ہیں ہزاروں ایک موسیٰ نہ سہی
مانا کہ تجلی کو نہیں ہے تکرار — لاکھوں جلوے ہیں پہلا جلوا نہ سہی

دل کیا گیا جان پر مصیبت آئی — گر ایک گئی دوسری آفت آئی
پیچھا نہیں چھوٹتا بلاؤں سے مرا — گذری شبِ غم تو صبح فرقت آئی

جن آنکھوں میں ہر دوئی کا پردہ باقی — ہستی و عدم کا ہے بکھیڑا باقی
الآن کما کانَ ہے ایمان اپنا — تنہا تھا وہ ہے اب بھی تنہا باقی

آنا میرا ہے اتفاقی ساقی ! دیدے مجھے خم میں جو ہو باقی ساقی
ایسا نہ ہو تشنہ لب ہی رہ جاؤں میں تا حشر پکارے روح ساقی ساقی

لوں دونوں جہاں نہ دلربا کے بدلے باز آیا میں سب اک وفا کے بدلے
کچھ یاد بھی رکھنا جز خیالِ معشوق پتھر کو ہے پوجنا خدا کے بدلے

قطعات

قطعہ تاریخ وصال جناب شاہ محمد اکبر صاحب قدس سرہٗ

آج کیا ہے کہ ٹھہرتا نہیں قلب مضطر
سانس جو سینہ میں آتی ہے وہ نشترِ جگر

ہر روش خاک اڑاتی ہے صبا گلشن میں
شورِ ماتم کا ہے کیوں نغمۂ بلبل میں اثر

غنچے دل تنگ ہیں گل چاک گریباں کیوں ہیں
ملتے ہیں کیوں کفِ افسوس تمامے شجر

جسطرف دیکھیے ہے ایک اُداسی چھائی
باغِ عالم کا نظر آتا ہے رنگِ دیگر

ہاتھ ماتم کو چلے آتے ہیں سینہ کی طرف
جائے اشک آنکھوں میں کیوں آج ہے خونابِ جگر

میں اسی فکر میں بیٹھا تھا کہ ہاتف نے کہا
تجھکو اب تک نہیں کیا عشرتِ دل خستہ خبر

بزمِ عالم میں بجھی آج وہ شمعِ روشن
جس سے کرتے تھے سدا کسبِ ضیا شمس و قمر

حسرت و یاس و غم و رنج کا ہو کیوں نہ ہجوم
باعثِ رونقِ عالم نے کیا آج محشر

جس کی خوشبو سے معطر تھا ریاضِ عالم
حیف صد حیف کہ پژمردہ ہوا وہ گلِ تر

ہائے وہ مہرِ جہانتاب شرف ڈوب گیا
فیض سے جسکے منور تھا زمانہ یکسر

یعنی مقبولِ خدا قبلۂ دین و ایماں
سالکِ مسلکِ حق شاہ محمد اکبر

چھوڑ کر اپنے عزیزوں کو غم و ماتم میں
کر گئے آج سوئے جنتِ فردوس سفر

عالم قدس سے آتی ہے صدائے تاریخ تاکہ واقف ہوں زمانے میں ہر اک جن و بشر

بہر دیدار خدا سوئے جناں طیب رفت

۱۹۱۰

ہادی راہ خدا قبلۂ کونین اکبر

۱۳۲۷ھ

قطعہ مبارکباد سند وکالت یافتن بابو راجیشوری پرشاد عرف ناتھو بابو[1] پسر خورد رائے بہادر سیتل پرشاد صاحب وکیل شہر گیا

سنہ ۱۹۱۰ء

میخواروں کو دورِ مے و پیمانہ مبارک	ساقی کو ہجوم درِ میخانہ مبارک
زاہد کو مبارک ہو ادائے حجِ کعبہ	رندوں کو طوافِ درِ میخانہ مبارک
عشاق کے دل پر جو گذر جائے گذر جائے	معشوقوں کو ہو غمزۂ ترکانہ مبارک
خال رخِ دلدار پہ دل اپنا فدا ہے	اے طائر وحشی تجھے یہ دانہ مبارک
مستوں کو نہیں ہوتی ہے تاثیر نصیحت	ناصح تجھے مسجد مجھے میخانہ مبارک
بے پردہ ہوا شاہد مقصود کا چہرہ	مشتاقوں کو یہ جلوۂ جانانہ مبارک
میخانے میں ہے آج قدح نوشوں کی عزت	ساقی تجھے یہ ہمتِ مردانہ مبارک
ہو رائے بہادر کو بہ فضل الٰہی	یہ نور نظر زینتِ کاشانہ مبارک

---

[1] مراد رائے بہادر بابو سیتل پرشاد سنہا وکیل نامآور شہر گیا۔

ہو ایسری پرشاد و کشن[1] باؤ کو یارب | یہ عیش و طرب جشن امیرانہ مبارک
راجیشوری[2] کو سند پاسِ وکالت | احباب کو یہ جلسۂ شاہانہ مبارک

یہ دنوں سہرے مولوی سید ذوالفقار حیدر صاحب وکیل کی فرمائش سے انکے صاحبزادے سید اکرام الدین کی شادی میں لکھے گئے

مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

ہو رہا ہے جو حجاب رخ انور سہرا | بن رہا ہے نگہ شوق میں نشتر سہرا
تار سونے کے نہیں ہیں یہ شعاعِ خورشید | صاف آتا ہے نظر مہر منور سہرا
ہم یہ سمجھے کہ نظر ہے کسی گستاخ کی یہ | بکھرا جب عارضِ پر نور کے اوپر سہرا
اس طرح آنکھیں حسینوں کی لگی رہتی ہیں | گویا گلدستۂ نرگس ہے سراسر سہرا
آج نوشاہ بنا سید اکرام الدین | لڑ گیا تیر انصیبوں سے مقدر سہرا
مل گئی ہے جو گل عارضِ نوشاہ کی بو | بوے جاں بخش سے ہے آج معطر سہرا
دل کھچا جاتا ہے ہر شخص کا نوشہ کیطرف | پڑھ رہا ہے کوئی تسخیر کا منتر سہرا
جنس ناکارہ بھی آجاتی ہے کچھ کام کبھی | چشم بد ہیں کو کرے اپنا نچھاور سہرا
آگے رکھتا ہے رہ شوق میں نوشہ سے قدم | منزل مہر و محبت کا ہے رہبر سہرا

---

[1] مراد بابو ایسری پرشاد پسر کلاں راے بہادر۔
[2] مراد آنریبل راے بہادر کشن پرشاد برادر زادہ راے بہادر۔

موج زن فضل الٰہی سے ہے دریائے جمال   قلزم حسن میں ہے آج شناور سہرا
ایک تو خود ہی ہے حسنِ رخِ نوشاہ غضب   اس پہ پھر اور بپا کرتا ہے محشر سہرا

حسرت دید نکلنے نہیں پاتی عشرت
رخ سے دم بھر تو ہٹے بہر پیمبر سہرا

ہے فروغِ رخ نوشہ سے منور سہرا   بزم میں چمکیگا بن کر مہ و اختر سہرا
تہنیت کی رات مبارک تمھیں اکرام الدین   رشک ناہید دلھن چاند سے منہ پہ سہرا
رحمت حق سے کھلے پھول ترے سہرے کے   دست قدرت نے بنایا یہ معطر سہرا
ہے تمنا یہ حسینوں کی کہ اکرام الدین   اک نظر دیکھ لے چہرے سے ہٹا کر سہرا
خلوتِ عیش میں پھر دخل کہاں ظالم کو   بن لے محفل میں نقاب رخ انور سہرا
ہو گئی ہے رخ نوشاہ کی قربت جو نصیب   اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا
نہیں بے وجہہ یہ سکتے میں پڑا ہے خاموش   پیش آئینہ رخ ہے متحیر سہرا
چشم بد دور فروغِ رخِ زیبا ہے دوچند   بن گیا چہرۂ نوشاہ کا زیور سہرا
حسن کچھ اور بھی ہو مصحفِ رخ کا افزوں   کھینچ دے صفحۂ عارض پہ خطِ زر سہرا
طرب افزا رہے تا عمر خلوص باہم   باندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا
ہو مبارک یہ تجھے سید اکرام الدین   کہ رہا عیش و مسرت کا ترے سر سہرا
مشعل مہر ہے گویا تہ دامانِ سحاب   موتیوں کا جو ہے نوشاہ کے منہ پہ سہرا
ڈھونڈھ کر لائے ہیں کچھ تارِ شعاعِ خورشید   آج لیجائینگے عشرت بھی بنا کر سہرا

ترجیع بند دعائیہ و تہنیت

ہے میکدہ میں آج یہ ساقی کا حکم عام
رہنے نہ پائے کوئی زمانے میں تشنہ کام

بدمستیوں کا قبضہ ہے جس سمت دیکھئے
توبہ کے رہنے کو نہیں ملتا کوئی مقام

آیا زمانہ عیش کا ہے دور انبساط
ظلم و ستم کا ہو گیا دنیا میں اختتام

پانی کے بدلے برسے گہر ہائے مدعا
ناکامیوں کا نام بھی لینا ہوا اب حرام

کیونکر نہ ہوں شگفتہ گل مدعائے خلق
موجِ نسیم رحمتِ حق کا ہے اہتمام

کیا پوچھنا ہے فرطِ نشاط و سرور کا
پھرتی ہے تہنیت لئے ہر سو رفاہ عام

اب کونسل میں ایسا مدبر ہوا شریک
نازاں ہے جس کی ذات پہ خود حسنِ انتظام

قانون میں شریک جو ہے اسکا مشورہ
رحمت خدا کی ہند میں کرتی ہے اپنا کام

ہے نازِ خاندان کو جس کے وجود پر
وہ فخر روزگار ہے مسٹر علی امام

عالی ہمم خجستہ شیم معدنِ کرم
خوش خو و نیک طینت و ذی عز و احترام

باہر ہے حد سے شہرت اسکا علوئے قدر
دولت کنیز جسکی اور اقبال ہے غلام

عزت ہے جس کو مبدءِ فیاض سے عطا
واجب نہ کیوں ہو خلق پہ بھی اسکا احترام

عشرت مجال ہے کہ کروں اسکی مدح میں
ہاں صدق دل سے ہے یہ دعا میری صبح و شام

---

[۱] مراد آنریبل نواب مؤید الملک سر سید علی امام صاحب کے سی ایس آئی بیرسٹر ایٹ لا۔ لا ممبر گورنمنٹ آف انڈیا۔ جج ہائیکورٹ پٹنہ ایگزیکیوٹیو کونسلر بہار و اڑیسہ صدر اعظم بہادر حیدرآباد دکن۔

یارب فلک پہ باقی ہیں جبتک یہ مہر و ماہ — جبتک کہ عدل و داد ہیں دنیا میں نیک نام

جب تک دعائے نیم شبی میں اثر رہے — جبتک دل شکستہ ہے یارب ترا مقام

یہ فخر ملک و قوم رہے دہر میں مدام

دل شاد و بامراد و جواں بخت و نیکنام

ترجیع بند تہنیت ولادت دختر سید حسین امام صاحب مع تاریخ ولادت

ادا ہو مجھ سے بھلا شکر ایزد متعال — زہے تصور باطل زہے خیال محال

خدا کے فضل سے دن انبساط کے آئے — خوشی کی لایا خبر قاصد مبارک فال

کھلا ہے اک چمن آرزو میں پھول نیا — لگا ہے باغ تمنا میں ایک تازہ نہال

چلی ہے گلشن عالم میں وہ نسیم طرب — ہر ایک دل ہے وفور خوشی سے آج نہال

ہر ایک شخص کو کیف مے مسرت سے — نہ یاد ماضی ہے باقی نہ فکر استقبال

ہیں اہل دہر کچھ اسدرجہ محو عیش و نشاط — کہ بیٹھے رہتے ہیں بیکار کاتب اعمال

مرے عزیز مکرم جو ہیں حسین امام — سعید و صالح و خوش طینت و خجستہ خصال

خدا نے بخشی انھیں دختر نکو اختر — خجستہ طالع و فرخ شیم بلند اقبال

الٰہی چرخ کو گردش ہے اسدن جبتک — ہے نور مہر سے جبتک ضیائے بدر و ہلال

نسیم صبح کھلاتی ہے پھولوں کو جبتک — نظر فریب ہے جبتک بہار حسن و جمال

الٰہی شمس و قمر میں ہے روشنی جبتک — رہے ہمیشہ منور یہ اختر اقبال

۱۳۳۵ھ

شگفتنِ گلِ امیدہا مبارکباد
رسیدنِ ثمرِ مدعا مبارکباد

قطعۂ تاریخ ایضاً

چو یافت سید والا گہر حسینؑ امام | بفضلِ ربِّ جہاں دخترِ خجستہ شعار
تلاشِ سالِ ولادت بہ عیسوی سنہ بود | دلم بگفت کہ "صد شکر ایزدِ غفّار"
۱۹۱۷ ء

حسن افزائے عارضِ گفتار | غازۂ حمدِ ایزدِ غفّار
جس نے بخشی زباں کو گویائی | دی عروسِ سخن کو رعنائی
نخل بندِ ریاضِ ہر دو جہاں | شمع افروزِ بزمِ کون و مکاں
قطرہ قطرہ ہے شاہدِ رحمت | ذرہ ذرہ ہے مظہرِ قدرت
ہو سکے کس سے اُسکی مدح و ثنا | ہے جو محبوبِ ربِّ ارض و سما
وجہِ تخلیقِ آدم و عالم | زینتِ مجلسِ حدوث و قدم
مسند آرائے بزمِ صدق و صفا | سرورِ انبیا حبیبِ خدا
ہادیِ خلق سیدِ ابرار | شافعِ حشر احمدِ مختار
ہوں ہزاروں درود اور سلام | اُنپر اور اُنکے دوستوں پہ مدام
بعد ازیں پیشِ خدمتِ احباب | باخلوصِ دلی بصد آداب

بندہ کمتریں نیاز آگیں — خاکسار جہاں معین الدیں

لایا ہے یہ نوید روح افزا — تازگی بخشِ غنچۂ دلہا

مدتوں پر مری مراد ملی — بعد مدت دعا قبول ہوئی

میرے بھائی کی ہوتی ہے شادی — آگیا وقت خانہ آبادی

نیک اطوار لائق تحسین — نیک خو خواجہ حفیظ الدین

للہ الحمد بنتا ہے دولھا — کس زباں سے ادا ہو شکر خدا

نویں شہر جمادی الثانی — با ہزاراں نشاط و فرطِ خوشی

دن کے بارہ بجے بفضل خدا — ہو روانہ برات سوئے گیا

سید محترم خجستہ شیم — واعظ الحق محیط لطف و کرم

چشم بد دور میزباں ہونگے — اور ہم اُن کے میہماں ہونگے

اب یہ احباب سے ہے چشم کرم — میری آنکھوں پہ رکھیں اپنے قدم

لاکے تشریف سرفراز کریں

اور خادم کو آبرو بخشیں